إرشاد السالکین إلیٰ ریاض الصالحین

المعروف به

حدیث کے اصلاحی مضامین

جلد پانزدہم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب
خانپوری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

ناشر

مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فہرست کتاب

اداریہ 15

ظہورِ مہدی، فتنۂ ظہورِ دجّال، نزولِ حضرت مسیح 20

پانی آگ اور آگ پانی 31

ختمِ دجّال کے بعد کا منظر 33

دجّال مکہ ومدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا 37

دجّال کے لشکر میں ستّر ہزار یہودی ہوں گے 38

فتنۂ دجّال کے وقت اہلِ ایمان کا حال 38

دجّال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں 39

ایک مؤمن اور دجّال کا مقابلہ 39

دجّال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی 41

ہر نبی نے دجّال سے ڈرایا ہے 42

وہ ایک بات جو کسی نبی نے نہیں بتائی 43

اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں عیب نہیں ہے 43

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قیامت سے پہلے مسلمان اوریہودیوں کی جنگ ہوگی 44
قربِ قیامت ٹینشن انتہا کو پہنچ جائے گا 45
دریائے فرات میں سے سونے کا پہاڑ نمودار ہوگا 46
پالتوجانور بھی وحشی بن جائیں گے 47
مال کی کثرت ہوجائے گی 48
قربِ قیامت کی دو نشانیاں ؛ مال اورعورتوں کی کثرت 49
دلچسپ واقعہ 50
دلچسپ فیصلہ 51
نیک لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہوں گے 53
اصحابِ بدر کی فضیلت 54
عمومی عذاب کی لپیٹ میں سب ہی آجاتے ہیں 54
اسطوانۂ حنّانہ 55
جامع روایت 57
حضورِاکرم(ﷺ) کی نوش فرمائی ہوئی ایک غذا(ٹڈی) 58
ایمان والابڑا محتاط ہوتاہے 58

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں.......... 59
دو صور کے درمیان کافاصلہ 62
جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کاانتظار کرو.......... 63
امانت کے ضائع ہونے کا مطلب 65
ذمہ دار کی کوتاہی کا وبال اسی پر.......... 66
بہترین لوگ 67
پابہ زنجیر جنت میں.......... 68
حضرت ثمامہ بن اُثال (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کاواقعہ 69
وہ کہاں اور تم کہاں ! 71
محبوب ترین اور مبغوض ترین جگہیں 72
بازار شیطان کادارالسلطنت ہے 73
حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے لیے دعائے مغفرت.......... 74
بے شرم بن، پھر جوچاہے کر.......... 75
قیامت کاسب سے پہلا فیصلہ.......... 76
کون کس چیز سے بنا؟ 77

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرآنِ کریم کا عملی نمونہ.. 78
مؤمن اور کافر کی موت کا منظر.. 78
شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے 80
غزوۂ حنین 82
ابوسفیان بن حارث اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ کے اسلام کا قصہ................................. 89
رزقِ حلال کی اہمیت.. 92
ناپاک کپڑا ناپاکی کے ذریعہ پاک نہیں کیا جاسکتا.. 94
غلط فہمی نہ ہو 95
حلال مال کھاؤ اور نیک عمل کرو... 97
روزی کا قدرتی اثر.. 97
ایک لقمہ کا اثر... 98
شاہ جی عبد اللہ کا واقعہ... 99
ظالموں کو اہل اللہ کا مال راس نہیں آتا 100
بہترین مثال 101
گناہ نہ چھوٹنے کا ایک اہم سبب... 102

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو گوشت حرام غذا سے پرورش پائے 103
اجازت کے بغیر ذبح کی ہوئی بکری 103
آقا اور غلاموں کے احوال کا فرق 104
ایک اہم تعلیم 105
ہمارے اکابر اور نعمتوں کی قدردانی 105
ظریفانہ مقولہ 106
میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ بھی سکتا ہوں 107
حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا احتیاط 108
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احتیاط 109
امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی احتیاط 111
جس کی غذا حرام ہوگی 112
تہامہ پہاڑ کے برابر نیکیاں ضائع 113
ایک زمانہ آنے والا ہے 113
دعا قبول نہیں 114
نماز قبول نہیں 114

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ناقابلِ معافی تین گناہ 116
دنیا میں جنت کی چار نہریں ! 118
جنت کی نہروں کا مطلب 119
محققین کا راجح قول 120
کون سے دن کیا پیدا کیا گیا؟ 121
جنگ موتہ اور حضرت خالد بن ولید ؓ 122
دوہرا اجر؛ورنہ ایک ثواب 128
بخار اور اس کا علاج 129
میت کے ذمہ فرائض باقی ہوں تو؟ 130
حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ سے حضرت عائشہ ؓ کی ناراضگی کا قصہ 132
حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی تمنا 138
حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنی امت کے بارے میں خدشہ 138
پوری امت کے لیے بڑی تسلی کی بات 142
حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پورے دن وعظ فرمایا 142
نیکی کی نذر درست ہے، گناہ کی نہیں 143

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گرگٹ،چھپکلی کو مارنے میں نیکیاں ملیں گی 144
حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے چھپکلی مارنے کے لیے بھالا رکھا 146
اخلاص سے دیا ہوا صدقہ فائدہ سے خالی نہیں [ایک قصہ] 146
قصۂ شفاعت درمیدانِ قیامت 150
حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے توریہ کے تین واقعات 158
حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اوران کے گھرانے کی قربانیوں کی تاریخ 164
کھمبی منّ کی قسم ہے 177
کھُمبی کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے 179
استغفار کے متعلق آیاتِ قرآنیہ 181
عذاب الٰہی سے بچانے والی دو چیزیں 182
اللہ کے علاوہ کون معاف کرنے والا ہے 183
حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا استغفار کا اہتمام 184
روزانہ ستّر سے زیادہ مرتبہ استغفار 185
انسانوں کی پیدائش کا ایک خاص مقصد 186
گناہ کا مادّہ رکھنے کی پہلی وجہ 188

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسری وجہ 189
حضرت آدم(علیہ السلام) کی صفتِ عبدیت 190
صفتِ غفاریت کا ظہوراس طرح ہو گا 192
ایک مجلس میں سو مرتبہ استغفار 192
استغفار پر تین بڑے بڑے وعدے 193
جووعدے تقویٰ پر وہی استغفار پر 194
استغفار کے ایک جملہ پر عجیب نتیجہ 194
سیّد الاستغفار 195
عبادات کے اختتام پر استغفار 197
زندگی کے آخری ایام میں استغفار کی کثرت 198
استغفار سے شرک کے علاوہ سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں 199
عورتوں کو کثرت استغفار کا حکم 201
جنت میں کدورت اورتھکاوٹ نہیں ہو گی 203
یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنائے گئے 205
خوشحال آدمی کے لیےجوہوسکتاہے وہ سب جنت میں ہو گا 206

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مقربین کے لیے جنت کا ایک چشمہ 207
جنتیوں کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی 208
اللہ کا ذکر سانس کی طرح جاری رہے گا 209
آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان 210
جنت میں داخل ہونے والی پہلی دو جماعتوں کی کیفیت 211
جنت اور اس میں جنتیوں کے لیے تیار کردہ نعمتوں کا بیان 214
جنت کی نہروں ، پہاڑوں 216
یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت ان نہروں اور قرآنِ کریم کے اُٹھنے کا بیان 218
جنت کے درختوں پھلوں اور ان پھلوں کا بیان 221
جو دنیامیں جنت کے پھلوں کے مشابہ پائے جاتے ہیں 221
جنت کے درخت اور نہریں ،جنت والوں کے کپڑے، گھوڑے اور اونٹنیاں بنائیں گے 225
جنت کے دروازے، ان کی تعداد،اور یہ کہ وہ کس کے ہوں گے، 227
ان کے نام کیا ہیں ؟ اور وہ کتنے کشادہ ہوں گے؟ 227
جنت کے درجات کا بیان اور یہ کہ مؤمن کو کون سا درجہ ملے گا 231
بالاخانوں اور اس کے مستحقین کا بیان 234

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کے محلّات، مکانات اور کمروں کا بیان 238
اور یہ کہ وہ مؤمنوں کو کس طرح حاصل ہوں گے 238
جنت کے خیموں اور بازاروں کا بیان 239
جنت میں کوئی شخص بغیر پاسپورٹ کے داخل نہ ہوسکے گا 241
اہلِ جنت کے مراتب، عمریں، لمبائی، شباب، بالاخانوں، کپڑوں، کنگھیوں، دھونی، بیویوں اور عورتوں وغیرہ کا بیان 242
بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں، ان کی گفتگو 246
اور عورتوں کا جواب اور ان کے حسن وجمال کا بیان 246
موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کا مہر اعمالِ صالحہ ہے 248
حوریں کس چیز سے پیدا کی گئیں 252
دنیامیں جو کنواری سے شادی کرے گا 253
وہ آخرت میں اس کی بیوی بنے گی 253
جنت میں ہر نعمت دائمی اور ابدی ہوگی 255
نہ وہ پرانی ہوگی اور نہ اس کو فنااور زوال ہوگا 255
جنتی عورت دنیاوالے اپنے شوہر کو دنیا ہی میں دیکھتی ہے 255

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کے پرندوں ، گھوڑوں اور اونٹوں کا بیان 257
دنبے اور بکرے کا جنت کے چوپایوں میں سے ہونے کا بیان.................................. 259
جنت میں کم سے کم تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر درجے والے کو کیا کچھ ملے گا؟........................... 259
اللہ جل شانہ کی رضا کا پروانہ جنتیوں کے لیے 262
جنت کی تمام نعمتوں سے افضل ہے 262
اللہ جل شانہ کا دیدار جنتیوں کو تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوگا 262
سب سے کم درجے والا اور سب سے اونچے درجے والا کون؟.................................. 265
سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے جنتی کی جنت 267
''One piece'' جنت 269
جنت کا ایک درخت اور اس کا سایہ!.. 270
جنتیوں کا اپنا الگ الگ بنگلہ ہوگا.. 271
جنت کی ایک کمان کی لکڑی کا آدھا حصہ دنیا سے بہتر ہے.. 272
جنت کا بازار اور اس کی کیفیت.. 273
ہر جنتی کا مکان دور دور ہوگا 274
جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، 275

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی کے دل میں خیال اور وسوسہ گزرا 275
جنتی ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے 275
جنتی تمنا کرے گا وہ سب اور اس کا دو گنا دیا جائے گا 276
اللہ تعالیٰ کی ایسی خوشنودی جس کے بعد کبھی ناراضگی نہیں 277
ہر ایک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار آسانی کے ساتھ ہو جائے گا 278
اللہ تعالیٰ کا دیدار جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہو گا 278
تکمیل پر اظہارِ مسرت کی اصل 297
حضرات اکابر کا معمول 300
تکمیلِ بذل المجہود پر حضرت سہارن پوریؒ کا اظہار مسرت اور دعوت 301
لامع الدراری کی تکمیل پر حضرت شیخ کی شادمانی 304
تکملۂ فتح الملہم کی تکمیل پر شیخ الاسلام کا سرور وابتہاج 305
کتاب کا پس منظر 308
تشکر وامتنان 309
اعتذار 313
آخری گزارش 315

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد اول (۱) 316
جلد دوم (۲) 316
جلد سوم (۳) 317
جلد چہارم (۴) 318
جلد پنجم (۵) 319
جلد ششم (۶) 320
جلد ہفتم (۷) 321
جلد ہشتم (۸) 322
جلد نہم (۹) 324
جلد دہم (۱۰) 326
جلد یازدہم (۱۱) 328
جلد دوازدہم (۱۲) 329
جلد سیزدہم (۱۳) 330
جلد چہاردہم (۱۴) 332

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باسمہٖ تعالیٰ

اداریہ

حضرات مصنفین کا زمانۂ قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی مصنفات میں مضامین کو ابوابِ مخصوصہ کے ذیل میں بیان کرکے جب فارغ ہوجاتے ہیں تو اخیر میں "متفرقات" کی ایک سرخی قائم کرکے ان میں ایسے مضامین ذکر فرماتے ہیں جن کو کسی ایک خاص عنوان کے تحت ذکر کرنا مشکل ہوتا ہے۔

فقہ ومسائل کی تو شاید ہی کوئی کتاب اس قسم کے عنوان سے خالی ہو، البتہ احادیث کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ بات نسبۃً کم ہے، لیکن ہمارے امام نوویؒ نے اپنی مقبول ومتبرک کتاب "ریاض الصالحین" کے جھومر میں آخری دو نگینے ایسے جڑے ہیں کہ واقعۃً داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، ایک نگینہ تو "متفرقات" کا ہے، اور دوسرا اور اس جھومر کا سب سے آخری نگینہ "جنت کی منظر کشی" کا ہے۔

متفرقات والے عنوان کے لیے علامہؒ نے "منثورات وملح" کی تعبیر اختیار فرمائی ہے، اس میں حضرت مصنف نے قیامت کی علامات کے علاوہ کچھ دلچسپ مضامین کی احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انسان کے مزاج میں تنوع پسندی ہے،حضرت نبیٔ کریم (ﷺ) اپنی مجلس بابرکت میں گاہے بو قلموں مضامین بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے، لیکن ان کی خوبصورتی یہ ہے کہ انسان کے دل کو انتہائی چھونے والی باتیں ہیں ،خالی لفاظی و لسانی نہیں ،ان میں کہیں نہ کہیں پندوموعظت بھی ہے۔ سرِ دست صرف ایک مثال لیتے ہیں:-

آنحضور(ﷺ) نے ارشاد فرمایا:ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی، خریدار کو اس زمین میں سونا بھرا ہوا گھڑا ملا،اس نے بائع سے کہا:اپنا سونا لے لو، کیونکہ میں نے آپ سے زمین خریدی ہے،سونا نہیں خریدا۔ بائع نے کہا:میں نے زمین بھی بیچی اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب بیچ دیا۔ دونوں فیصلہ کے لیے ایک تیسرے شخص کے پاس گئے۔اس نے فیصلہ بڑا دلچسپ کیا۔اس نے پوچھا: تمہاری کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا:میرا ایک لڑکا ہے۔دوسرے نے کہا:میری لڑکی ہے۔اس نے کہا: دونوں کا باہم نکاح کر دو اور ان کے نکاح میں یہ سونا خرچ کرلو،اور باقی صدقہ کر دو۔(حدیث نمبر:۱۸۲۶)

فیصلہ جتنا دلچسپ ہے؛اس سے زیادہ تو جھگڑا دلچسپ ہے۔کیا خیر وصلاح کا زمانہ رہا ہو گا!یہ صورت حال اگر آج پیدا ہو تو شاید نہیں □ یقیناً معاملہ بالکل برعکس ہو۔ الّا ماشاء اللہ۔غرض کہ ایسے مضامین جو فرحت ونشاط انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ مہمیز بھی ہیں۔کیا شان تھی ہمارے نبی(ﷺ) کی کہ لطائف وظرائف میں بھی امت کے لئے معارف چھوڑ گئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت اوراس کی منظر کشی تو ایسی چیز ہے کہ اگر سلیقہ کے ساتھ تفصیل سے ہو تو انسان دنیا چھوڑنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے، مؤلف مکرم نے اپنی مبارک تالیف کو اسی عنوان پر ختم کیا ہے، شاید قارئین کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

تذکرۂ جنت ہر مسلمان کا پسندیدہ موضوع ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ وہ دنیا سے دل کو سرد کرنے میں بڑا موثر ہے، اسی لئے ہمارے حضرت اقدس دامت برکاتہم نے خصوصی اہتمام فرما کر اس سلسلہ کے اضافی مضامین بھی سنائے۔ اسی پر ہماری یہ سیر مکمل ہو رہی ہے۔

محدث کبیر یحییٰ بن شرف نوویؒ نے ایک گلشن سجایا، اس کو ریاض الصالحین کا نام دیا، نیک لوگوں کی کیاریاں اور پارک۔ کتاب کے معنوی حسن وذائقہ کا تو کیا پوچھنا کہ اس میں تو آسمانی مضامین ہی ہیں ؛نیک بخت محدث نے نام بھی ہلکا پھلکا اور لطیف تجویز فرمایا، ایک طرح سے اشارہ دیدیا کہ مؤمن کی سیر و تفریح یہی ہونی چاہیے۔ ان ہی مضامین سے اس کا دل بہلنا چاہیے، ان ہی میں اس کو لطف آنا چاہیے ،مذاق کا پاکیزہ ہونا شرط ہے؛ ورنہ بھنگی کو مشک وعنبر دردِ سر پیدا کر یتا ہے۔ سنا ہے کہ کوئی بھنگی عطر فروش کی دکان سے گزرا، ایک دم سے چکرا کر گر گیا، بے ہوش ہو گیا، اس کو ہوش میں لانے کے لیے بہتیرے جتن کئے، سب بے سود۔ اخیر میں ایک شخص جو اسے پہچانتا تھا اس نے نجاست سنگھانے کا مشورہ دیا، اسی سے اس کو ہوش آیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے دست گیری فرمائے، ورنہ آج

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمارے عمومی احوال ناگفتہ بہ ہیں۔جو نوجوان نغمہ ،موسیقی اور سرود میں گھنٹوں گزار دیتا ہے، دینی وعلمی مجالس میں اسی کے لئے ایک منٹ ٹھہرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔فالیٰ اللہ المشتکی.

حقیقت یہ ہے کہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب ریاض الصالحین تالیف فرماکر ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے،ہم تو ان کے احسان کا کیا بدلہ دے سکتے ہیں ؟اللہ تعالیٰ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ محدث مرحوم کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے اور بلند درجات نصیب فرمائے،ہمیں حق استفادہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے استاذ و مرشد، مشفق و منعم، محسن و مربی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مد ظلہم العالی کے سایۂ عاطفت کو بصحت وسلامت ہم پر تادیر قائم رکھے،ہمیں قدردانی کی توفیق بخشے۔ حضرت کی سالہاسال سے ہر شنبہ کو (مسجد انوار، نشاط کالونی، اڈاجن پاٹیا، سورت) تشریف آوری ہوتی ہے،یکے بعد دیگرے مختلف کتابوں کے عمومی درس سے فیض رسانی فرمارہے ہیں،پہلے ریاض الصالحین، پھر الادب المفرد، پھر شمائل ترمذی ،اورآج کل صحیح بخاری شریف کی کتاب الرقاق زیر درس ہے۔اس ''ریاض الصالحین'' ہی کا درس کئی سالوں کے دورانیہ پر محیط رہا۔اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہا،رفیق مکرم مولانا عبد المنان بن شیخ محمد منیار سلّمہٗ نے مخصوص توفیق ایزدی سے ریکارڈنگ سے لے کر ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزارا، اوراس پندرہویں جلد کی شکل میں ریاض الصالحین مکمل ہوئی۔فجزاہ اللہ خیراً وبارك فی علومه و أعماله وماله وأولاده.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ راقم آثم اداریہ کے صفحات سیاہ کرتا رہا،إن كان صوابا فمن الله الرحمن، وإن كان خطأ فمني ومن الشيطان ، والله ورسوله منه بريئان. ہر لغزش وخطا سے بندہ معافی کا خواستگار ہے۔ مکتبہ محمودیہ کے احباب کو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی برکتوں اور رحمتوں سے نوازے کہ اس کی نشرواشاعت کا بیڑا اٹھاکر ریاض الصالحین کی ایک جامع ومبسوط اردو شرح امت کو عطا کی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ .وَصَلَّى اللهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً كَثِيْراً۔

ابوزاہر

شب ۱۳/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

۲۴/دسمبر ۲۰۱۵ء

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمُلَحِ

باب أحاديث الدّجال وأشراط الساعة وغيرها

یہاں سے کچھ متفرق اور دلچسپ چیزیں جو احادیث میں آئی ہیں ان کو پیش کر رہے ہیں۔

ظہورِ مہدی، فتنۂ ظہورِ دجّال، نزولِ حضرت مسیح

حدیث ۱۸۰۸:-

عن النواس بن سمعان - رضی الله عنه - قال: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ -(ﷺ)- الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِى طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِينَا فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكُمْ؟)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ، حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فقالَ: ((غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ، إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ؛ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، واللهُ خَلِيفَتِى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِيَةٌ، كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ العُزَّى بنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الكَهْفِ؛ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِيناً وَعَاثَ شِمالاً، يَا عِبَادَ اللهِ فَاثْبُتُوا)) قُلْنَا: يَا رسُولَ اللهِ! وَمَا لُبْثُهُ فِى الأَرْضِ؟ قال: ((أَرْبَعُونَ يوماً: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَذٰلِكَ اليَوْمُ الَّذِى كَسَنَةٍ أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ((لا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ)). قُلْنَا: يا رسولَ اللهِ، وَمَا إِسْرَاعُهُ فِى الأَرْضِ؟ قال: ((كَالغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ، فَيَأْتِي عَلَى القَوْمِ، فَيَدْعُوهُم فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَالأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعاً، وأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ، فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلاً مُمْتَلِئاً شَبَاباً فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ (ﷺ)، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إذا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلاَ يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلاَّ مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى (ﷺ) قَوماً قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ تَعَالَى إِلَى عِيسَى (ﷺ): أَنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَاداً لِي لاَ يَدَانِ لأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى (ﷺ) وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لأَحَدِهِمْ خَيْراً مِنْ مِئَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى (ﷺ) وأَصْحَابُهُ - رضى الله عنهم - إِلَى اللهِ تَعَالَى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى (ﷺ) وأَصْحَابُهُ - رضى الله عنهم - إِلَى الأَرْضِ، فَلاَ يَجِدُونَ فِي الأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلاَّ مَلأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى (ﷺ) وَأَصْحَابُهُ - رضى الله عنهم - إِلَى اللهِ تَعَالَى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالَى طَيْراً كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ - عز وجل - مَطَراً لاَ يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلاَ وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَاللِّقْحَةَ مِنَ البَقَرِ لَتَكْفِي القَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الغَنَمِ لَتَكْفِي الفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى رِيحاً طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ)). (رواه مسلم)

قولهُ: ((خَلَّةً بَينَ الشَّامِ والعِرَاقِ)): أي طَرِيقاً بَيْنَهُمَا. وقولُهُ: ((عَاثَ)) بالعين المهملة والثاء المثلثة، وَالعَيْثُ: أَشَدُّ الفَسَادِ. ((وَالذُّرَى)): بضم الذال المعجمة وهو أعالي الأَسْنِمَةِ وهو جَمعُ ذِروةٍ بضمِ الذالِ و كَسرها ((وَاليَعَاسِيبُ)): ذُكُورُ النَّحْلِ. ((وَجِزْلَتَيْنِ)): أيْ قِطْعَتَيْنِ. ((وَالغَرَضُ)): الهَدَفُ الَّذِي يُرْمَى إِلَيْهِ بالنُّشَّابِ، أيْ: يَرْمِيهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النُّشَّابِ إلى الهَدَفِ. ((وَالمَهْرُودَةُ)) بالدال المهملة والمعجمة، وهي: الثَّوْبُ المَصْبُوغُ. قَولُهُ: ((لاَ يَدَانِ)): أيْ لاَ طَاقَةَ. ((وَالنَّغَفُ)): دُودٌ. ((وَفَرْسَى)): جَمْعُ فَرِيسٍ، وَهُوَ القَتِيلُ. وَ ((الزَّلَقَةُ)): بفتح الزاي واللام وبالقاف، وَرُوِيَ: الزُّلْفَةُ بضم الزاي وإسكان اللام وبالفاء و هي المِرْآةُ. ((وَالعِصَابَةُ)): الجَمَاعَةُ. ((وَالرِّسْلُ)) بكسرِ الراء: اللَّبَنُ. ((وَاللِّقْحَةُ)): اللَّبُونُ. ((وَالفِئَامُ)) بكسر الفاء وبعدها همزة ممدودة: الجماعةُ. ((وَالفَخِذُ)) مِنَ النَّاسِ: دُونَ القَبِيلَةِ

ترجمہ مع تشریح:-حضرت نواس بن سمعان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے خطبہ میں دجّال کا تذکرہ کیا (قربِ قیامت کی جو علامات اور نشانیاں بتائی گئی ہیں ان میں ایک نشانی دجّال کا ظہور بھی ہے۔ دجّال، دَجْل سے ماخوذ ہے، اور دَجْل کا معنٰی دھوکہ دینا۔ گویا دجّال لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنی ذات کے متعلق غلط نظریے ان کے دل ودماغ میں جمانے کی کوشش کرے گا، شروع میں تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور آخر میں الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کردے گا۔ اوراس سے پہلے بہت سے چھوٹے چھوٹے دجّال ظاہر ہوں گے، اور قربِ قیامت میں امام مہدیؒ کے ظہور کے ساتویں سال یہ بڑا دجّال ظاہر ہوگا۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دجّال کے سلسلہ میں سارے نشیب وفراز بتلادیئے ہیں) اس خطبے میں آپ نے اپنی آواز کو پست بھی کیا اور بلند بھی کیا (بعض حضرات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ فرماتے ہیں کہ دجّال کا حال بیان فرماتے ہوئے آپ (ﷺ) نے اس کی تحقیر بیان فرمائی یعنی اس کی اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ کانا ہے، اس میں فلاں فلاں کمزوریاں ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلایا کہ اس کا فتنہ بڑا خطرناک ہے۔) اس روایت کے راوی حضرت نواس بن سمعان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے دجّال کا تذکرہ ایسے انداز میں فرمایا گویا ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ قریب ہی نخلستان (یعنی کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ) میں کہیں موجود ہے (کبھی کسی کے بیان کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ جس کو سن کر طبیعتوں پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ جو چیز پیش کی جارہی ہے وہ آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے) جب وہ بیان ختم ہوا اور شام کو ہم نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے (تو صبح کی تقریر کا ہمارے دل ودماغ پر اثر تھا اور سب کے چہروں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ صبح کے بیان سے بہت متأثر ہیں) اور حضورِ اکرم (ﷺ) نے اس کا اثر ہمارے اندر محسوس بھی کیا تو پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے صبح دجّال کا تذکرہ فرمایا، اس کے سارے نشیب وفراز سے آگاہ کیا، آپ کے بیان کی وجہ سے ہم ایسا گمان کرنے لگے ہیں کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہی ہے۔ حضور (ﷺ) نے جب محسوس کیا کہ ان کی طبیعتیں زیادہ مضمحل ہیں، تو اس گھبراہٹ کو کم کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: (اگرچہ دجّال خطرہ کی چیز ہے لیکن مجھے تمہارے متعلق اور چیزوں کا بھی خطرہ ہے) دجّال کے علاوہ دوسری چیزوں کا مجھے تم پر زیادہ اندیشہ ہے (بعض روایتوں میں ہے، آپ (ﷺ) نے فرمایا: مجھے ایسے حُکّام کا خطرہ ہے جو تمہیں دین سے ہٹانے کا کام کریں گے۔ پھر حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا:) تم لوگ گھبراؤ مت، اگر دجّال نکل آیا اور مَیں تمہارے درمیان موجود ہوؤں گا تو تمہاری طرف سے مَیں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اور اگر وہ ایسی حالت میں ظاہر ہوا کہ میں تمہارے درمیان موجود نہ رہا تو پھر ہر آدمی اپنی طرف سے جواب دہ ہوگا، اور میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا مددگار ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(پھر حضور (ﷺ) نے اس کی کچھ اور نشانیاں بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:) وہ ایک نوجوان ہوگا جس کے بال بہت زیادہ گھنگریالے ہوں گے، اس کی آنکھ اُبھری ہوئی ہوگی۔ (دجّال کی آنکھ کے سلسلہ میں دو لفظ بیان کئے گئے ہیں، ایک "طَافِيَةٌ" اور "طَافِئَةٌ" آتا ہے۔ اور بعض روایتوں میں "مَمْسُوحَةٌ" بھی آتا ہے، یعنی مِٹی ہوئی اگر "طِفَأٌ" ہمزہ سے آئے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی آنکھ میں روشنی نہیں ہوگی۔ گویا اس کی بائیں آنکھ ایسی ہوگی جیسے بعضوں آنکھ بالکل سپاٹ ہوتی ہے اور اس میں ذراسا معمولی شگاف ہوتا ہے، لیکن اس سے نظر نہیں آئے گا۔ اور دائیں آنکھ اُبھری ہوئی یعنی آگے کو نکلی ہوئی ہوگی جس سے دیکھنے کا کام لے گا۔ بعض روایتوں میں اس کو ایسے انگور کے خوشہ کے دانہ سے تشبیہ دی گئی ہے جو خوشہ سے باہر اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ ویسے تو انگور کے دانے بالکل ترتیب سے ہوتے ہیں لیکن اس میں سے کوئی دانہ آگے نکل آتا ہے، اسی طرح اس کی آنکھ اُبھری ہوئی ہوگی۔ پھر نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ) میں اس کو عبد العزیٰ بن قَطَن سے زیادہ مشابہ پاتا ہوں (یہ قبیلۂ خزاعہ کی شاخ بنو المطلب کا ایک آدمی تھا جو زمانۂ جاہلیت میں انتقال کر چکا تھا، حضور (ﷺ) فرماتے ہیں وہ اُسی کی شکل وشباہت کا آدمی تھا) تم میں سے جو آدمی اس کو پالے تو اس کے سامنے سورۂ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھ لے (بعض روایتوں میں تین آیتوں کا تذکرہ ہے، اور بعض میں دس کا تذکرہ ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ دس آیتیں پڑھے تو زیادہ احتیاط کی بات ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دجّال سے بھی اور دجّال کے فتنوں سے بھی محفوظ رکھے گا، لہٰذا اس کا معمول بنالینا چاہیے) شام اور عراق کے درمیان کے راستے پر وہ ظاہر ہوگا اور وہ دائیں بائیں خوب فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! جس وقت وہ ظاہر ہو اُس وقت تم ثابت قدم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رہنا(راوی کہتے ہیں)ہم نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!دجّال زمین میں کتنا رہے گا؟حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:چالیس دن۔اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر لمبا ہوگا(اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک سال کے برابر ہوگا تو کیا سورج کی رفتار کو سست کر دیا جائے گا؟تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دجل وفریب سے لوگوں کی ایسی نظر بندی کرے گا کہ لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ دن موجود ہے،اور یہ کیفیت ایک زمانے تک رہے گی)اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا،اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔صحابہؓ نے پوچھا:اے اللہ کے رسول!وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا اس میں کیا ایک دن کی نمازیں ہمارے لیے کافی ہوجائیں گی؟نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا:(نہیں!پانچ نمازیں کافی نہیں ہوں گی)بلکہ عام دنوں کی طرح وقت کو شمار کرتے رہنا(یعنی جب فجر کی نماز پڑھتے ہو اس وقت فجر پڑھنا،اس کے بعد جتنے فصل سے ظہر پڑھتے ہو اس وقت ظہر پڑھنا،پھر جتنے فصل سے عصر پڑھتے ہو عصر پڑھنا،مغرب اور عشاء کا بھی یہی طریقہ رہے گا۔اسی طرح سال بھر میں جتنی نمازیں پڑھی جاتی ہیں اُتنی ہی پڑھی جائیں گی۔یہیں سے علماء کا وہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی جہاں پر چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن ہوتا ہے،وہاں کے لیے یہی حساب بنایا جائے گا۔)

ہم نے پوچھا:اے اللہ کے رسول!زمین میں اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی؟حضورِ اکرم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا:اس بادل کی طرح ہوگی جس کے پیچھے ہوا لگی ہو۔چناں چہ وہ کچھ لوگوں کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی خدائی کی دعوت دے گا،وہ لوگ اس پر ایمان لائیں گے،اس کی پکار پر لبّیک کہیں گے،چناں چہ وہ آسمان کو حکم کرے گا تو آسمان بارش برسائے گا،زمین کو حکم کرے گا تو زمین غلہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اُگائے گی، ان کے چوپائے چرنے کے بعد جب واپس لوٹیں گے تو ان کی کوہانیں بڑی اونچی ہوں گی (یعنی خوب کھاپی کر تازہ ہو گئے ہوں گے) اوران کے تھن دودھ سے خوب بھرے ہوئے ہوں گے، اوران کی کوکھیں بڑی لمبی ہوں گی (مطلب یہ ہے کہ ان کے جانور تر و تازہ ہوں گے)۔

اس کے بعد دوسرے لوگوں کے پاس جائے گا، ان کو بھی اپنی خدائی کی دعوت دے گا، وہ لوگ اس کی بات کو نہیں مانیں گے۔ جب وہ واپس لوٹے گا تو وہ سب لوگ قحط زدہ ہو جائیں گے، اوران کے پاس مال میں سے کوئی چیز نہیں رہے گی، نہ چوپائے، نہ ساز و سامان (سب ختم ہو جائے گا) جب وہ غیر آباد اور بنجر زمین سے گزرے گا تو کہے گا کہ اپنے خزانے نکال۔ تو زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، جیسے شہد کی مکھیاں اپنے راجا کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں (اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقتی طور پر ڈھیل دی جائے گی)۔

اس کے بعد وہ ایک آدمی کو بلائے گا جو جوانی سے بھرپور ہو گا، اس پر تلوار کا ایک وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، دونوں ٹکڑے دور جا گریں گے، پھر جس کے دو ٹکڑے کئے تھے اس کو پکارے گا تو وہ زندہ ہو کر اس کے پاس آئے گا اوراس کا چہرہ کِھلا ہوا ہو گا (بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حضرت خَضِر (علیہ السلام) ہوں گے، دوسری روایتوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اور کوئی اللہ کا نیک بندہ ہو گا، لوگ کہیں گے کہ وہاں مت جاؤ۔ وہ ان سے کہیں گے کہ تمہارا بادشاہ دجّال کہاں ہے؟ پھر یہ دجّال کے لیے غلط الفاظ استعمال کریں گے تو اس کا محافظ دستہ کہے گا کہ ہمارے آقا کے متعلق غلط بات بولتا ہے؛ اس کو قتل کر دو۔ وہ دستہ مارنا چاہے گا تو دوسرے یوں کہیں گے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمارے آقا نے کہا ہے کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو مت مارنا۔ وہ ان کو وہاں لے جائیں گے اور جب پیش کریں گے تو یہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جس کی ہمارے نبی نے خبر دی ہے) دجّال اسی حال طرح فتنہ پھیلاتا پھر رہا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھیجیں گے، وہ دمشق کے شرقی جانب کے سفید منارہ پر، زَرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے پَروں پر رکھے ہوئے اتریں گے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے، اور جب اپنے سر کو سیدھا کریں گے تو سر سے سفید چاندی کی طرح صاف شفّاف موتی جیسے پانی کے قطرے آپ کے چہرے پر سے لُڑھکیں گے (جیسے کوئی آدمی غسل کر کے نکلتا ہے تو اس کے سر میں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں، اور جب سر کو سیدھا کرے تو پانی کے قطرے اس کے چہرے پر سے لُڑھکتے ہیں)۔

(اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سانس میں اللہ تعالیٰ ایسی تاثیر رکھ دے گا کہ) جس کافر تک ان کی سانس پہنچے گی وہ مر جائے گا (کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کی سانس میں ایک تاثیر تو وہ تھی کہ جب دم کرتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا، اور یہاں زندہ مر جائے گا) اور (آدمی کی سانس تو اس کے قریب ہی رہتی ہے لیکن) حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سانس اتنی دور تک جائے گی جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) دجّال کو تلاش کریں گے (دراصل اُسی کو تو مارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) کو اُتارا ہو گا۔ اور دجّال حضرت مہدی کے ظہور کے سات سال بعد ظاہر ہو گا۔ ایک جگہ پر عصر کی نماز کے لیے اقامت کہی جا رہی ہو گی کہ اسی دوران حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اُتریں گے، حضرت مہدی ان کو امامت کی پیش کش

کریں گے کہ آپ نماز پڑھایئے، تو وہ کہیں گے: نہیں! اقامت آپ کے لیے ہی کہی گئی ہے، چناں چہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) وہ نماز حضرت مہدی کے پیچھے پڑھیں گے۔ بعد میں امام مہدی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنا لشکر حوالے کریں گے، اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) دجّال کو تلاش کریں گے) یہاں تک کہ اس کو بابِ لُد کے پاس پالیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔

(بابِ لُد بیت المقدس کے قریب آج بھی ایک شہر ہے۔ البلاغ کے تازہ شمارہ میں حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا سفر نامہ بھی آیا ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارا وہاں سے گزر ہوا تو ہمارے رہبر نے کہا کہ یہاں یہودیوں نے ایک تختی لگا رکھی ہے، جس پر انہوں نے لکھا ہے کہ سلامتی کا بادشاہ یہاں ظاہر ہو گا۔ یہودی بھی دجّال کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں اور وہ اس کو اپنا مسیحا سمجھتے ہیں موجودہ اسرائیل کی حکومت نے دجّال کے قیام کے واسطے ایک محل بھی بنا رکھا ہے۔ اور دجّال یہودی خاندان ہی سے ہو گا۔ خیر! حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس کو قتل کریں گے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس کو قتل نہ بھی کریں تب بھی وہ آپ کی سانس سے ایسا پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) باقاعدہ لوگوں کو بتلانے کے لیے اس کو قتل کریں گے، اور اس کا خون نیزے پر لے کر لوگوں کو بتلائیں گے)۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ایسے لوگوں کے پاس جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجّال کے فتنہ سے محفوظ رکھا تھا، ان کی تکالیف کو دور کریں گے اور جنّت میں ان کو جو درجے ملنے والے ہیں وہ بتائیں گے۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجیں گے کہ میں نے اپنے ایسے بندوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو نکالا ہے کہ جن کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، آپ میرے (ایمان والے) بندوں کو لے کر کوہِ طور پر چلے جایئے۔ چناں چہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوہِ طور پر چلے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے، وہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں گے کہ ایسا معلوم ہوگا کہ ہر اونچی جگہ سے وہ پھسل رہے ہوں۔ یاجوج ماجوج کے لشکر کا شروع دستہ بحیرۂ طبریہ پر سے گزرے گا (طبریہ: طبرستان کی طرف نسبت ہے، وہاں ایک سمندر ہے) اور وہ اس سمندر میں جتنا پانی ہو گا سب پی جائیں گی، اسی لشکر کے آخر والے جب وہاں سے گزریں گے (اور اُس سمندر کو دیکھیں گے) تو کہیں گے کہ یہاں کسی زمانے میں پانی رہا ہو گا (حالانکہ ان کا ہی شروع دستہ وہ سب پی کر گیا ہو گا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے رفقاء بالکل بند اور محصور ہو کر رہ جائیں گے، کھانے پینے کی اتنی قلّت ہو گی کہ بیل کی ایک سری ان کو اتنی مہنگی ملے گی کہ جیسے آج سو دینار کے بدلے میں ملے۔ اتنی تکلیفوں کی وجہ سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں گے اور ان کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دیں گے (''نَغَفْ'' ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جو جانور کی ناک یا گردن میں پیدا ہوتا ہے، جانور اس سے مر جاتا ہے) جس کے نتیجہ میں وہ سب ایک ساتھ مر جائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جو کوہِ طور پر ایمان والوں کو لے کر محصور ہو گئے تھے وہ وہاں سے نیچے اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں پائیں گے جہاں یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو نہ ہو، سب جگہ ان کی لاشیں پڑی ہوئی ہوں گی اور بدبو پھیل گئی ہو گی۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی طرف گریہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وزاری کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے بڑے بڑے پرندے بھیجیں گے جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اُٹھاکر لے جائیں گے اور ایسی جگہ ڈال دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا، اس طرح زمین سے ان کی لاشیں ہٹادی جائیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش بھیجیں گے تو کوئی کچا یا پکا مکان باقی نہیں رہے گا جو اس سے محفوظ رہے۔ چالیس دن تک بارش برسے گی، اس کا پانی ہر مکان کے اندر تک پہنچ جائے گا، وہ بارش زمین کو دھوکر بالکل صاف کردے گی، یہاں تک کہ آئینہ کی طرح ہو جائے گی۔ اس کے بعد زمین سے کہا جائے گا کہ اپنے پھلوں کو اُگا، اور اپنی برکت کو لُٹا، چناں چہ اُس وقت جو پھل ہوں گے ان کا حال یہ ہو گا کہ ایک انار اتنا بڑا ہو گا کہ ایک بڑی جماعت کھا کر پیٹ بھر لے گی، اور اس کا چھلکا اتنا بڑا ہو گا کہ اس کے نیچے کئی لوگ سایہ میں بیٹھ سکیں گے۔ اور دودھ والے جانوروں میں اتنی برکت ہو گی کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی کئی انسانوں کی جماعتوں کے لیے کافی ہو جائے گی، اور دودھ دینے والی ایک گائے پورے خاندان کو کافی ہو جائے گی، اور دودھ دینے والی ایک بکری ایک گھرانے کے لیے کافی ہو جائے گی۔ لوگ اسی طرح خوشحالی میں ہوں گے (اور کئی سال اس طرح گزریں گے کہ کسی کے دل میں کسی کے متعلق کوئی کینہ بھی نہیں ہو گا، سب کے دل ایک دم پاک اور صاف ہوں گے۔)

پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجیں گے جو ایمان والوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی تو ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کرلی جائے گی۔ اس کے بعد روئے زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے جو ایسے بے حیا ہوں گے جیسے گدھے کہ وہ جس طرح لوگوں کے سامنے آپس میں جفتی کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی لوگوں کے سامنے جفتی کریں گے، اور ان ہی پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پانی آگ اور آگ پانی

حدیث ۱۸۰۹:-

وعن رِبعِيّ بنِ حِرَاشٍ قال: انطلقت مع أبي مسعود الأنصاري إلى حُذَيفَةَ بن اليمان رضي الله عنهم فقال له أبو مسعود: حَدِّثْنِي ما سَمِعتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ (صلى الله عليه وسلم) في الدَّجَّالِ. قال: ((إنَّ الدَّجَّالَ يَخرُجُ، وإنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَاراً، فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحرِقُ، وأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَاراً، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ. فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَاراً، فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ)) فقال أبو مسعود: وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ. (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ربعی بن حراش (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے کہا: آپ نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دجّال کے سلسلہ میں جو سنا ہو وہ بیان فرمایئے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: دجّال ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی، لوگ جس کو پانی دیکھ رہے ہوں گے وہ حقیقت میں آگ ہوگی۔ اور جس کو لوگ آگ دیکھ رہے ہوں گے وہ ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا۔ تم میں سے جو آدمی دجّال کو پاوے، اس کو چاہئے کہ جس چیز کو آگ دیکھے اس میں گر پڑے، اس لیے کہ وہ ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا۔ یہ سن کر حضرت ابو مسعود انصاری (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے بھی حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد سنا ہے۔

افادات:- اللہ تبارک وتعالیٰ دجّال کے ہاتھ پر بطورِ استدراج (ڈھیل) بہت سی چیزیں دکھلائیں گے۔ آج بھی بعض ایسے لوگ جو اللہ کو نہیں مانتے اور باطل پر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں پر خرقِ عادت کے طور پر ایسی کچھ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جس سے لوگ حیرت میں پڑ جاتے ہیں، اور ناواقف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوگ ان چیزوں کو اس کی حقّانیت اور سچائی کی دلیل سمجھ لیتے ہیں، لیکن در حقیقت وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے استدراج (ڈھیل) کا معاملہ ہوتا ہے جو ان کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور اُس کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے، جب وہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی گرفت ہوتی ہے اور وہ ساری چیزیں چھین لی جاتی ہیں اور حقیقت لوگوں کے سامنے کھل جاتی ہے، لیکن جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور فتنہ میں مبتلا ہونا مقدّر ہوتا ہے وہ ناواقفیت کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دجّال کے ساتھ بھی ایک طرف باغ نظر آئے گا جس میں نہریں ہوں گی جس میں عیش و عشرت کا سامان نظر آئے گا، اور دوسری طرف سزا دینے کے لیے آگ کی شکل ہوگی۔ جو آدمی بھی اس پر ایمان لائے گا وہ اس کو اس باغ میں داخل کرے گا۔ اور جو اس کو نہیں مانیں گے ان کو آگ میں ڈالے گا۔ لیکن جب اپنے ماننے والوں کو اس باغ میں داخل کرے گا جو باغ نظر آرہا ہوگا تو وہ باغ ان کے لیے آگ بن جائے گی۔ اور اس کا انکار کرنے والوں کو جب وہ آگ میں ڈالے گا تو وہ آگ ان کے لیے باغ بن جائے گی۔ ان سب کرشموں کو دیکھ کر لوگ یوں سمجھیں گے کہ یہ دجّال جو خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اس میں سچا ہے، حالاں کہ خود نبیٔ کریم (ﷺ) کا ارشاد پہلے بھی گزر چکا، اور آئندہ بھی آئے گا کہ اس کے چہرہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی باتیں ایسی رکھی ہیں جن کو دیکھ کر ہر معمولی ایمان والا بھی - جس میں کچھ سوجھ بوجھ ہوگی - آسانی سے فیصلہ کرلے گا کہ یہ خدا نہیں ہو سکتا، مثلاً: اس کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آنکھ میں جو عیب ہو گا وہ خود اپنے ہی اس عیب کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو گا، تو بھلا وہ خدا کیسے بن سکتا ہے!

اور دوسری روایت میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر باقاعدہ ''ک،ف،ر'' یعنی کافر لکھا ہوا ہو گا جس کو ہر ایمان والا پڑھ لے گا، چاہے وہ پڑھا لکھا ہو، یا پڑھا لکھا نہ ہو، جس کی وجہ سے وہ جان لے گا کہ یہ نہ تو خدا ہے، اور نہ نبی ہے۔

ختمِ دجّال کے بعد کا منظر

حدیث ۱۸۱۰:-

وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما، قال: قال رسول الله (ﷺ): ((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فی أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لاَ أَدْرِي أَرْبَعِينَ يوماً أو أَرْبَعِينَ شَهْراً، أو أَرْبَعِينَ عَاماً. فَيَبْعَثُ اللهُ تَعالَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ (ﷺ). فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيسَ بَينَ اثْنَيْنِ عَدَاوةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ-عز وجل- رِيحاً بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلاَ يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيرٍ أو إِيمَانٍ إلاَّ قَبَضَتْهُ، حَتَّى لو أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ. فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فی خِفَّةِ الطَّيْرِ، وأَحْلامِ السِّبَاعِ، لاَ يَعْرِفُونَ مَعْرُوفاً، ولا يُنْكِرُونَ مُنْكَراً، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فيَقُولُ: أَلاَ تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الأَوْثَانِ، وَهُمْ فی ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فی الصُّورِ، فَلاَ يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إلاَّ أَصْغَى لِيتاً وَرَفَعَ لِيتاً، وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ فَيُصْعَقُ ويُصْعَقُ النَّاسُ حوله، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ-أو قَالَ: يُنْزِلُ اللهُ- مَطَراً كَأَنَّهُ الطَّلُّ أو الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنهُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ، وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ. فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِئَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَذَلِكَ يَوْمٌ يَجْعَلُ الوِلْدَانَ شِيباً، وَذَلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ)). رواه مسلم.

((اللِّيتُ)): صَفْحَةُ العُنُقِ. وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهِ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الأُخْرَى.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میری امّت میں دجّال ظاہر ہوگا اور وہ چالیس تک رہے گا (راوی کہتے ہیں کہ) مجھے یاد نہیں کہ چالیس دن فرمایا، یا چالیس مہینے، یا چالیس سال (لیکن پہلے آچکا ہے کہ چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر ہوگا، اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے) اللہ تعالیٰ دجّال کے ظاہر ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھیجیں گے جن کو آسمان پر اُٹھالیا گیا ہے۔ وہ دجّال کو تلاش کریں گے اور اس کو ہلاک کردیں گے (پہلے آچکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سانس میں ایسی تاثیر رکھیں گے کہ جس کافر تک بھی اُن کی سانس پہنچے گی وہ پگھل جائے گا اور ہلاک ہوجائے گا، اور دجّال بھی پگھلنا شروع ہوگا لیکن حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) باقاعدہ اس کو نیزے کے ذریعہ ختم کریں گے اور اس کا خون لوگوں کو دکھلائیں گے) دجّال کی ہلاکت کے بعد لوگوں پر سات سال ایسے آئیں گے کہ لوگوں کے درمیان بالکل امن وامان کا عالم ہوگا، کسی دو آدمیوں کے دل میں ایک دوسرے کے متعلق دشمنی، حسد، کینہ اور بغض نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ملکِ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے، روئے زمین پر کوئی ایسا آدمی جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا اس کو وہ ہوا نہیں چھوڑے گی مگر یہ کہ اس کی روح کو قبض کرلے گی (یعنی جس کو بھی وہ ہوا لگے گی اس کا انتقال ہوجائے گا)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی پہاڑ کے جگر میں داخل ہو گیا ہو گا تو وہ ہوا اس کے اندر بھی پہنچے گی اور اس کی روح کو قبض کرے گی (دنیا سے سب اچھے لوگ ختم ہو جائیں گے) اور ایسے بدترین قسم کے لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں جیسی سوجھ بوجھ والے ہوں گے (یعنی یہ لوگ برائی اور شہوتوں کی طرف ایسے لپکیں گے جیسے پرندہ کسی چیز کی طرف لپکتا ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ایسا نقصان اور ضرر پہنچائیں گے جیسے درندے پہنچاتے ہیں) وہ کسی نیک بات کو ذرّہ برابر نہیں جانیں گے، اور کسی گناہ کو ذرّہ برابر بُرا نہیں سمجھیں گے (یعنی ان میں سے نیکی کو نیکی اور گناہ کو گناہ سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے گی) پھر ان کے سامنے شیطان ظاہر ہو گا جو کہے گا: کیا تم ہماری بات نہیں مانو گے؟ لوگ کہیں گے: کیا حکم دیتے ہو؟ تو وہ ان کو بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دے گا، وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کی روزی ان پر برس رہی ہو گی (یعنی کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہو گی) ان کی زندگی بہت آرام سے گزر رہی ہو گی، اسی حالت میں صور پھونکا جائے گا، جو بھی اس کو سنے گا اپنی گردن کا ایک حصہ جھکائے گا اور ایک حصہ اُٹھائے گا (مطلب یہ ہے کہ اس کو سننے کی وجہ سے بے ہوشی کی ایسی کیفیت ہو جائے گی کہ کبھی وہ گردن جھکائیں گے اور کبھی گردن اُٹھائیں گے) اور سب سے پہلے صور کی آواز جو آدمی سنے گا وہ وہ شخص ہو گا جو اپنے اونٹوں کے پانی پلانے کے لیے حوض کو لیپ رہا ہو گا (پلاسٹر کر رہا ہو گا) وہ اس آواز کو سن کر بے ہوش ہو جائے گا، پھر دوسرے لوگ بھی سن کر بے ہوش ہو جائیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی بارش بھیجے گا جیسے شبنم ہوتی ہے (یعنی بارش کی ہلکی سی پھوار ہو گی) جس کی وجہ سے مرے ہوئے لوگوں کے جسم اُگ آئیں گے (یعنی لوگ دوبارہ پیدا ہو جائیں گے) پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور لوگوں میں ایک دم جان پڑ جائے گی جیسے کھڑے دیکھ رہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوں ۔پھر لوگوں سے کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو(یعنی میدانِ حشر کی طرف لے جایا جائے گا) پھر کہا جائے گا: میدانِ حشر میں کھڑے رہو، تاکہ تم سے سوال جواب ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ انسانوں میں سے جہنم کا جو حصہ ہے وہ نکال لو۔ پوچھا جائے گا: کتنے میں سے کتنے؟ کہا جائے گا: ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم کے لیے۔ اور یہ وہ دن ہو گا کہ جو بچہ کو بوڑھا بنادے گا اور اُس دن تجلّیٔ ساق ظاہر ہو گی۔

افادات:- روایت میں آتا ہے کہ جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا کہ: حضرت آدم (علیہ السلام) سے کہا جائے گا کہ جہنم کا حصہ الگ کرو۔ تو وہ پوچھیں گے: کتنا؟ کہا جائے گا: ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس پر حضراتِ صحابہ چیخ پڑے اور ان پر غم کی سی کیفیت طاری ہو گئی کہ پھر تو کون بچے گا۔ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشاد فرمایا: کافروں کے مقابلہ میں اہلِ ایمان کی تعداد کا حال ایسا ہے جیسے سفید بیل کے جسم میں سیاہ ناخن ہو۔ یعنی بیل پورا سفید ہو لیکن ذرا سا سیاہ نشان ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اہلِ کفر کی تعداد اہلِ ایمان کے مقابلہ میں ہر زمانہ میں زیادہ ہی رہی ہے، اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو ہزار میں سے نو سو ننانوے والا عدد کفّار کے ذریعہ پورا کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دجّال مکہ ومدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا

حدیث ۱۸۱۱:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (ﷺ) :((لَيۡسَ مِنۡ بَلَدٍ إِلاَّ سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلاَّ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، وَلَيۡسَ نَقۡبٌ مِنۡ أَنۡقَابِهِمَا إِلاَّ عَلَيۡهِ الۡمَلاَئِكَةُ صَافِّينَ تَحۡرُسُهُمَا، فَيَنۡزِلُ بِالسَّبَخَةِ، فَتَرۡجُفُ الۡمَدِينَةُ ثَلاَثَ رَجَفَاتٍ، يُخۡرِجُ اللهُ مِنۡهَا كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.)) (رواہ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کوئی شہر ایسا نہیں مگر یہ کہ دجّال اس کو روند ڈالے گا (مطلب یہ کہ دجّال چالیس دن میں پوری دنیا میں گھوم جائے گا اور کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جہاں وہ نہ پہنچے) سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے (کہ وہاں جائے گا تو سہی، لیکن اندر داخل نہیں ہوسکے گا، اس لیے کہ) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کوئی راستہ اندر داخل ہونے کا ایسا نہیں ہوگا مگر ان پر فرشتے صف لگاکر حفاظت کے لیے کھڑے ہوں گے (تاکہ دجّال اندر نہ جاسکے) جب وہ مدینہ منورہ میں داخلے کے لیے پہنچے گا (تو فرشتوں کے پہرے کی وجہ سے اندر تو نہیں جاسکے گا) مگر وہ مدینہ کے باہر شور اور کھاری جگہ (میدان) میں ٹھہر جائے گا، اُس وقت مدینہ منورہ میں (زلزلے کے) تین جھٹکے آئیں گے، ان جھٹکوں کی وجہ سے مدینہ میں جتنے بھی منافق اور کافر ہوں گے وہ خودبخود مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دجّال سے مل جائیں گے، اور اہلِ ایمان باقی رہ جائیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دجّال کے لشکر میں ستّر ہزار یہودی ہوں گے

حدیث ۱۸۱۲:-

وعنه رضی الله عنه: أنَّ رسُولَ الله (ﷺ) قال:((يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفاً عَلَيْهِم الطَّيَالِسَةُ)).(رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اصبہان کے یہودیوں میں سے ستّر ہزار یہودی دجّال کے ساتھ اس کے لشکر میں ہوں گے جو اپنے کندھوں پر شال ڈالے ہوئے ہوں گے (اور جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے خود دجّال بھی قوم کے اعتبار سے یہودی ہوگا)

فتنۂ دجّال کے وقت اہلِ ایمان کا حال

حدیث ۱۸۱۳:-

وعن أم شريكٍ رضی الله عنها: أنها سَمِعَتِ النَّبِيّ - (ﷺ) - يقولُ: ((لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الجِبَالِ)).رواه مسلم.

ترجمہ:- حضرت اُمِ شریک (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ (یعنی اہلِ ایمان) دجّال کے فتنے سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دجّال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں

حدیث ۱۸۱۴:-

وعن عمران بن حُصينٍ (رضی اللہ عنہما) قال: سمعتُ رسولَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يقولُ: ((مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إلى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک دجّال سے بڑھ کر کوئی بڑا فتنہ نہیں ہے۔

افادات:- سب سے بڑا فتنہ اور آزمائش دجّال کا ظہور ہے، حالانکہ دنیا میں بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے حوادث ہوں گے، لیکن اس سے بڑھ کر کوئی حادثہ نہیں ہوگا۔

ایک مؤمن اور دجّال کا مقابلہ

حدیث ۱۸۱۵:-

وعن أبي سعيدٍ الخدري -رضی الله عنه- عن النبیّ -(صلی اللہ علیہ وسلم)- قال: ((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤمِنِينَ فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّال. فَيقُولُونَ لَهُ: إلى أَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُولُ: أَعْمِدُ إلى هذَا الَّذِي خَرَجَ فَيَقُولُونَ لَهُ: أوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا ؟ فَيقُولُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُولُونَ: اقْتُلُوهُ. فَيقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أنْ تَقْتُلُوا أحداً دُونَهُ، فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إلى الدَّجَّالِ، فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النّاسُ! إنَّ هذَا الدَّجَّال الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) ؛ فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ، فَيَقُولُ: خُذُوهُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَشُجُّوهُ. فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْباً. فَيقُولُ: أَوَمَا تُؤْمِنُ بِي ؟ فَيَقُولُ: أَنْتَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهِ، فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتَّى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: قُمْ فَيَسْتَوِي قَائِماً. ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: أَتُؤْمِنُ بِي ؟ فَيَقُولُ: ما ازْدَدْتُ فِيكَ إلاَّ بَصِيرَةً. ثُمَّ يَقُولُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لاَ يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللهُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاساً، فَلاَ يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ سَبِيلاً، فَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ أَنَّهُ قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ)). فَقَالَ رَسُولُ اللهِ - (صلی اللہ علیہ وسلم) : ((هذا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ)). (رواہ مسلم. وروى البخاري بعضه بمعناه)

((المسالح)): هُمُ الْخُفَرَاءُ وَالطَّلَائِعُ.

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: دجّال نمودار ہو گا تو ایک ایمان والا شخص اس کے پاس جائے گا، دجّال کا مسلّح اور ہتھیار بند دستہ اس آدمی سے ملے گا اور پوچھے گا: کہاں جانا چاہتا ہے؟ مؤمن کہے گا: یہ جھوٹا آدمی ہے، میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ دجّال کا دستہ کہے گا: تو ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتا؟ مؤمن جواب دے گا: ہمارا رب کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے، میں تو اپنے رب پر ایمان رکھتا ہوں (تیرے رب پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟) اس مؤمن کا یہ جواب سن کر وہ ہتھیار بند دستہ آپس میں کہے گا کہ اس کو قتل کر دو۔ اسی دستہ میں سے کچھ لوگ کہیں گے: کیا تمہارے رب (دجّال) نے تم کو اس کے حکم کے بغیر کسی کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا؟ (لہٰذا اس کو کیسے قتل کر سکتے ہو؟) چناں چہ وہ دستہ اس مؤمن کو دجّال کے پاس لے جائے گا۔ جب وہ مؤمن دجّال کو دیکھے گا تو زور سے پکار کر کہے گا: اے لوگو! یہ وہی دجّال ہے جس کا نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تذکرہ فرمایا ہے۔ دجّال حکم دے گا تو اس مؤمن کو لمبا کھینچ کر لِٹایا جائے گا اور دجّال کہے گا اس کو پکڑو اور زخمی کرو۔ چناں چہ اس کی پیٹھ اور پیٹ پر مارا جائے گا، پھر دجّال اس مؤمن سے کہے گا: ابھی بھی تو میرے

اوپر ایمان نہیں لاتا؟ وہ مؤمن کہے گا: تو تو دجّال جھوٹا ہے (جب یہ ایمان لانے سے انکار کرے گا) تو دجّال حکم دے گا اور آرے کے ذریعہ سے سر کے بالوں کی مانگ سے اس کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دئے جائیں گے، ایک ٹکڑا اِدھر اور ایک ٹکڑا اُدھر گرے گا۔ دجّال اس کے بیچ میں سے گزرے گا (تاکہ دیکھنے والے لوگوں کو یقین آجائے کہ دو ٹکڑے کر دئے گئے ہیں) پھر دجّال حکم دے گا کہ اُٹھ جا۔ چناں چہ وہ آدمی زندہ ہو کر اُٹھ جائے گا (دیکھو! اللہ تعالیٰ دجّال کو کتنی ڈھیل دیں گے کہ مارنے اور زندہ کرنے کی بھی طاقت دیں گے) پھر دجّال اس مؤمن سے پوچھے گا: اب تو تو میرے اوپر ایمان لائے گا کہ نہیں؟ اس کے جواب میں مؤمن کہے گا: اب تو مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا کہ تو دجّال ہی ہے۔ پھر وہ مؤمن کہے گا: اے لوگو! میرے بعد یہ ایسا معاملہ نہیں کر سکے گا (یعنی اب اس میں کسی کو مارنے کی طاقت نہیں ہے) چناں چہ دجّال دوبارہ اس مؤمن کو پکڑ کو ذبح کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس مؤمن کی گردن کا حصہ تانبے کی طرح بنا دیں گے جس کی وجہ سے دجّال کا کوئی ہتھیار اس پر نہیں چلے گا۔ پھر وہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں پکڑ کر اس آگ میں جو اس کے ساتھ ہوگی پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں ڈالا گیا حالاں کہ وہ تو جنّت میں ڈالا گیا ہوگا۔ حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: یہ شخص جس کو دجّال سب سے پہلے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بڑی شہادت والا ہے۔

دجّال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی

حدیث ۱۸۱۶:-

وعن المغيرة بن شعبة - رضى الله عنه - قال: ما سأَلَ أَحَدٌ رسولَ الله-(ﷺ) - عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ، وإنَّهُ قَالَ لِي: ((مَا يَضُرُّكَ)) قُلْتُ: إنَّهُمْ يَقُولُونَ: إنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ. قالَ: ((هُوَ أهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذَلكَ)). (متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دجّال کے متعلق مجھ سے زیادہ کسی نے سوالات نہیں کئے۔ میرے اس بار بار پوچھنے پر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: تمہیں کیا ڈر ہے؟ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کی نہر ہوگی؟ (مطلب یہ کہ جس کو چاہے گا کھانا دے گا، اور جس کو چاہے گا کھانا نہیں دے گا) اس پر حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نگاہوں میں وہ اس سے زیادہ حقیر ہے۔

افادات:- یعنی اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کی نہر ہوگی، اس کے باوجود ان چیزوں کی وجہ سے اہلِ ایمان گمراہ نہیں ہوں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی ساری ڈھیل دیئے جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ وہ کسی مؤمن کو گمراہ کرسکے، گمراہ وہی ہوں گے جو کافر و مشرک ہیں۔

ہر نبی نے دجّال سے ڈرایا ہے

حدیث ۱۸۱۷:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم): مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الأَعْوَرَ الكَذَّابَ، أَلاَ إِنَّهُ أَعْوَرُ وإِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہر نبی نے اپنی امّت کو جھوٹے اور کانے (یعنی آنکھ میں عیب والے) دجّال سے ڈرایا؛ اور سنو! اس کی ایک آنکھ بالکل سپاٹ ہوگی (اور دوسری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آگے کو نکلی ہوئی ہوگی، اور اس کا یہ ظاہری عیب ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا نہیں ہے، جو خود اپنا عیب دور کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو؛ وہ خدا کیا بن سکتا ہے؟) اور تمہارا رب آنکھ میں عیب والا نہیں ہے۔ اور اس کی پیشانی پر ک، ف، ر (یعنی کافر) لکھا ہوا ہے۔ (آگے ایک روایت آئے گی جس میں ہے کہ اس کو ہر مؤمن جو پڑھا لکھا ہو وہ بھی، اور جو پڑھا لکھا نہ ہو وہ بھی پڑھ لے گا)۔

وہ ایک بات جو کسی نبی نے نہیں بتائی

حدیث ۱۸۱۸:-

وَعَن أبي هريرةَ -رضي الله عنه- قال: قالَ رسولُ اللهِ -(ﷺ)-: ((ألا أُحدِّثُكمْ حديثاً عن الدجّالِ ما حدَّثَ بهِ نبيٌّ قومَهُ! إنَّهُ أعورُ، وإنَّهُ يجيءُ مَعَهُ بمِثالِ الجنَّةِ والنَّارِ، فالتي يقولُ إنَّها الجنَّةُ هي النَّار)). (متفقٌ عليهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: میں دجّال کے متعلق ایسی بات نہ بتلاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتلائی؟ (وہ یہ ہے کہ) دجّال آنکھ میں عیب والا ہے، اور وہ اپنے ساتھ جنّت اور جہنم کے نمونے لائے گا، لیکن جس کو وہ جنّت کہتا ہوگا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں عیب نہیں ہے

حدیث ۱۸۱۹:-

وعن ابن عمر رضي الله عنهما أنَّ رسولَ الله (ﷺ) ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَي النَّاسِ، فَقَالَ: ((إنَّ اللهَ لَيْسَ بِأعْوَرَ، ألاَ إنَّ المَسِيحَ الدَّجَّالَ أعْوَرُ العَيْنِ اليُمْنَى، كَأنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ)). (متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کے سامنے دجّال کا تذکرہ کیا، چناں چہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں عیب نہیں ہے، اور دجّال کی دائیں آنکھ عیب دار ہے، ایسی باہر نکلی ہوئی ہے جیسے انگور کا دانہ (خوشے میں سے) آگے نکلا ہوا ہوتا ہے۔

قیامت سے پہلے مسلمان اور یہودیوں کی جنگ ہوگی

حدیث ۱۸۲۰:-

وعن أبي هريرة -رضی اللہ عنہ-: أنَّ رسولَ اللهِ -(صلی اللہ علیہ وسلم)- قال: ((لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ. فَيَقُولُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي، تَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلاَّ الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے، یہاں تک کہ کوئی یہودی اگر کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا وہ تو پتھر اور درخت بھی کہے گا کہ: اے مسلمان! یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے؛ آ! اور اس کو مار۔ سوائے غرقد کے درخت کے کہ یہ یہودی درخت میں سے ہے۔

افادات:- "غرقد" یہودی درخت کہلاتا ہے، جب کوئی یہودی اس درخت کے پیچھے چھپے گا تو وہ نہیں بتائے گا۔ ایک صاحب نے بتلایا کہ آج کل اسرائیل میں یہودی غرقد کے درخت کثرت سے بو رہے ہیں تاکہ ان کو چھپنے کی جگہ ملے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قربِ قیامت ٹینشن انتہا کو پہنچ جائے گا

حدیث ۱۸۲۱:-

وعنه رضی الله عنه قال قال رسولُ اللهِ (ﷺ) :((والَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰى يَمُرَّ الرجُلُ على القَبْرِ، فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْهِ وَیَقُولُ: یَالَیْتَنِی کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ هٰذَا القَبْرِ، وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ، ما بِهٖ إلاَّ البَلَاءُ.)) (متفق علیه)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ کوئی آدمی قبر پر سے گزرے گا تو اُس قبر پر لوٹے گا (جیسے کوئی آدمی پیٹ میں درد کی وجہ سے لوٹتا ہے) اور کہے گا: کاش! اس قبر والے کی جگہ پر مَیں ہوتا (حضور (ﷺ) فرماتے ہیں) اس کی یہ تمنا دینداری کی وجہ سے نہیں ہوگی، بلکہ آزمائش اور ٹینشن کی وجہ سے ہوگی۔

افادات:- بعض مرتبہ آدمی موت کی تمنّا اس لیے کرتا ہے کہ وہ ایسے ماحول میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے کہ اس کو ایمان کا اندیشہ ہوتا ہے، تو دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میرے ایمان پر آنچ آوے اس سے پہلے مجھے دنیا سے اُٹھالے؛ یہ تمنّا تو پسندیدہ ہے۔ لیکن کسی مصیبت کی وجہ سے ایسی تمنّا کرنا ناپسندیدہ ہے۔

آج کل ہر آدمی ٹینشن میں ہے اور قربِ قیامت ٹینشن انتہا کو پہنچ جائے گا، ہر چیز ہونے کے باوجود آدمی اتنے ٹینشن میں ہوگا کہ کسی قبر پر سے گزرے گا تو اس پر لوٹے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُس وقت حالات کیسے سخت ہوں گے!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دریائے فرات میں سے سونے کا پہاڑ نمودار ہو گا

حدیث ۱۸۲۲ :-

وعنهُ قال: قال رسولُ اللهِ -(ﷺ) -: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، فَيَقُولُ كُلُّ رجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّي أَنْ أَكُونَ أَنَا أَنْجُو)).

وَفِي روايةٍ: ((يُوشِكُ أَنْ يَحْسِرَ الفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئاً)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو کھول دے گا، جس کو حاصل کرنے کے لیے آپس میں قتل و قتال ہو گا، اور اُس جنگ میں اتنی کثرت سے آدمی مارے جائیں گے کہ سو میں سے ننانوے آدمی ہلاک ہو جائیں گے، (گویا اس جنگ میں ننانوے فیصد آدمی مارے جائیں گے، صرف ایک فیصد لوگ بچیں گے) ہر آدمی اس امید اور لالچ پر اس جنگ میں حصہ لے گا کہ شاید مَیں بچ جاؤں (اور یہ سونا میرے ہاتھ لگ جائے)۔

دوسری روایت میں ہے کہ: دریائے فرات سونے کے خزانے کھول دے گا، جو اُس زمانے کو پائے وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔

افادات:- "حَسَرَ يَحْسِرُ" کا مطلب یہ ہے کہ دریائے فرات کا پانی خشک ہو جائے گا اور جیسے ندی میں کوئی چیز چھپی ہوئی ہو اور اس کا پانی خشک ہو جائے تو لوگ اس کو دیکھ لیتے ہیں، اسی طرح دریائے فرات سے سونے کا ایک پہاڑ کھل جائے گا یعنی دریائے فرات کا پانی خشک ہو جائے گا اور اندر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے سونے کا ایک پہاڑ نمودار ہو گا۔ اب ہو سکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی شکل میں ہو۔ یا خزانے کی کثرت اور زیادتی کو پہاڑ سے تعبیر کیا ہے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی امّت کو تاکید فرمائی کہ جو اُس زمانے کو پائے وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔ اس لیے کہ اس میں سے لینا آپس کی لڑائی اور فتنہ کا باعث ہو گا اور فتنے سے اپنے آپ کو بچانے کا اسلم راستہ یہی ہے کہ آدمی اس سے دُور رہے۔

پالتو جانور بھی وحشی بن جائیں گے

حدیث ۱۸۲۳:-

وعنهُ قال: سمعتُ رسولَ اللهِ - (صلی اللہ علیہ وسلم) - يقولُ: ((يَتْرُكُونَ المَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لاَ يَغْشَاهَا إلاَّ العَوَافِي يُرِيد - عَوَافِي السِّبَاعِ والطَّيرِ - وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيدَانِ المَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوشاً، حَتَّى إذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الودَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ مدینہ منورہ کی رہائش کو چھوڑ دیں گے باوجود اس کے کہ وہاں کی سکونت اور رہائش خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہو گی، اور مدینہ منورہ میں صرف جانور (درندے اور پرندے) ہی آئیں گے۔ اور آخر میں جو وہاں سے نکلیں گے وہ قبیلہ مُزَیْنہ کے دو چرواہے ہوں گے، وہ مدینہ جانا چاہیں گے اور اپنے ساتھ اپنے چوپایوں، مویشیوں اور جانوروں کو لے جانے کے لیے ان کو آواز دیں گے لیکن اس وقت وہ اپنے جانوروں کو بالکل وحشی پائیں گے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں چرواہے جب مقامِ ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو اپنے منھ کے بل نیچے گر جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- یہ صورت قربِ قیامت میں پیش آئے گی کہ پالتو جانور بھی متوحش ہو جائیں گے، حالاں کہ بکریاں، بھینس وغیرہ پالتو جانور ہوتے ہیں، جن کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے چرواہے کی آواز پر- جہاں وہ لے جانا چاہتا ہے- فوراً چلے جاتے ہیں، لیکن اس وقت ان میں وہ بات نہیں رہے گی، وہ جانور جنگلی جانوروں کی طرح ہو جائیں گے کہ ان چرواہوں کی آواز پر ان کے ساتھ نہیں چلیں گے بلکہ اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں گے۔ اور مدینہ منورہ کو چھوڑنا کیوں ہو گا؟ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حُکّام کے جور و ظلم اور زیادتی کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہو گی۔

مال کی کثرت ہو جائے گی

حدیث ۱۸۲۴:-

وعن أبي سعيد الخدري -رضي الله عنه-: أنَّ النبيَّ -(صلى الله عليه وسلم)- قال: ((يَكُونُ خَلِيفَةٌ مِنْ خُلَفَائِكُمْ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَحْثُو الْمَالَ وَلاَ يَعُدُّهُ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ (بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ) ایسا ہو گا جو لپیں بھر بھر لوگوں کو مال دے گا، اور گنے گا بھی نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- یعنی مال کی اتنی کثرت ہو گی، اور وہ حاکم بھی اتنا سخی ہو گا کہ اس کے پاس مال لینے کے لیے آنے والے لوگوں کو مال گن کر نہیں بلکہ لپیں بھر بھر کر دے گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت مہدیؒ ہیں کہ ان کے زمانے میں مال کی ایسی ہی کثرت ہو گی۔

قربِ قیامت کی دو نشانیاں؛ مال اور عورتوں کی کثرت

حدیث ۱۸۲۵:-

وعن أبي موسى الأشعريِّ - رضی الله عنه -: أنَّ النبيَّ - (صلی اللہ علیہ وسلم) - قال: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلاَ يَجِدُ أَحداً يَأْخُذُهَا مِنهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی صدقہ کے طور پر دینے کے لیے اپنا سونا لے کر پھرے گا اور کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں پائے گا جو اس کو قبول کرے (ہر ایک منع کر دے گا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ وہ یوں کہے گا کہ پہلے آیا ہوتا تو میں لے لیتا اب تو میرے پاس بھی بہت ہے) اور مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے (ایسا حال ہو گا کہ) ایک آدمی کے پاس چالیس چالیس عورتیں پناہ حاصل کر رہی ہوں گی۔

افادات:- یعنی عورتوں کی زیادتی اتنی ہو جائے گی کہ ایک ایک مرد کی نگرانی میں چالیس چالیس عورتیں-اس کی بیوی، بیٹیاں، بہنیں وغیرہ-ہو جائیں گی۔

اب مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی کیوں ہوگی؟ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں جنگیں اور لڑائیاں کثرت سے ہوں گی، اور چوں کہ عام طور پر لڑائیوں اور جنگوں میں مرد ہی حصہ لیتے ہیں، اس لیے مرد کثرت سے مریں گے اور عورتیں بچیں گی، اس لیے ان عورتوں کی نگرانی کرنے والا ایک مرد ہوگا اور اس کے ماتحت چالیس چالیس عورتیں ہوں گی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں عورتوں کی پیدائش ہی بڑھ جائے گی، اس وجہ سے مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔

دلچسپ واقعہ

حدیث ۱۸۲۶:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيِّ (ﷺ) قال: ((اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَاراً، فَوَجَدَ الَّذِي اشْتَرَى العَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى العَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، إنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الأَرْضَ وَلَمْ أَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِي لَهُ الأَرْضُ: إنَّمَا بِعْتُكَ الأَرْضَ وَمَا فِيهَا. فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إلَيْهِ: أَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قالَ أحَدُهُمَا: لِي غُلاَمٌ، وقالَ الآخَرُ: لِي جَارِيَةٌ قال: أَنْكِحَا الغُلاَمَ الجَارِيَةَ، وأَنْفِقَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا.)) (متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی، جس نے زمین خریدی تھی اس کو اُس زمین میں سے سونے سے بھرا ہوا ایک گھڑا ملا۔ تو اس نے اس سے جس سے زمین خریدی تھی کہا کہ: یہ سونا تیرا ہے؛ تو لے لے، اس لیے کہ میں نے تو صرف زمین خریدی تھی، سونا نہیں خریدا تھا۔ اور جس کی زمین تھی اس نے کہا: میں نے تو یہ زمین اس میں جو کچھ ہے اس کے ساتھ تجھے بیچ دی ہے (یہ گھڑا بھی اس میں آگیا؛ اب میں یہ نہیں لوں گا۔ وہ دینے پر اصرار کرتا ہے، اور یہ لینے سے انکار کرتا ہے) یہ دونوں اپنا جھگڑا ایک آدمی کے پاس لے گئے (اور اس کو اپنا حکم اور فیصل بنایا) اس فیصل نے ان دونوں سے پوچھا: تمہاری کوئی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے۔ تو اس نے کہا کہ فیصلہ بہت آسان ہو گیا، ایسا کرو کہ تمہارے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کرادو، اور یہ مال ان دونوں پر خرچ کر دو، اور جو بچ جاوے اس کا صدقہ کر دو (چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا)۔

افادات:- ویسے ہماری شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی کو اپنی زمین بیچی اور اس میں اس نے اپنا خزانہ یا کوئی چیز رکھی تھی؛ تو اب وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا، خریدنے والا زمین خریدنے کی وجہ سے اس خزانے کا مالک نہیں بنتا۔

دلچسپ فیصلہ

حدیث ۱۸۲۷:-

وعنهُ -رضی الله عنه-: أنَّه سمعَ رسُول الله -(صلی اللہ علیہ وسلم)- يقولُ: ((كانت امْرَأتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إحْدَاهُمَا. فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وقالتِ الأخرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فتَحَاكَمَا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

إِلَى دَاوُدَ -(ﷺ) - فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُد -(ﷺ) - فَأَخْبَرَتَاهُ. فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لاَ تَفْعَلْ! رَحِمَكَ اللهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى)).(متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دو عورتیں تھیں، ان کے پاس اپنا اپنا بچہ تھا، ایک بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ جس کے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا تھا اس نے دوسری کے بیٹے کو لے لیا اور اس سے یوں کہا: تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا (یہ میرا بیٹا ہے) دوسری نے کہا: نہیں! تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا (یہ میرا بیٹا ہے) دونوں عورتیں اپنا فیصلہ حضرت داود (علیہ السلام) کے پاس لے گئیں۔ حضرت داود (علیہ السلام) نے جو بڑی عورت تھی اس کے حق میں فیصلہ دیدیا (اب سوال ہوتا ہے کہ بڑی کے حق میں فیصلہ کیوں دیا؟ تو روایت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے، اور گواہ بھی دونوں میں سے کسی کے پاس نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس قرینہ کی وجہ سے انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ جس وقت دونوں عورتیں مقدمہ لے کر ان کے پاس گئیں، اس وقت بچہ بڑی کے قبضہ میں تھا۔ خیر! فیصلہ ہو گیا) اس کے بعد یہ دونوں عورتیں باہر نکلیں، حضرت سلیمان (علیہ السلام) ملے، انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ دونوں نے بتلایا کہ اس طرح کا واقعہ پیش آیا (اور حضرت نے ایسا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے قرائن سے معلوم کیا کہ یہ بچہ بڑی کا نہیں ہے، بلکہ چھوٹی کا ہے) تو حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے کہا: ایک چاقو لاؤ، میں اس بچہ کے آدھے آدھے ٹکڑے کرکے دونوں کو بانٹ دیتا ہوں۔ جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا تو چھوٹی عورت - جس کے حق میں فیصلہ نہیں ہوا تھا - نے کہا: حضرت! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے؛ آپ ایسا مت کیجئے، بچہ اسی کے پاس رہنے دو (میں اپنا دعویٰ چھوڑ دیتی ہوں۔ اور بڑی نے کچھ نہیں کہا) حضرت سلیمان (علیہ السلام) سمجھ گئے کہ بچہ اس چھوٹی عورت کا ہے، اس لیے کہ یہ اس بچہ کے دو ٹکڑے کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چناں چہ انہوں نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا(ہو سکتا ہے کہ بعد میں بڑی نے بھی حقیقتِ حال کا اقرار کر لیا ہو)۔

افادات:- مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے متعلق دو فریق میں اختلاف ہو جائے، اور اس پر قبضہ کسی ایک کا ہو، اور دوسرا کہے کہ یہ چیز میری ہے، تو اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں، اگر وہ گواہ پیش کر دے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ دوسرے کی قسم سے اسی کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

نیک لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہوں گے

حدیث ۱۸۲۸:-

وعن مِرداس الأسلمی رضی اللہ عنہ قال قال النبیؐ (ﷺ) : ((يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الأَوَّلُ فَالأَوَّلُ، وَيَبْقَى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لاَيُبَالِيهِمُ اللهُ بَالَةً)). (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت مرداس اسلمی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہوں گے، اور اخیر میں کوڑا کرکٹ (نکمّا حصہ) رہ جائے گا، جیسے جَو اور کھجور میں سے رہ جاتا ہے (پھر ان پر جیسے بھی حالات آویں) اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اصحابِ بدر کی فضیلت

حدیث ۱۸۲۹:-

وعن رفاعة بن رافع الزُّرَقِيِّ رضی الله عنه قال: جاء جبریل إلی النبیّ (ﷺ) قال: مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟ قال: ((مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ)) أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. قال: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ. (رواه البخاری)

ترجمہ:- حضرت رفاعہ بن رافع زُرَقی (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: بدر میں شریک ہونے والوں کو آپ اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں (یعنی صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے؛ آپ کے درمیان ان کی پوزیشن اور مقام کیا ہے؟) نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ دوسرے سب کے مقابلہ میں افضل سمجھے جاتے ہیں۔ یا ایسا ہی کوئی جملہ ارشاد فرمایا جس سے بدر والوں کی فضیلت معلوم ہوتی تھی۔ اس پر حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے فرمایا: ہمارے فرشتوں میں بھی جو فرشتے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ان کو دوسرے تمام فرشتوں کے مقابلہ میں -جو بدر میں شریک نہیں ہوئے- افضل سمجھا جاتا ہے۔

عمومی عذاب کی لپیٹ میں سب ہی آجاتے ہیں

حدیث ۱۸۳۰:-

وعن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسولُ اللهِ -(ﷺ)-: ((إِذَا أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى بِقَوْمٍ عَذَاباً، أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ)). (متفق علیه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتے ہیں تو اس وقت جتنے بھی لوگ موجود ہوتے ہیں سب پر وہ عذاب آتا ہے، البتہ قیامت کے روز لوگ اپنے اپنے اعمال اور نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

افادات:- یعنی عام دستور یہی ہے کہ کسی بد عملی کی وجہ سے کسی قوم پر کوئی عذاب آتا ہے تو جو لوگ اس گناہ میں مبتلا نہیں ہوتے وہ بھی اس عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں ، جیسے عذاب کے طور پر زلزلہ آیا، تو اس میں وہ لوگ بھی مریں گے جو گنہگار نہیں تھے اور جن کے گناہوں کو اس زلزلہ کے آنے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اسی طرح سیلاب آیا اور اس میں بہت سے لوگ ڈوب گئے تو جتنے میں بھی اس قوم میں ہوں گے ان سب کو وہ عذاب پہنچے گا۔ دنیوی عذاب کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا، ہاں! جو نیک ہیں آخرت میں ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق معاملہ ہو گا۔

اسطوانۂ حنّانہ

حدیث ۱۸۳۱ :-

وعن جابر - رضی اللہ عنہ - قال: كَانَ جِذْعٌ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ - (صلی اللہ علیہ وسلم) -- يَعْنِي فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ - (صلی اللہ علیہ وسلم) -. فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَنَ.

وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ - (صلی اللہ علیہ وسلم) - عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفی روایۃ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ (ﷺ)، حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قال: ((بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ)). (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مسجدِ نبوی میں ایک تنا تھا، آپ (ﷺ) جب خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو کھجور کے اسی تنے سے ٹیک لگاتے تھے (ایک بڑھئی آیا اور اس نے ایک منبر بنادیا) جب وہ منبر رکھا گیا اور جمعہ کے دن پہلی مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ) خطبہ دینے کے لیے بجائے کھجور کے اس تنے کے پاس کھڑے ہونے کے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا رونے لگا، اور اس میں سے ایسی آواز آئی جیسے گابھن اونٹنی روتی ہے، یہاں تک کہ نبیٔ کریم (ﷺ) منبر سے نیچے اترے اور آپ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا تو اس کو سکون ملا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ: منبر بن کر آیا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا تنا زور زور سے چلّا کر رونے لگا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پھٹ جائے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: جیسے بچّہ بلبلا کر روتا ہے اس طرح رویا۔ حضور اکرم (ﷺ) منبر سے نیچے اترے، اس کو اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے سینے سے لگایا (جیسے بچّہ روتا ہو تو اس کو چپ کرانے کے لیے تسلّی دی جاتی ہے) اور بچّہ جیسے ہچکیاں لیتا ہے اس طرح اس تنے نے بھی ہچکیاں لیں یہاں تک کہ وہ سکون پذیر ہو گیا۔ وہ اس لیے رویا تھا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) اس کے پاس کھڑے رہ کر جو خطبہ دیتے تھے (اس فضیلت سے وہ محروم ہو گیا)

ترجمہ:- روایتوں میں ہے کہ اس کے بعد نبیٔ کریم (ﷺ) نے اس کو اختیار دیا کہ اگر تو چاہے تو مسجد میں لگائے جانے سے پہلے تو جیسا ہرا بھرا درخت تھا، ایسا ہی تجھے ہرا بھرا درخت کر دیا جائے، اور اگر تو چاہے تو جنّت میں بھیج دیا جائے؛ تو اس نے جنّت میں جانے کو پسند کیا، چناں چہ مسجدِ نبوی میں اسی جگہ پر اس کو دفن کر دیا گیا۔ مسجدِ نبوی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے جن ستونوں کی زیارت کی جاتی ہے ان میں ایک یہ "اسطوانۂ حنّانہ" بھی ہے۔ آپ(ﷺ) کی محراب سے بالکل لگ کر وہ جگہ ہے۔

جامع روایت

حدیث ۱۸۳۲:-

وعن أبي ثعلبة الخُشَنِيِّ جُرثومِ بنِ ناشر رضی الله عنه عن رسول الله (ﷺ) قال:((إنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُوداً فَلاَ تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوا عَنْهَا)) (حدیث حسن. رواہ الدارقطنی وغیرہ)

ترجمہ:- حضرت ابو ثعلبہ خُشنی (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، ان کو ضائع مت کرو (یعنی ان کو انجام دو) اور اللہ تعالیٰ نے کچھ حدود مقرر فرمائے ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، ان کی حرمت مت توڑو (یعنی ان چیزوں کا ارتکاب نہ کرو) اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ تم پر رحم کھاتے ہوئے اس سے خاموشی اختیار فرمائی ہے (اس سلسلہ میں کوئی بھی بات ارشاد نہیں فرمائی) تو ایسی چیزوں میں بحث نہ کرو۔

افادات:- معلوم ہوا کہ جن چیزوں کے متعلق شریعت میں کوئی صراحت نہیں آئی ہے اس کے بارے میں آدمی کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے، اس میں بحث و مباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضورِ اکرم (ﷺ) کی نوش فرمائی ہوئی ایک غذا (ٹڈی)

حدیث ۱۸۳۳:-

وعن عبد الله بن أبي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنهما، قالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسولِ اللهِ -(ﷺ)- سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الجَرَادَ. (متفق عليه)

وَفِي رِوَايَةٍ: نَأْكُلُ مَعَهُ الجَرَادَ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ سات غزوات میں حصہ لیا اور اس موقعہ پر ہم ٹِڈّیاں کھاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہم حضور اکرم (ﷺ) کے ساتھ ٹِڈّیاں کھاتے تھے۔

افادات:- "ٹڈّی" اُڑنے والا ایک حلال جانور ہے، اس میں ذبح کرنے کی بھی شرط نہیں ہے، جیسے مچھلی کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم (ﷺ) نے بھی ٹِڈّی نوش فرمائی ہے۔

ایمان والا بڑا محتاط ہوتا ہے

حدیث ۱۸۳۴:-

وعن أبي هريرة -رضی الله عنه-: أَنَّ النبيَّ -(ﷺ)- قال: ((لَا يُلْدَغُ المُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ)). (متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ایمان والا ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔

افادات:- ایمان والا بڑا محتاط ہوتا ہے۔ زندگی میں جو حالات، واقعات اور عبرت انگیز چیزیں پیش آتی ہیں ان سے وہ بڑے سبق لیتا ہے، اگر کسی کی طرف سے اس کے ساتھ دھوکہ دہی ہوئی ہو تو پھر دوسری مرتبہ وہ غفلت میں رہ کر ایسا دھوکہ نہیں کھاتا۔

علامہ انور شاہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کسی غفلت پر کسی نے تنبیہ کی، یا اس کی وجہ سے سزا بھگتنے کی نوبت آئی، تو پھر ایمان والا دوبارہ کبھی ایسی غفلت نہیں برتتا۔ جیسے: فیکٹری میں کسی قانون کی خلاف ورزی ہوگئی اور اس کی وجہ سے پینلٹی آگئی؛ تو ایمان والے کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ آئندہ کبھی ایسا کوئی اقدام نہ کرے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ زندگی میں پیش آنے والے حالات سے وہ عبرت اور سبق حاصل نہ کرے، اور اس کی طرف سے بار بار ایسی ہی صورتیں پیش آتی رہیں۔

وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں

حدیث ۱۸۳۵:-

وعنہ قال: قال رسول اللہ-(صلی اللہ علیہ وسلم)-: ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ. وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلاً سِلْعَةً بَعْدَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَ كَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذٰلِكَ. وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَاماً لاَ يُبَايِعُهُ إِلاَّ لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ)). متفق علیه

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات کریں گے، اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا(۱) ایک وہ آدمی جس کے پاس جنگل، صحراء اور رَن میں اس کی ضرورت سے زائد پانی موجود ہو اور کسی مسافر کو استعمال کرنے سے منع کرے(۲) دوسرا وہ آدمی جس نے عصر کے بعد کسی کے ہاتھ کوئی سامان بیچا اور اس وقت قسم کھا کر یوں کہا کہ میں نے یہ سامان اتنے روپیہ میں خریدا ہے اور سامنے والے نے بھی اس کی بات کو سچ مان لیا، حالاں کہ اس کی بات صحیح نہیں تھی(۳) تیسرا وہ آدمی جس نے امامِ مسلمین (حاکمِ وقت) کے ہاتھ پر اطاعت و فرماں برداری کی بیعت صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے کی (گویا اس کی یہ بیعت اللہ کے واسطے نہیں، حالاں کہ حکّام کے ہاتھ پر ان کی اطاعت و فرماں برداری کے لیے اللہ کے واسطے بیعت کرنی چاہیے) اب اگر اس کو سرکاری خزانہ سے کچھ ملتا ہے تب تو وہ اس حاکم کی فرمانبرداری کرتا ہے (بیعت کے تقاضہ پر عمل کرتا ہے) اور اگر وہ حاکم کچھ نہیں دیتا تو پھر وہ بیعت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

افادات:- بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کو کرنے والا سزا کا مستحق تو بنتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیں گے، لیکن اس روایت میں جن تین کا تذکرہ ہے وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے، بلکہ ان کو اپنے کئے کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۱)پہلا وہ آدمی جس نے مثلاً کوئی کنواں کھودا اور اس میں سے پانی نکلا پھر اس کی ضرورت پوری ہوگئی اور زائد پانی بچا ہے، پھر کوئی مسافر وہاں سے گزرا جو ضرورت مند اور پیاسا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس پانی کے ذریعہ اس کی پیاس بجھے، لیکن یہ کہتا ہے کہ یہ کنواں میرا ہے، میں اس میں سے پانی پینے نہیں دوں گا، حالاں کہ یہ پانی اس کی ضرورت سے زائد ہے۔

(۲)جو آدمی عصر کے وقت جھوٹی قسم کھاکر کاروبار کرتا ہے۔ ویسے تو کسی بھی وقت پر غلط طریقہ سے سامان بیچنا گناہ ہے، لیکن عصر کے بعد کا وقت بڑا بابرکت سمجھا جاتا ہے، اس وقت کوئی آدمی ایسی حرکت کرے گا تو اس میں اور زیادہ قباحت و برائی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳)پہلے زمانہ میں جب اسلامی حکومت تھی تو بادشاہِ وقت جب حکومت پر آتا تھا تو وہ تمام لوگوں سے بیعت اور عہد و پیمان لیتا تھا کہ تم سب میری اطاعت کروگے، اب جس آدمی نے حاکمِ وقت کے ہاتھ پر بیعت صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے کی، اس کا مقصد حاکم کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں تھی، پھر اگر اس کو سرکاری خزانہ سے کچھ وظیفہ ملتا ہے تب تو حاکم کی مانتا ہے اور بیعت کے تقاضہ پر عمل کرتا ہے، لیکن اگر حاکم اس کو کچھ نہیں دیتا تو پھر وہ بھی بیعت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

یہ تین گناہ ایسے ہیں جن کو کرنے والا ان کی سزا ضرور بھگتے گا، اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دو صور کے درمیان کا فاصلہ

حدیث ۱۸۳۶:-

وعنه، عن النبيّ -(صلى الله عليه وسلم)- قال: ((بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ)) قالوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْماً؟ قالَ: أَبَيْتُ، قَالُوا: أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قال: أَبَيْتُ. قالُوا: أَرْبَعُونَ شَهْراً؟ قالَ: أَبَيْتُ. ((وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الإِنْسَانِ إِلاَّ عَجْبَ الذَّنَبِ، فِيهِ يُرَكَّبُ الخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ البَقْلُ)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: دو مرتبہ صور پھونکے جانے کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہے۔ سننے والوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! چالیس دن مراد ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے یقین کے ساتھ معلوم نہیں۔ پوچھنے والوں نے پوچھا: چالیس سال؟ اس پر بھی انہوں نے جواب میں فرمایا: میں (تعین کے ساتھ کہنے سے) انکار کرتا ہوں (یعنی مجھے یقین کے ساتھ یاد نہیں) پھر لوگوں نے پوچھا: چالیس مہینے؟ انہوں نے اس کا بھی وہی جواب دیا۔ (ویسے دوسری روایتوں سے چالیس سال کی تعین ہوتی ہے) پھر آگے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اس (درمیانی مدّت) میں انسان کے جسم کی ہر چیز گل سڑ کر ختم ہو جائے گی، سوائے ریڑھ کی ہڈّی کے آخری سرے کے (کہ وہ باقی رہ جائے گا) اور ساری مخلوق کی دوبارہ پیدائش اُسی سے کی جائے گی، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان سے پانی برسائیں گے جس کے نتیجے میں لوگ اس طرح نکل آئیں گے جیسے پانی سے سبزہ نکل آتا ہے۔

افادات:- پہلا صور پھونکے جانے پر ساری مخلوق ختم ہو جائے گی، اور سب پر موت طاری ہو جائے گی، اس کے بعد جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اس کے نتیجے میں سب لوگ دوبارہ زندہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو جائیں گے۔ان دونوں صوروں کے پھونکے جانے کے درمیان کی مدّت اور زمانہ چالیس سال ہو گا جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔

"ریڑھ کی ہڈّی کا آخری سرا" یعنی آدمی کی پیٹھ میں بیچ میں جو ہڈّی ہے اس میں نیچے دو سُرینوں کے بیچ میں جو نوکیلا حصہ ہوتا، آپ وہاں انگلی سے ایک نوک سی نکلی ہوئی محسوس کر سکتے ہیں۔

جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو

حدیث ۱۸۳۷:-

وعنه، قال: بَيْنَمَا النَّبِيُّ -(ﷺ)- فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ القَوْمَ، جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رسولُ اللهِ (ﷺ)- يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ القَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟)) قال: هَا أنَا يَا رسُولَ اللهِ. قال: ((إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) قال: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قال: ((إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)). (رواه البخاري)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم (ﷺ) اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے اور آپ کی تقریر جاری تھی اسی دوران ایک دیہاتی آیا (اب چاہیے تو یہ تھا کہ نبی کریم (ﷺ) جو گفتگو فرمارہے تھے اس کے ختم ہونے کا وہ انتظار کرتا، اور جب آپ اپنی گفتگو ختم فرمالیتے اس کے بعد اس کو جو پوچھنا تھا وہ پوچھتا، لیکن چوں کہ وہ دیہات کا رہنے والا تھا، اور اس نوع کے آداب وغیرہ کی ان کے یہاں کوئی رعایت نہیں ہوتی تھی، اس لیے دورانِ گفتگو ہی) اس نے سوال

کرلیا کہ: قیامت کب ہے؟ اس کے سوال کے بعد بھی نبیٔ کریم (ﷺ) نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ (ﷺ) نے اس کا سوال سنا ہی نہیں۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے حضراتِ صحابہؓ آپس میں یوں کہنے لگے: نبیٔ کریم (ﷺ) نے اس کا سوال تو سن لیا ہے لیکن آپ نے اس کے سوال کو ناپسند سمجھا، اس لیے آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ بعضوں نے کہا: نہیں! آپ (ﷺ) نے اس کا سوال سنا ہی نہیں، اس لیے جواب نہیں دیا (گویا آپ کی مجلس میں بیٹھے حضرات صحابہ کشمش میں پڑ گئے) یہاں تک کہ نبیٔ کریم (ﷺ) جب اپنی گفتگو ختم کرچکے تو آپ نے فرمایا: بھائی! وہ قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں گیا؟ (اب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہاں! حضور (ﷺ) نے سوال تو سنا تھا اور اس کو جواب کے قابل بھی سمجھا تھا، لیکن فوری جواب کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے آپ نے اپنی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھا) اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! جی ہاں؛ میں حاضر ہوں۔ چناں چہ حضور اکرم (ﷺ) نے اس سائل کی طرف خصوصی طور پر مخاطب ہو کر فرمایا: جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا: امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جب معاملات نا اہلوں کے حوالے کئے جائیں۔

افادات:- علماء نے لکھا ہے کہ اگر عقیدہ کے متعلق سوال ہو، یا کسی ایسی چیز کے متعلق ہو جس پر فوری عمل کرنا ہو؛ تو اس کا جواب فوری دینا ضروری ہے۔ اسی لیے بعض روایتوں میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے، ایک آدمی نے آکر دین کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ (ﷺ) نے خطبہ روک دیا اور اس کے سوال کا جواب دیا (مسلم شریف، کتاب الجمعۃ) گویا جیسا موقع ہو، ویسا معاملہ کیا جائے۔ اگر ایمرجنسی صورتِ حال ہے تو ظاہر ہے کہ ایمرجنسی امداد پہنچائی جائے گی۔ اور عقیدہ کی درستگی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اب یہاں اس کا سوال قیامت کے متعلق تھا کہ کب آئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گی۔اس سوال سے معلوم ہو گیا کہ وہ قیامت کا تو قائل ہے، لیکن پوچھنا چاہتا ہے کہ کب آئے گی۔تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔اس لیے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا فوری جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اور اپنی گفتگو جاری رکھی۔

امانت کے ضائع ہونے کا مطلب

"جب معاملات نااہلوں کے حوالے کئے جائیں" تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ امانت ضائع ہو رہی ہے۔ جیسے: کسی ایسے آدمی کو امام بنایا جائے جو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کسی ایسے آدمی کو تدریس کا کام سونپا جو تدریس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کسی ایسے آدمی کو قوم کا سردار بنایا گیا جو قوم کا سردار بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کسی ایسے آدمی کو مسجد کا متولّی بنایا گیا جو یہ جانتا ہی نہیں کہ شرعی طور پر متولّی کی ذمہ داریاں کس طرح ادا کرنی چاہئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دینی یا دنیوی اعتبار سے جن لوگوں کے ہاتھ میں اختیارات اور پاورس ہیں، اور جو لوگ ذمہ داری کے کام دوسروں کے حوالہ کر سکتے ہیں، ان کا فریضہ ہے کہ جن کے متعلق ان کو اس بات کا یقین اور پورا وثوق و اعتماد ہو کہ وہ اس کام کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، انہیں کو وہ کام سپرد کریں۔ صرف رشتہ داری کی بنیاد پر، یا کسی کی سفارش کی بنیاد پر، یا صرف تعلقات کی بنیاد پر، یا قومی، خاندانی، نسلی، وطنی اعتبار سے تعلقات کی بنیاد پر کوئی ذمہ داری سپرد نہ کریں، کہ فلاں میری بستی کا رہنے والا ہے، فلاں میرے محلہ کا رہنے والا ہے، اس لیے میں اس کو عہدہ دے دوں، حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ اس میں یہ کام کرنے کی پوری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صلاحیت نہیں ہے؛ تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس بات کی شریعت بالکل اجازت نہیں دیتی۔ قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا﴾ اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ امانتیں جو اس کے اہل اور حقدار ہیں؛ انہیں کے حوالے کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ: عہدے اور مناصب جن حکّام کے اختیار میں ہوا کرتے ہیں، ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان عہدوں اور مناصب کو ایسے لوگوں کے حوالے کریں جن کے اندر ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور وہ پوری امانت و دیانت کے ساتھ ان فرائض کو انجام دے سکیں۔ حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ جب مناصب اور عہدے نااہلوں کے حوالے کئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔ امانت کے ضائع ہونے کا یہی مطلب ہے۔

ذمہ دار کی کوتاہی کا وبال اسی پر

حدیث ۱۸۳۸:-

وعنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ- (ﷺ) -قَالَ: ((يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ)). (رواه البخاري)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: (ایسے حکّام آئیں گے جو نماز کو اُس کے وقت سے ہٹا کر اتنی دیر کر کے پڑھائیں گے کہ اس نماز کا وقتِ مستحب نکل جائے گا اور مکروہ وقت آجائے گا۔ یا تو وقت بالکل ہی نکل جائے گا، اب) جو حاکم صحیح طریقہ سے پڑھائے گا تو تمہارے لیے ثواب ہو گا، اور جو صحیح وقت پر نہیں پڑھائے گا (اور اس میں تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہو گی۔ یعنی تم تو وقت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پر نماز کے لیے آگئے، اور اس کے انتظار میں رہے، لیکن وہی دیر سے آیا) تو اس میں تمہارے لیے ثواب ہی ہوگا، البتہ ان کے اوپر اس کا وبال ہوگا اور ساری ذمہ داری ان پر آئے گی۔

افادات:- پہلے زمانہ میں جو حاکم ہوا کرتے تھے امامت کی ذمہ داری انہیں کی ہوا کرتی تھی، بعد میں ایسے حکّام آنے لگے جو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے تو پھر دونوں عہدے منقسم ہوئے، ورنہ خود نبیٔ کریم (ﷺ) نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ میں نماز کی امامت کرائی، آپ (ﷺ) کے بعد جب حضراتِ خلفائے راشدین کا دور آیا تو سب ہی اپنے اپنے زمانے میں جہاں حکومت کے اختیارات سنبھالتے تھے، وہیں نماز کی امامت کی ذمہ داری بھی انہیں کی ہوا کرتی تھی۔ ان کے بعد کچھ خلفاء تک یہ سلسلہ رہا، اور وہ جن لوگوں کو اپنے علاقہ میں حاکم مقرر کرتے تھے، یا کسی شہر میں کسی کو گورنر بناتے تھے؛ وہاں کی امامت کی ذمہ داری بھی انہیں کی ہوا کرتی تھی۔

بہترین لوگ

حدیث ۱۸۳۹:-

وعنه -رضی الله عنه-: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [البقرة:۱۱۰] قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الإِسْلَامِ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ باری تعالیٰ کے ارشاد: تم بہترین امّت ہو، لوگوں کے حق میں بھلائی کے لیے پیدا کئے گئے ہو، اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: دوسری تمام امتوں کے مقابلہ میں تمہارا وجود سب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے بہتر ہے، لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ کر، ان کے گلوں میں زنجیر ڈال کر لائیں گے، یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

پابہ زنجیر جنت میں

حدیث ۱۸۴۰:-

وعنه عن النبیّ (ﷺ) قال: ((عَجِبَ اللهُ-عزوجل-مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.)) (رواهما البخاری)

معناه: يُؤْسَرُونَ وَيُقَيَّدُونَ ثُمَّ يُسْلِمُونَ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (ﷺ) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ بڑے خوش ہوتے ہیں ان لوگوں سے جو جنت میں زنجیروں کے ساتھ داخل ہوں گے۔

افادات:- یعنی غیر مسلموں کے ساتھ جنگ ہوئی جس میں کچھ لوگ قید پکڑے گئے، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھا گیا، لیکن اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا، اس لیے کہ اگر جبری طور پر کوئی آدمی ایمان لاتا ہے تو وہ دل سے مؤمن نہیں ہوتا۔ جب ان کو اسلامی ماحول ملا اور مسلمانوں کے اعمال، اخلاق اور خوبیاں دیکھیں جس کی وجہ سے ان کے دل میں ایمان داخل ہوا اور وہ اسلام لائے۔ گویا قید کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام و مسلمانوں کی خوبیاں دیکھنے کا موقعہ دیا تو وہ اسلام لائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ثمامہ بن اُثال (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت ثمامہ بن اُثال (رضی اللہ عنہ) قبیلۂ بنو حنیفہ کے سرداروں میں سے تھے، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کی ایک ٹکڑی ایک علاقہ میں حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ عنہ) کی سرکردگی میں بھیجی، جب وہ لوگ وہاں سے واپس لوٹ رہے تھے تو قبیلۂ بنو حنیفہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اُثال (رضی اللہ عنہ) کی -جو اپنے علاقہ سے عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جارہے تھے- صحابۂ کرام کی جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی، صحابہؓ نے اُن کو قید کرلیا اور مسجدِ نبوی میں حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا۔ اُس زمانہ میں مستقل کوئی قید خانہ نہیں تھا، اور نہ ہی کوئی مہمان خانہ تھا۔ جو مہمان حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آتے تھے ان کو بھی، اور قیدیوں کو بھی مسجدِ نبوی ہی میں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں کی نماز اور اسلامی ماحول دیکھتے تھے، جس کا ان کی طبیعتوں پر اثر ہونا لازمی تھا۔ حضرت ثمامہ کو بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھوادیا۔ دوسرے دن فجر کی نماز کے لیے جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو ان سے پوچھا: کیا حال ہے اور میرے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے متعلق میرا خیال اچھا ہی ہے، اگر آپ میرے قتل کا حکم صادر کریں گے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک ایسے آدمی کے قتل کا حکم صادر کریں گے جو قتل کا حقدار ہے۔ اور اگر آپ مجھے معاف کرکے مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار آدمی پر احسان کریں گے۔ اور اگر آپ کو مال چاہیے تو فرمائیے کہ کتنا مال چاہیے؟ وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پیش کر دیا جائے گا۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن پھر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس سے گزرے تو وہی سوال پوچھا۔ اُس وقت انہوں نے کہا: اگر آپ معاف کر دیں گے تو ایک شکر گزار آدمی پر احسان کریں گے، اور آپ سے یہی توقع ہے۔ تیسرے دن پھر وہی سوال پوچھا تو انہوں نے کہا: میرا وہی جواب ہے جو میں دے چکا ہوں ۔ اب وہ تین دن مسجد میں رہے تھے اور حضراتِ صحابہ کے اعمال دیکھے تھے تو ان کے دل میں ایمان آچکا تھا، چناں چہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ ان کو کھول دو۔ ان کو کھول دیا گیا، وہیں مسجد کے قریب کھجور کے درختوں کا جھنڈ تھا، وہ سیدھے وہاں تشریف لے گئے، غسل کیا اور فوراً نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ لیا، پھر عرض کیا کہ: آج سے پہلے میرے نزدیک آپ کی ذات سے زیادہ مبغوض اور قابلِ دشمنی اور کوئی ذات نہیں تھی، اور اب آپ کی ذات سے زیادہ محبوب اور کوئی ذات نہیں ہے۔ اورآج سے پہلے آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض کوئی شہر نہیں تھا، اور اب آپ کے شہر سے زیادہ محبوب کوئی شہر نہیں۔ یہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہوں کی تاثیر تھی کہ بڑے سے بڑا کافر بھی ایک مرتبہ آپ کے پاس آگیا تو اس کے دل کی کایا پلٹ جاتی تھی۔

پھر انہوں نے عرض کیا: میں اپنے علاقہ سے بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلا تھا کہ آپ کے لوگوں نے مجھے راستہ میں پکڑ لیا، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: آپ عمرہ کے ارادہ سے نکلے ہو تو عمرہ کرکے اپنے گھر واپس جاؤ، چناں چہ وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ان کے مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کے سارے واقعہ کی تفصیل مکہ مکرمہ پہنچ چکی تھی اور

مکہ والوں کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ ایمان لاچکے ہیں، جب یہ مکہ مکرمہ پہنچے تو کسی نے ان کو طعنہ دیا کہ یہ اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ میں حضور اکرم (ﷺ) پر ایمان لایا ہوں۔ اور چوں کہ مکہ مکرمہ والے گیہوں کی جو روٹیاں کھاتے تھے وہ گیہوں یمامہ سے ہی آتے تھے، تو انہوں نے کہا: اب یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی یہاں نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ نبیٔ کریم (ﷺ) اجازت دیں۔ چناں چہ وہ یمامہ گئے اور گیہوں بند کر دیئے۔ مکہ والے پریشان ہوگئے تو مجبور ہو کر ابو سفیان نے - جو اُس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے - مدینہ منورہ حضورِ اکرم (ﷺ) کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ تو لوگوں کو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ثمامہ نے ہمارا غلّہ بند کر دیا ہے، آپ ان کو لکھ بھیجیں کہ وہ غلہ بھیجنا بدستور جاری کر دیں۔ حضورِ اکرم (ﷺ) نے حضرت ثمامہؓ کو خط لکھا کہ ان کا غلّہ بند نہ کیا جائے۔ (بخاری شریف، باب وفد بني حنيفة)

وہ کہاں اور تم کہاں!

اسی سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جن کے ساتھ باقاعدہ جنگ جاری ہو، ان کی بھی بنیادی ضرورتیں - کھانا، پینا وغیرہ - بند نہیں کی جائیں گی۔ دیکھو! یہاں مکہ والوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ تھی، کوئی صلح بھی نہیں ہوئی تھی، گویا مکہ والے اہلِ حرب تھے، پھر بھی نبیٔ کریم (ﷺ) نے ان کا غلہ بند کرنے سے حضرت ثمامہ بن اثالؓ کو منع فرمایا۔ لیکن آج کل کی سُدھری ہوئی اور ترقی یافتہ دنیا اور حقوقِ انسانی کے اتنے بلند بانگ دعوے کرنے والوں کا عمل دیکھو کہ جب وہ کسی سے رُوٹھتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں تو ساری بنیادی ضرورتوں پر روک لگا دیتے ہیں یہاں تک کہ دوائیاں تک بند کر دیتے ہیں؛ یہ کہاں کی ترقی اور حقوقِ انسانی کا کیسا دعویٰ ہے!

محبوب ترین اور مبغوض ترین جگہیں

حدیث ۱۸۴۱ :-

وعنه عن النبيّ (ﷺ) قال: ((أَحَبُّ البِلادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ البِلاَدِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: زمین کے تمام حصوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ حصے مسجدیں ہیں، اور زمین کے حصوں میں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ حصے بازار ہیں۔

افادات:- مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، کتاب اللہ کی تلاوت کی جاتی ہے، بھلائی کی باتیں کی جاتی ہیں، تعلیم و تعلّم کا سلسلہ رہتا ہے، یہ سارا خیر ہی خیر ہے، اس لیے اس کو "اَحبُّ الْبِلَاد" کہا گیا۔ اور بازاروں میں دغابازی، دھوکہ دہی، جھوٹی قسمیں اور لوگوں کے ساتھ خیانت کا معاملہ ہوتا ہے؛ اس لیے اس کو "أَبْغَضُ الْبِلَاد" کہا گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بازار شیطان کا دار السلطنت ہے

حدیث ۱۸۴۲:-

وعن سلمان الفارسی -رضی اللہ عنہ- من قولہِ قال: لاَتَکُونَنَّ إن اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ یَدْخُلُ السُّوقَ، وَلاَ آخِرَ مَنْ یَخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا يَنْصبُ رَايَتَهُ. (رواہ مسلم ھکذا.)

ورواہ البرقانی فی صحیحہٖ: عن سلمان، قال: قال رسولُ اللہِ -(ﷺ)- : ((لاَ تَکُنْ أَوَّلَ مَنْ یَدْخُلُ السُّوقَ، وَلاَ آخِرَ مَنْ یَخْرُجُ مِنْهَا. فِیهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ))

ترجمہ:- حضرت سلمان فارسی(رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو سب سے پہلے بازار میں جانے والے نہ بنو، اور مارکیٹ سے سب سے آخر میں آنے والے مت بنو (مطلب یہ ہے کہ جتنا کم وقت مارکیٹ میں لگا سکتے ہو؛ لگاؤ۔ سب سے پہلے جاؤ گے اور سب سے آخر میں نکلو گے تو زیادہ وقت مارکیٹ میں لگے گا۔ پھر آگے اس کی وجہ بتلائی) اس لیے کہ وہ شیطان کا میدان ہے، اور وہیں شیطان اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔

اور بُرقانی نے حضرت سلمان فارسی(رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا ہے کہ نبیٔ کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے بازار میں جانے والے مت بنو، اور سب سے آخر میں وہاں سے واپس آنے والے مت بنو، اس لیے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں شیطان نے انڈے بھی دئے اور بچّے بھی جنے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ''فَرَّخَ'' یعنی جیسے مرغی انڈے سیتی ہے، اسی طرح شیطان کے انڈے بھی یہیں بنتے ہیں اور بچّے بھی یہیں بنتے ہیں۔ اس لیے اگر شیطان کے اثرات سے بچنا ہو تو ضروری ہے کہ آدمی بازار کے ساتھ کم سے کم تعلق رکھے۔

بازار گویا شیطان کا دارالسلطنت ہے، اگر کاروبار کرنے کے لیے وہاں جانا ہے تو کاروبار کرنے کی حد تک جاؤ، ویسے ہی وہاں بیٹھنے کی عادت مت ڈالو۔ بہت سے لوگوں کا مزاج ایسا بنا ہوا ہے کہ اگر بازار میں نہ جائیں تو گویا ان کا کھانا ہی ہضم نہیں ہوتا حالاں کہ ان کی وہاں نہ کوئی دوکان ہے، نہ کوئی کاروبار ہے، پھر بھی دوسروں کی دوکان پر جاکر ویسے ہی بیٹھتے ہیں، ان کو مسجد میں بیٹھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

حضور اکرم (ﷺ) کی امت کے لیے دعائے مغفرت

حدیث ۱۸۴۳:-

وعن عاصمٍ الأحوَلِ، عن عبدِ اللهِ بن سَرْجِسَ -رضی الله عنه- قال: قلتُ لِرسولِ اللهِ -(ﷺ)-: یا رسولَ اللهِ، غَفَرَ اللهُ لَكَ، قال: ((وَلَكَ)) قال عاصمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَسْتَغفرَ لَكَ رسُولُ اللهِ -(ﷺ)- ؟ قال: نَعَمْ وَلَكَ، ثُمَّ تَلاَ هٰذِهِ الآيَة: {وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ} [محمد:۱۹] (رواه مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عاصم احولؒ (تابعی) حضرت عبداللہ بن سرجس (رضی اللہ عنہ) سے نقل کرتے ہیں (حضرت عبداللہ بن سرجس (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ حضورِ اکرم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقعہ

پر اور باتیں بھی ہوئی تھی، انہیں میں سے یہ ہے کہ) انہوں نے حضورِ اکرم (ﷺ) سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اس پر حضورِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ جب انہوں نے یہ روایت نقل کی تو عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: اللہ کے رسول (ﷺ) نے آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں؛ اور تمہارے لیے بھی فرمائی۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اے نبی! اپنے آپ کے لیے اور اہلِ ایمان مرد اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے (جب اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دعائے مغفرت کا حکم دیا ہے تو ظاہر ہے کہ آپ (ﷺ) نے اس پر عمل فرمایا ہے، لہٰذا اس میں تم بھی آ گئے)

افادات:- "اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے" یہاں علماء نے لکھا ہے کہ حضورِ اکرم (ﷺ) کے لیے مغفرت کی نسبت کی جائے تو اس کا مطلب یہ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اکرم (ﷺ) کے درجات بلند کئے جائیں، اور آپ (ﷺ) کی تعظیم و تکریم کی جو بھی شکلیں ہو سکتی ہیں وہ سب اس دعا کے نتیجے میں آپ (ﷺ) کو ملیں گی۔

بے شرم بن، پھر جو چاہے کر

حدیث ۱۸۴۴:-

وعن أبي مسعودٍ الأنصاري - رضي الله عنه - قال: قال النبيّ (ﷺ) -: ((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)). (رواه البخاري)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:– حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگلے انبیاء کی تعلیمات اور ان کے کلام میں سے ایک کلمہ اور جملہ یہ بھی ہے کہ "جب تمہارے اندر حیا کا مادہ نہ ہو؛ تو پھر جو چاہے کرو۔"

افادات:– حیا اور شرم ایسی چیز ہے جو آدمی کو ایسے تمام کاموں سے بچاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ہوں۔ یہی وہ صفت ہے جو آدمی کو گناہوں سے روکتی ہے۔ اگر کسی آدمی نے حیا ہی کو ختم کر دیا تو پھر شرم وحیا کی وجہ سے جن برے کاموں سے اپنے آپ کو بچاتا تھا ان سے بچنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ فارسی کی کہاوت ہے: "بے حیا باش؛ وہر چہ خواہی کن" بے شرم بن جا، پھر جو چاہے کر۔ اسی لیے حیا کو ایمان کی ایک بڑی شاخ کہا گیا۔ حدیثِ پاک میں ہے: "اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ" اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

قیامت کا سب سے پہلا فیصلہ

حدیث ۱۸۴۵ :-

وعن ابن مسعودٍ - رضی الله عنه - قال: قالَ رسُولُ الله -(ﷺ)- :- ((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ القِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ)). (متفق علیه)

ترجمہ:– حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون کے سلسلہ میں فیصلہ کیا جائے گا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- یعنی کسی نے کسی کو قتل کیا، کسی کی جان کو نقصان پہنچایا، تو وہاں سب سے پہلے اسی کے فیصلے ہوں گے۔ بعض روایتوں میں نماز کے متعلق آتا ہے۔ تو علماء نے دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں نماز کے متعلق پہلا فیصلہ ہوگا، اور بندوں کے حقوق کے سلسلہ میں جان سے متعلق پہلا فیصلہ ہوگا۔

کون کس چیز سے بنا؟

حدیث ۱۸۴۶:-

وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسولُ اللهِ-(ﷺ) -: ((خُلِقَتِ المَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الجَانُّ مِنْ مَارِجٍ من نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: فرشتے نور سے پیدا کئے گئے، اور جانّ کو آگ کی لپک (یعنی آگ میں سے جو شعلہ نکلتا ہے جس میں دُھویں کا بھی اثر ہوتا ہے، اس) سے پیدا کیا گیا، اور حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا کئے گئے۔

افادات:- جانّ سے مراد کیا ہے؟ تو بعض نے کہا کہ ابلیس مراد ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد جنات کی جنس ہے، جیسے انسان ایک جنس ہے اسی طرح جنات بھی ایک جنس ہے۔ بعض حضرات نے جنوں کا جدِ اعلیٰ کو "جانّ" قرار دیا، جیسے انسانوں کے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم (علیہ السلام) ہیں، اسی طرح جنات کے جدِ اعلیٰ کا نام "جانّ" ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرآنِ کریم کا عملی نمونہ

حدیث ۱۸۴۷ :-

وعنہا رضی اللہ عنہا قالت: کان خُلُقُ نَبِیِّ اللہِ (ﷺ) -القُرآن (رواہُ مسلم فی جملۃ حدیث طویل)

ترجمہ:-(ایک مرتبہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے نبیِ کریم (ﷺ) کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا، تو) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: حضور اکرم (ﷺ) کے اخلاق قرآن ہی ہیں۔

افادات:-یعنی جو کچھ قرآنِ پاک میں علمی طور پر ہے وہی سب کچھ حضورِ اکرم (ﷺ) کی ذاتِ بابرکات میں عملی طور پر موجود تھا۔ گویا کسی کو قرآنِ کریم کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو وہ حضورِ اکرم (ﷺ) کی ذاتِ بابرکات کو دیکھ لے۔

مؤمن اور کافر کی موت کا منظر

حدیث ۱۸۴۸ :-

وعنہا قالت: قال رسُولُ اللہِ (ﷺ) :((مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللہِ أَحَبَّ اللہُ لِقَاءَہُ، وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللہِ کَرِہَ اللہُ لِقَاءَہُ)) فقلتُ: یا رسولَ اللہِ! أَکَرَاهِیَۃُ المَوتِ، فَکُلُّنَا نَکْرَہُ المَوتَ ؟ قال: ((لَیْسَ کَذَلِكَ، ولکِنَّ المُؤْمِنَ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَۃِ اللہِ وَرِضْوَانِہِ وَجَنَّتِہِ أَحَبَّ لِقَاءَ اللہِ فَأَحَبَّ اللہُ لِقَاءَہُ، وإِنَّ الکَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللہِ وَسَخَطِہِ کَرِہَ لِقَاءَ اللہِ وکَرِہَ اللہُ لِقَاءَہُ)). (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچیں اور اللہ تعالیٰ کا اعمالِ صالحہ پر اجر کا جو وعدہ ہے وہ ہم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہاں اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے مراد موت ہے؟ اور موت کو تو ہم میں سے ہر آدمی ناپسند کرتا ہے؟ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ایسی بات نہیں ہے (بلکہ اس کو یوں سمجھو کہ جب تک موت کا مقررہ وقت نہیں آیا ہے وہاں تک تو آدمی کے دل میں ایسا خیال، جذبہ اور اُمنگ و تمنّا ہوتی ہے کہ اور موقع مل جائے) لیکن مؤمن کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب (اس کی موت کا مقررہ وقت آجاتا ہے، اور جس گھڑی اس کی روح نکالی جانے والی ہوتی ہے، اس سے کچھ پہلے) اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی رحمتیں اور جنّت کے درجات (جو اس کو حاصل ہونے والے ہیں اس) کی بشارت سنائی جاتی ہے (وہاں کے مناظر دکھلائے جاتے ہیں، تو عین اس گھڑی میں جب کہ اس کی روح قبض کی جانے والی ہوتی ہے اس کے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے (اس کا جی چاہتا ہے کہ بس میں دنیا سے جلدی سے نکل جاؤں) اور اس وقت اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ اور کافر کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب (اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو عین اس گھڑی میں جب اس کی روح قبض کی جانے والی ہوتی ہے، اس سے کچھ پہلے) اس کو جہنم میں جو عذاب ہونے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے نتیجہ میں اس کے ساتھ جو معاملہ کیا جانے والا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے، وہ ساری چیزیں اس کو دکھلائی جاتی ہیں، اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

افادات:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوال کا حاصل یہ تھا کہ موت کو تو ہر انسان طبعی طور پر ناپسند اور ناگوار سمجھتا ہے، کون ہے جو موت کو چاہتا ہو؟ ہر آدمی چاہتا ہے کہ جتنی ٹل سکتی ہے؛ ٹل جائے، لیکن حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس سے اگر موت مراد لی جائے تب بھی عین وہ گھڑی جو آدمی کے لیے اللہ کی طرف سے موت کی مقرر ہے، اس سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بشارتیں دی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے مؤمن کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے

حدیث ۱۸۴۹:-

وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ صَفِيَّةَ بنتِ حُيَيٍّ رَضىَ اللهُ عَنها قالتْ: كان النبيُّ -(صلی اللہ علیہ وسلم)- مُعْتَكِفاً، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيلاً، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لأَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، فَمَرَّ رَجُلاَنِ مِنَ الأَنْصَارِ رضىَ اللهُ عَنهُما، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ-(صلی اللہ علیہ وسلم)- أَسْرَعَا. فقال -(صلی اللہ علیہ وسلم)-: ((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)) فَقَالاَ: سُبْحانَ اللهِ يَا رسولَ اللهِ. فقالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرّاً - أَوْ قَالَ: شَيْئاً -)). (متفق عليه)

ترجمہ مع تشریح:- امُّ المؤمنین حضرت صفیّہ بنت حیّ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اعتکاف میں تھے، ایک مرتبہ رات کو مَیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت اور ملاقات کے لیے حاضر ہوئی (دوسری روایتوں سے معلوم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوتا ہے کہ وہاں اور ازواجِ مطہرات بھی تھیں، وہ سب ہی حضورِ اکرم (ﷺ) کی ملاقات کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں معتکف کی ملاقات کے لیے جہاں اور لوگ آتے ہیں، وہیں اگر اس کے گھر والے بھی آنا چاہیں تو آسکتے ہیں، اور ان کے ساتھ مباح اور جائز قسم کی گفتگو بھی کی جا سکتی ہے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ دوسری ازواجِ مطہرات کے بعد حضرت صفیّہ (رضی اللہ عنہا) پہنچی تھیں، جب تمام ازواجِ مطہرات واپس جانے لگیں تو چوں کہ دوسروں کے حجرے قریب تھے اور حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) کا حجرہ دُور تھا، اور حضور (ﷺ) کسی کام میں مشغول تھے، اس لیے حضورِ اکرم (ﷺ) نے اِن سے کہا: تم ٹھہر جاؤ، مَیں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، تو یہ ٹھہر گئیں، جب آپ (ﷺ) اس کام سے فارغ ہوئے) تو مجھے چھوڑنے کے لیے آپ (ﷺ) (مسجد کی حد تک) تشریف لائے (اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر معتکف کی ملاقات کے لیے کوئی آدمی آیا ہو، اور اس کے اکرام کے طور پر اس کو چھوڑنے کے لیے مسجد کی حدود تک وہ آئے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے) اس وقت دو انصاری صحابی وہاں سے گزرے، جب انہوں نے حضورِ اکرم (ﷺ) کو دیکھا (اور یہ بھی دیکھا کہ آپ کے ساتھ کوئی خاتون ہے) تو وہ دونوں صحابی جلدی سے لوٹنے لگے، حضورِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا: ٹھہر جاؤ؛ یہ صفیہ بنت حیّ ہے (ان دونوں حضرات کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ کیا حضورِ اکرم (ﷺ) کے قلبِ مبارک میں یہ خیال آیا کہ ہمیں آپ پر کوئی بدگمانی ہوئی ہو گی، اس لیے) انہوں نے کہا: سبحان اللہ؛ اے اللہ کے رسول! (یعنی ہم اپنے دل میں کوئی ایسا خیال لا بھی نہیں سکتے، آپ کو یہ وضاحت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟) تو حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کے اندر ایسا گردش کرتا ہے جیسے خون

انسان کے جسم میں اپنے اثرات ڈالتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ آجائے (اور اگر کسی مؤمن کے دل میں حضورِ اکرم (ﷺ) کے متعلق کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی تو وہ تو ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے آپ نے ان کی حفاظت اور خیر خواہی کے لیے یہ وضاحت فرمادی تاکہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔)

افادات:- اسی سے دلیل پکڑتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ مقتدا اور پیشوا لوگوں کو اپنا طرزِ عمل اس انداز سے رکھنا چاہیے کہ کسی کو ان پر بدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔ اگرچہ کسی کے ساتھ بلا کسی سبب کے بدگمانی کرنا گناہ ہے، لیکن لوگوں کو بدگمانی میں ڈالنے کے اسباب پیدا کرنا بھی منع ہے۔ اگر ہمارا کوئی کام ایسا ہے جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ کسی کو شاید کوئی خیال آجائے گا تو اس کی وضاحت کر دینا مناسب ہے، خاص کر کے جو مقتدا اور اہلِ علم ہیں ان کے لیے تو بہت ہی زیادہ ضروری ہے، تاکہ ان کے فیض سے لوگ محروم نہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہو گی، اور پھر اس کے ذریعہ ان کو فائدہ نہیں ہوگا۔

غزوۂ حنین

حدیث ۱۸۵۰:-

وعن أبي الفضل العباس بن عبد المطلب - رضی الله عنه - قال: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ - (ﷺ) - يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَزِمْتُ أنا وأبو سُفْيَانَ بن الحارثِ بن عبد المطلب رَسُول الله - (ﷺ) -. فَلَمْ نُفَارِقْهُ، وَرَسُولُ اللهِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(ﷺ) -عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ، فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ، وَلَّى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ -(ﷺ) - يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وأنا آخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُولِ اللهِ -(ﷺ) - أَكُفُّهَا إِرَادَةَ أَنْ لاَ تُسْرِعَ، وأبُو سُفْيَانَ آخِذٌ بِرِكَابِ رَسُولِ اللهِ -(ﷺ) -. فقالَ رَسُولُ اللهِ -(ﷺ) -:((أيْ عَبَّاسُ، نَادِ أصْحَابَ السَّمُرَةِ)). قالَ العَبَّاسُ -وَكَانَ رَجُلاً صَيِّتاً- فَقُلْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي: أيْنَ أصْحَابُ السَّمُرَةِ، فَوَاللهِ لَكَأنَّ عَطْفَتَهُمْ حِينَ سَمِعُوا صَوْتِي عَطْفَةُ البَقَرِ عَلَى أَوْلاَدِهَا، فقالوا: يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ، فَاقْتَتَلُوا هُمْ وَالْكُفَّارُ، وَالدَّعْوَةُ في الأنْصَارِ يَقُولُونَ: يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ، يَا مَعْشَرَ الأنْصَارِ، ثُمَّ قَصُرَتِ الدَّعْوَةُ عَلَى بَنِي الحَارِثِ بْنِ الخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ -(ﷺ) -وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا إِلَى قِتَالِهِمْ، فَقَالَ: ((هَذَا حِينَ حَمِيَ الوَطِيسُ))، ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ - (ﷺ) -حَصَيَاتٍ فَرَمَى بِهِنَّ وُجُوهَ الْكُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: ((انْهَزَمُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ))، فَذَهَبْتُ أنْظُرُ فَإِذَا القِتَالُ عَلَى هَيْئَتِهِ فِيما أرَى، فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلاَّ أنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ، فَمَا زِلْتُ أرَى حَدَّهُمْ كَلِيلاً وَأَمْرَهُمْ مُدْبِراً. (رواه مسلم)

((الوَطِيسُ)) التَّنُّورُ، ومعناهُ: اشْتَدَّتِ الحَرْبُ. وقوله: ((حَدَّهُمْ)) هو بالحاء المهملة: أيْ بَأْسَهُمْ.

ترجمہ مع تشریح:-ابوالفضل حضرت عباس بن عبد المطلب(رضی اللہ عنہ)-جو حضورِ اکرم (ﷺ) کے چچاہیں - فرماتے ہیں کہ مَیں حضورِ اکرم (ﷺ) کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوا تو میں نے اور حضرت ابوسفیان بن حارث (رضی اللہ عنہ) نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو لازم پکڑ لیا (یعنی ہم حضور (ﷺ) کے ساتھ ہی رہے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور (ﷺ) کے خچّر کی لگام حضرت عباسؓ نے اور رِکاب حضرت ابوسفیان بن حارثؓ نے پکڑی ہوئی تھی) اور حضور (ﷺ) اپنے سفید خچّر کے اوپر سوار تھے، جب مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان مڈبھیڑ ہوئی تو (اچانک حملہ کی وجہ سے) مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ حضورِ اکرم (ﷺ) اس حالت میں بھی اپنے خچّر کو ایڑ لگا کر کفار کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ مَیں حضورِ اکرم (ﷺ) کے خچّر کی لگام پکڑے ہوئے

تھا اور مَیں اس خچّر کو روکنا چاہتا تھا کہ تیزی سے آگے نہ بڑھے، اور حضور (ﷺ) اس کو ایڑ لگاکر تیزی سے آگے بڑھانا چاہتے تھے (یہ حضور (ﷺ) کی شجاعت و بہادری کی بات ہے۔ اسی لیے ایک صحابی نقل کرتے ہیں کہ جو صحابی میدانِ جنگ میں حضور (ﷺ) سے زیادہ قریب ہوتا تھا وہ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ میدانِ جنگ میں جو جگہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتی تھی حضور (ﷺ) وہاں موجود ہوتے تھے) اور حضرت ابو سفیان بن حارث (رضی اللہ عنہ) حضور (ﷺ) کی رِکاب تھامے ہوئے تھے جب مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: اے عباس! کیکر والوں کو آواز دو (''اصحاب السمرۃ'' یعنی کیکر والے۔ حدیبیہ کے موقعہ پر کیکر کے درخت کے نیچے جن لوگوں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی، جن کو ''اصحابِ بیعت الرضوان'' بھی کہا جاتا ہے، جس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آیت (۱) نازل فرمائی جس میں ان کو اپنی خوشنودی کا پروانہ عطا کیا۔ حضرت عباسؓ بلند آواز والے آدمی تھے، ان کی آواز اتنی بلند تھی کہ جبلِ سلع پر کھڑے ہو کر رات کے آخری حصہ میں جب وہ اپنے غلاموں کو جو غابہ میں بکریاں چَرا رہے ہوتے تھے آواز دیتے تھے تو ان کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی، حالاں کہ جبلِ سلع اور غابہ کے درمیان بارہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اور ان کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب کبھی وہ اپنی بکریاں چَرانے جاتے تھے اور بھیڑیا آتا تھا تو اتنی زور سے آواز لگاتے تھے کہ بھیڑیے کا پتہ پھٹ جاتا تھا) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آواز سے کہا: حضور کے ہاتھ پر کیکر کے نیچے بیعت کرنے والے کہاں ہیں؟

(۱) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب میری آواز ان صحابہ نے سنی تو ایسے پلٹے، جیسے گائے اپنے بچے کی طرف پلٹتی ہے (گائے جب اپنے بچے کی طرف پلٹتی ہے تو کسی کا خیال نہیں کرتی، سب کو روند ڈالتی ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ صحابہ نے جب یہ آواز سنی تو ان کی ایسی حالت ہوگئی کہ اتنی جلدی سے پلٹنا چاہا کہ جو اونٹوں پر سوار تھے اور ان کے اونٹ جلدی سے پلٹ نہیں سکے تو انہوں نے اپنی زرہیں نکال کر اونٹوں کی گردنوں میں ڈالیں اور اپنی تلوار اور ڈھال لے کر پیدل ہی حضور (ﷺ) کی طرف دوڑ پڑے) اور "ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں" کہتے ہوئے لپکے اور کفار کے ساتھ مقابلہ شروع کیا۔ اور انصار کو بلانے کے لیے یہ ندا دی گئی تھی: اے انصار کی جماعت، اے انصار کی جماعت۔ چناں چہ وہ بھی آئے۔ اور انصار کے قبیلۂ خزرج کا ایک خاندان بنو حارث ہے، ان کا نام لے کر بھی پکارا تو وہ بھی دوڑ کر پہنچے (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان پلٹے اور کافروں پر جھپٹے) اس وقت حضور (ﷺ) اپنے خچّر پر سوار تھے، اور آپ اپنا سرِ مبارک اونچا کر کے صحابہ کے اس مقابلہ کو دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اب میدان گرم ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ (ﷺ) نے کچھ کنکر لیے (روایتوں میں آتا ہے کہ جب آپ جھکے تو آپ کا خچّر بھی جھکا اور آپ نے مٹھی بھری) اور وہ کافروں کی طرف پھینکے، اور فرمایا: محمد (ﷺ) کے رب کی قسم! یہ لوگ شکست کھا گئے (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ) میں دیکھ رہا تھا کہ جنگ اسی طرح برابر جاری تھی، اللہ کی قسم! جیسے ہی حضورِ اکرم (ﷺ) نے یہ کنکریاں ڈالیں تو دشمنوں کی دھار کُند (بُھٹّی) ہوگئی، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔

افادات:- "حنین" مکہ مکرمہ سے طائف جاتے ہوئے عرفات کے بعد راستہ میں ایک جگہ آتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ذوالمجاز نامی ایک بازار لگا کرتا تھا، اسی کے دامن میں یہ وادی واقع ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"غزوۂ حنین" دورِ نبوت میں جو غزوات اور جنگیں پیش آئیں ان میں سے ایک غزوہ ہے۔ ۸ھ میں نبیٔ کریم (ﷺ) نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا اور چوں کہ مکہ مکرمہ کے آس پاس کے علاقہ میں ایک بڑا قبیلہ ہَوازِن آباد تھا جس کی مختلف شاخیں تھیں، بنو سعد بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جو نبیٔ کریم (ﷺ) کی رضاعی ماں کا قبیلہ ہے۔ اور قبیلۂ ثقیف طائف میں آباد تھا۔ قریش کا تو اپنا سب سے اونچا مقام تھا ہی، لیکن یہ دونوں قبائل (ہَوازن اور ثقیف) بھی زمانۂ جاہلیت میں امتیازی شان اور اہمیت کے حامل تھے، اور دونوں جنگجو اور لڑاکو قبائل سمجھے جاتے تھے۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور قریش نبیٔ کریم (ﷺ) کے تابع ہو گئے تو ان دونوں قبیلے کے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ مکہ مکرمہ تو فتح ہو گیا، اب یقیناً ہماری باری ہے، اور اب یہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لیے ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ وہ ہم پر لشکر لے کر آویں اس سے پہلے ہم ہی کیوں نہ تیاری کر لیں اور ان پر حملہ کر دیں۔ چناں چہ ہوازن کی جتنی بھی شاخیں تھی ان کے تمام سردار آپس میں ملے اور مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہمیں مسلمانوں پر چڑھائی کرنی ہے۔ دو تین قبیلے بنو کعب، بنو کلاب وغیرہ ایسے بھی تھے جنھوں نے اس میں حصّہ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ: محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں ساری دنیا آئے گی تب بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتی، اس لیے ہم اس میں حصّہ لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اکثر قبائل نے اس میں حصّہ لیا۔ ان کا لشکر تیار ہوا اور مالک بن عوف نضری جو قبیلۂ نضر کا سردار تھا، وہ بڑا سپہ سالار اور رئیسِ اعلیٰ قرار پایا۔ اس نے سب کو اس بات کا پابند کیا کہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے جانوروں کو اپنے ساتھ لیں۔ اس نے اس خیال سے یہ تدبیر اختیار کی تھی کہ جب بیوی بچّے بھی میدانِ جنگ میں ساتھ ہوں گے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی خوب جم کر لڑے گا، اور میدان سے بھاگے گا نہیں۔ اس کو یہ ڈر لگے گا کہ اگر میں بھاگ جاؤں گا تو میرے بیوی بچّے ہلاک ہو جائیں گے۔

جب نبی کریم (ﷺ) کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ لشکر جمع کر رہے ہیں، اور حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو نبی کریم (ﷺ) نے ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد ؓ کو تحقیق و تفتیش کے لیے بھیجا کہ تم جاؤ اور ان کے درمیان ایک دو دن رہو، اور پتہ چلاؤ کہ ہم نے جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ چناں چہ وہ گئے اور ایک دو دن ان کے درمیان رہے اور سارے حالات سے باخبر ہو کر نبی کریم (ﷺ) کو اطلاع دی کہ بات بالکل صحیح ہے، وہ لوگ حملے کا ارادہ رکھتے ہیں اور تیاریاں کر چکے ہیں۔ تو حضورِ اکرم (ﷺ) نے مناسب سمجھا کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں اس سے پہلے ہم ہی ان کا جواب دیں۔ چناں چہ ماہِ شوال کی آٹھ تاریخ کو نبی کریم (ﷺ) مکہ مکرمہ سے حنین کے لیے روانہ ہوئے جس وقت مدینہ منورہ سے چلے تھے تو دس ہزار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا لشکر ساتھ تھا اور مکہ مکرمہ کے جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ان میں سے بھی بعض حضرات ساتھ تھے، اور جو لوگ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ایسے بھی بعض لوگ تماشہ دیکھنے کے لیے ساتھ ہو گئے تھے، اور ایسے لوگوں کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، اس طرح ایک قول کے مطابق کل بارہ ہزار کی تعداد تھی۔

جب حضورِ اکرم (ﷺ) روانہ ہونے لگے تو راستہ میں ایک آدمی کی زبان سے یہ جملہ نکلا: ”لَنْ نُّغْلَبَ الْیَوْمَ عَنْ قِلَّۃٍ “آج تعداد کی کمی کی وجہ سے ہم شکست نہیں کھائیں گے۔ نبی کریم (ﷺ) کے گوشِ مبارک میں جب یہ جملہ پہنچا تو آپ کو بڑا ناگوار گزرا۔ چوں کہ اس جملہ کا مطلب یہ تھا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کثرت ہی لوگوں کے لیے کامیابی اور فتح کا سبب بنتی ہے، گویا اس قائل کی نظر اسباب کی طرف ہوئی، اور ایمان والوں کی نظر تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونی چاہیے۔ آگے جا کر یہی جملہ خطرناک ثابت ہوا۔

نبی کریم (ﷺ) منگل کے دن شام کو وادئ حنین میں پہنچے تھے، اور بدھ کی صبح کو جب مقابلہ کے لیے آگے بڑھے تو شروع شروع میں ان لوگوں نے پسپائی اختیار کی جس سے صحابۂ کرامؓ یوں سمجھے کہ یہ لوگ شکست کھا رہے ہیں، اور ان کی پسپائی کو دیکھ کر کچھ لوگ مالِ غنیمت کو حاصل کرنے میں پڑ گئے، دراصل انہوں نے پہلے سے ہی ایسی تدبیر اختیار کر رکھی تھی کہ پہاڑوں میں اپنے تیر اندازوں اور تلوار بازوں کو چھپا رکھا تھا۔ جب مسلمان یہ سمجھ کر آگے بڑھے کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں تو اچانک ان لوگوں نے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے بہت سوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، لیکن نبی کریم (ﷺ) اپنے خچّر پر سوار اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمے رہے۔ آپ کے ساتھ حضراتِ صحابہ میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت ابو سفیان بن حارثؓ ان کے صاحبزادے حضرت جعفر بن ابی سفیانؓ اور حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ کچھ لوگ تو میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے اور کچھ لوگ وہ بھی تھے جو حضور (ﷺ) سے دور تھے۔ اسی موقع کا یہ واقعہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ابو سفیان بن حارث اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ کے اسلام کا قصہ

حضرت ابو سفیان بن حارث (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سب سے بڑے چچا حارث بن عبد المطلب کے بیٹے ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رضاعی بھائی بھی ہوتے ہیں، حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے جس طرح حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلایا تھا اس طرح ان کو بھی دودھ پلایا تھا۔ بڑے شاعر تھے اور ان کا چہرہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں بچپن اور جوانی میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بڑے اچھے دوست تھے، جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو یہ آپ کے پکے دشمن بن گئے، اپنے اشعار میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برائی کرتے تھے۔ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں پر بھی مکہ مکرمہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو میں ان کے اشعار پہنچتے تھے، جن کا جواب حضرت حسّان بن ثابتؓ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، اس موقعہ پر یہ اسلام لانے کے لیے مکہ مکرمہ سے اپنے بیٹے جعفر کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ اس موقعہ پر ایک اور صاحب عبد اللہ بن ابی اُمیہ بھی ساتھ چلے۔

یہ عبد اللہ بن ابی اُمیہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبد المطلب کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بڑی تکلیفیں پہنچائی تھیں، بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے تھے کہ اگر آسمان تک سیڑھی لگائی جائے اور مَیں اپنی آنکھوں

سے دیکھوں کہ یہ آسمان پر چڑھے، آسمان میں داخل ہوئے اور اپنے ساتھ کچھ اوراق لے کر آئیں اوران کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں اوروہ مجھ سے یوں کہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہے؛ پھر بھی میں ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں مقامِ ابواء میں یہ دونوں (پھوپھی زاد بھائی اور چچازاد بھائی) آئے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمادیا کہ میرے پاس مت آنا، میں تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ام المؤمنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) جو اس وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھیں، انہوں نے سفارش کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کردیا کرتے ہیں اور یہ دونوں تو آپ کے چچازاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، وہ آپ کے الطاف وعنایات سے کیسے محروم رہ سکتے ہیں!

جب حضرت ابوسفیان بن حارث کو پتہ چلا کہ حضور نے مجھے حاضری کی اجازت نہیں دی ہے تو کہنے لگے کہ: اگر حضور مجھے حاضری کی اجازت نہیں دیں گے تو میں جنگل میں چلا جاؤں گا اور بھوک سے مرجاؤں گا اور میرا بیٹا بھی مرجائے گا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ ایک کام کرو کہ تم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے جاؤ، اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے ان سے جو کہا تھا تم بھی وہی کہو: ”تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ“ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے، اور ہم ہی قصوروار تھے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طبیعتِ مبارکہ میں حیا بہت زیادہ ہے، جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے جاکر یہ کہوگے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انکار نہیں فرمائیں گے۔ چناں چہ انہوں حضور کے سامنے جاکر یہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آیت پڑھی تو حضور(ﷺ) نے جواب میں وہی ارشاد فرمایا:"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾ " تم پر آج کوئی گرفت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرے، اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ چناں چہ وہ ایمان لے آئے اور ایسا پختہ ایمان لائے کہ پھر فتح مکہ کے بعد یہ جنگ حنین ہوئی ہے جس میں وہ حضور (ﷺ) کے ساتھ ایسے جمے رہے کہ ذرا بھی نہیں ہٹے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ مارے حیا کے پوری زندگی کبھی حضورِ اکرم(ﷺ) کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ اور حضور اکرم(ﷺ) نے ان کو جنت کی بشارت بھی سنائی تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

متفرق احادیث پیش کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ آج ایک بہت اہم روایت پیش کی ہے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد بہت بنیادی ہدایات پر مشتمل ہے۔ انسانی زندگی میں جو چیزیں موثر ہیں اور جو عوامل کار فرما ہیں ان میں روزی کا مسئلہ بھی ہے، رزقِ حلال بہت بنیادی حیثیت رکھتا ہے، انسان کی ساری زندگی کی درستگی کا مدار اس پر ہے اور اس کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ" اسلام کے بنیادی فرائض - نماز، روزہ وغیرہ - کے بعد حلال روزی کو حاصل کرنا ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج جو روایت پیش کی ہے اس میں اسی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

رزقِ حلال کی اہمیت

حدیث ۱۸۵۱:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إلاَّ طَيِّباً، وإِنَّ اللهَ أَمَرَ المُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ المُرْسَلِينَ. فقالَ تعالى: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً (المؤمنون:۵۱) وقال تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرة:۱۷۲). ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَارَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، ومَلبسُهُ حرامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ (رواه مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا جس کا رسولوں اور نبیوں کو حکم دیا (ایمان والوں کو کیا حکم دیا؟ اور نبیوں کو کیا حکم دیا؟ تو آگے حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں آیتیں پیش فرماتے ہیں، پہلی آیت میں رسولوں کو حکم دیا گیا ہے) اے رسولو! حلال پاکیزہ مال (روزی) کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔ اور باری تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی روزی میں سے حلال کھاؤ (حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو ایک لمبے سفر پر روانہ ہوتا ہے (اور جن لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی ہیں ان میں ایک مسافر بھی ہے۔ اب وہ سفر چاہے حج کا ہو یا عمرہ کا ہو، طلبِ علم کا ہو یا تبلیغ کا ہو؛ مطلب یہ ہے کہ کسی بھی نیک کام کے لیے سفر کیا جائے، اور کوئی آدمی مباح کام کے لیے سفر میں نکلے تو کیسی ہی سہولتیں کیوں نہ ہوں، پھر بھی کچھ نہ کچھ تو آدمی کے مزاج کے خلاف ہو ہی جاتا ہے جس کی وجہ سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آدمی کی طبیعت پر ایک طرح کی شکستگی طاری ہوتی ہے، اسی شکستگی کی وجہ سے مسافر کی دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی ہے۔ تو سفر کی وجہ سے ویسے بھی وہ اس قابل تھا کہ اس کی دعا قبول کی جاتی) اور ساتھ ہی اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، کپڑے غبار آلود ہیں، ایسی حالت میں دعا کے واسطے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے اور پکارتا ہے: اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار (یعنی دعا کرتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس کی اس حالت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوتی، لیکن اس کا حال تو یہ ہے کہ) اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور حرام غذا کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ذریعہ اس کی پرورش ہوئی ہے؛ تو بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (معلوم ہوا کہ حرام غذا کے اثرات یہ ہیں کہ اس کی وجہ سے دعا بھی قبول نہیں ہوتی)۔

افادات:- جو بھی چیز اس کی بارگاہ میں پیش کی جائے اگر اس میں کوئی غلط طریقہ اختیار نہ کیا گیا ہو؛ اسی کو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ ناپاک اور حرام چیز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کیا کرتے۔ ترمذی شریف کی پہلی روایت ہے، نبیٔ کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے: "لَاتُقْبَلُ صَلَاۃٌ بِغَیْرِطُھُوْرٍ، وَلَاصَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ" بغیر پاکی کے نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال کے ذریعہ جو صدقہ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جائز، ناجائز طریقے سے مال کماؤ، اور اس میں سے کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو؛ تو وہ اس کا کفارہ ہو جائے گا؛ حالاں کہ ان کا ایسا سوچنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حرام کمائی میں سے کتنا ہی خرچ کیوں نہ کیا جائے؛ اِس سے اُس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

ناپاک کپڑا ناپاکی کے ذریعہ پاک نہیں کیا جاسکتا

حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) جو بہت بڑے محدث بھی تھے اور بہت بڑے فقیہ بھی تھے۔ ائمۂ فقہاء میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے، اور ائمۂ محدثین میں بھی۔ ان کا ارشاد ہے کہ: حرام مال کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔ پھر فرماتے تھے کہ: ناپاک کپڑے کو ناپاکی کے ذریعہ پاک نہیں کیا جاسکتا، مثلاً: کسی کے کپڑے پر پاخانہ لگ جائے اور کوئی آدمی اس کو پیشاب کے ذریعہ دھو کر پاک کرنا چاہے؛

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو کیا وہ پاک ہو گا؟ نہیں! بلکہ وہ تو پانی سے ہی پاک ہو گا۔ اسی طرح کوئی آدمی اگر حرام مال حاصل کرتا ہے اور پھر اس میں سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو اس کے لیے اور زیادہ وبال ہے۔

غلط فہمی نہ ہو

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اگر کسی کے پاس کوئی مال غلط طریقہ سے آگیا جس کا مالک معلوم نہیں ہے، جیسے بینک سے سود ملا، یا کسی کو گری ہوئی کوئی چیز (پاکٹ، بیگ تھیلی وغیرہ) ملی، اور اس کا مالک معلوم نہیں ہے، تو وہاں شریعت نے صدقہ کا طریقہ بتلایا ہے۔ ایسے ہی کوئی آدمی حرام مال کمائے اور اس پر قیاس کرتے ہوئے صدقہ کرے کہ اس سے میری ذمہ داری پوری ہو جائے گی؛ تو اس کا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے، اس لیے کہ وہاں دوسری حیثیت ہے۔ وہاں تو یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی کا ایسا مال آگیا جس کا حقدار معلوم نہیں تو سب سے پہلے آپ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کیجئے، اگر مالک معلوم ہو جائے تو اسی کو لوٹانا ضروری ہے۔ اور اگر مالک موجود نہیں رہا، اس کا انتقال ہو چکا ہے تو جیسے اس کا دیگر مال اس کے ورثاء کو ملتا ہے، اسی طرح یہ مال بھی اس کے ورثاء تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور اگر اس کے ورثاء تک پہنچانے کی بھی کوئی شکل نہیں ہے تو پھر آخری صورت میں صدقہ کیا جائے گا۔ اور وہ صدقہ اپنی طرف سے شمار نہیں ہوتا بلکہ اس کے مالک کی طرف سے شمار ہوتا ہے۔ جیسے مالک خود آپ کو وکیل بناتا اور آپ اس کی طرف سے صدقہ کرتے، ایسے ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں پر بھی شریعت نے آپ کو اس کی طرف سے صدقہ کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اس کے مال کو صدقہ کر دیجئے۔ وہاں جو صدقہ ہو رہا ہے وہ آپ کی طرف سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ مالک کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اور جب صدقہ کیا جاتا ہے تو اس پر ثواب ملتا ہے، اور ثواب در حقیقت اس صدقہ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ملنے والی قیمت ہے، لہٰذا وہ اسی کو ملے گی جو اس مال کا مالک ہے۔ اب اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ اس مال کا مالک کون ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے کہ اس مال کا مالک کون ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا ثواب اُسی کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور یہاں اس صدقہ کا تذکرہ ہے کہ جان بوجھ کر غلط مال حاصل کیا جائے اور اس کا صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے نام پر چڑھانا چاہے، اور ایسا کر کے یوں سمجھے کہ میں کوئی کارنامہ انجام دوں اور ثواب حاصل کروں یا اپنے گناہوں کا کفارہ کر لوں؛ تو ایسا ہونے والا نہیں ہے۔

گویا جہاں مال کا اصلی مالک معلوم نہ ہو سکتا ہو، وہاں اس مال کے حقدار تک حق پہنچانے کا ایک طریقہ شریعت نے ہمیں بتلایا ہے۔ لیکن جہاں مالک معلوم ہو، جیسے ایک آدمی نے کسی کو قرض دیا، اور اس قرض پر اس کے پاس سے سود لیا، اب وہ یوں سوچے کہ اس سود کو میں خود استعمال نہ کروں گا بلکہ اس کا صدقہ کر دوں گا؛ تو یہاں صدقہ سے کام نہیں چلے گا۔ اس لیے کہ یہاں تو اس مال کا اصلی مالک معلوم ہے، لہٰذا اسی کو واپس دینا پڑے گا۔ اور اگر اس کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کے وارثوں تک پہنچانا پڑے گا۔ اس مال کا صدقہ کر دینے سے ذمہ داری پوری نہیں ہو گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حلال مال کھاؤ اور نیک عمل کرو

”**حلال پاکیزہ مال (روزی) کھاؤ، اور نیک عمل کرو**“ اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حلال روزی کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ آدمی کے پیٹ میں جائے گی تو خود بخود اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو گی۔ جیسے: آپ کوئی عمدہ خمیرہ، یا کشتہ استعمال کریں گے، یا کسی ڈاکٹر نے کوئی ٹانک (Tonic) آپ کے لیے تجویز کیا جو آپ کے پیٹ میں جائے گا تو وہ اپنا اثر ضرور دکھلائے گا۔ اب چاہے آپ جان کر وہ استعمال کریں، یا انجانے میں استعمال کریں۔ یعنی آپ کو معلوم ہے کہ یہ مقوی غذا ہے تب بھی اس کا فائدہ آپ کو پہنچے گا اور اگر کسی نے آپ کو بے خبری میں کوئی کشتہ کھلا دیا، یا ٹانک پلا دیا، تب بھی اس کا اثر آپ کے پیٹ میں جا کر وہی ہو گا۔ بس! بالکل یہی حال روزی کا بھی سمجھو۔ اگر روزی حرام ہے تو پیٹ میں جانے کے بعد اس کا اثر غلط ہی ہو گا، اور اس کی وجہ سے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

روزی کا قدرتی اثر

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری (رحمۃ اللہ علیہ) بڑے بزرگ اور صوفیاء میں سے گزرے ہیں، امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے احیاء العلوم میں ان کا مقولہ نقل کیا ہے: ”مَنْ أَكَلَ الْحَرَامَ. عَصَتْ جَوَارِحُهٗ. شَآءَ أَمْ لَمْ يَشَأْ. عَلِمَ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ“ جس نے حرام غذا استعمال کی تو اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کریں گے، وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی چاہے، یا نہ چاہے۔ اُس کو معلوم ہو یا نہ ہو کہ میں حرام کھا رہا ہوں ۔اس لیے کہ قدرتی بات ہے کہ جب پیٹ میں گیا تو اس کا اثر تو ہونا ہی ہے۔ جیسے: بگڑا ہوا کھانا کھالیا، تو جب وہ پیٹ میں جائے گا تو ظاہری طور پر آپ کے جسم کو نقصان پہنچائے گا، چاہے آپ جان بوجھ کر کھائیں، چاہے بھول کر کھائیں۔ مثلاً: آپ نے زہر استعمال کیا تو جب وہ پیٹ میں جائے گا تو وہ اپنا اثر دکھلائے گا۔ یہ بات اور رہی کہ اگر جان بوجھ کر زہر کھایا ہے تو یہ خودکشی ہوئی اور اس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔اس صورت میں تو نقصان بھی ہوگا اور گناہ بھی ہوگا۔ دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔اور اگر بے خبری میں بھول سے زہر کھالیا تو چوں کہ اس کو معلوم نہیں تھا تو اس صورت میں گناہ تو نہیں ہوگا لیکن جسم کو نقصان ہوگا۔

پھر حضرت سہل (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ”وَمَنْ كَانَ طَعَامُهٗ حَلَالًا أَطَاعَتْهُ، وَوُفِّقَ بِالْخَيْرَاتِ“جس کا کھانا حلال ہوگا تو اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کریں گے اور اس کو نیک کام کی توفیق دی جائے گی۔ چناں چہ حالات وواقعات اس کی پوری تائید کرتے ہیں۔

ایک لقمہ کا اثر

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی (رحمۃ اللہ علیہ) دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے استاذ تھے، ان کے حالات میں لکھا ہے: ایک صاحب کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے، ابھی پہلا ہی لقمہ حلق سے نیچے اترا تھا کہ

احساس ہو گیا کہ کھانا مشتبہ اور مشکوک ہے (جس کو گجراتی میں ”શંકાસ્પદ“ اور انگریزی میں (Doubtful) کہتے ہیں۔) انہوں نے فوراً ہاتھ روک لیا۔ جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً ایسا ہی ہے، لیکن اس ایک لقمہ کا اثر یہ ہوا کہ باوجود توبہ واستغفار کرنے کے دو مہینے تک اس کی ظلمت محسوس ہوتی رہی، اور برابر یہ خیال ووسوسہ آتا رہا کہ فلاں گناہ کرلوں، فلاں گناہ کرلوں، اس ایک لقمہ کا اثر تھا۔

شاہ جی عبد اللہ کا واقعہ

اس کے بر خلاف اگر اچھی غذا پیٹ میں جائے گی تو اس کے بھی اپنے اثرات ہوں گے۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے ملفوظات ومواعظ میں ایک قصہ ہے، اور میں نے براہِ راست ان کی زبان سے حضرت کی مجلس میں اور تقریر میں بھی سنا کہ: دیوبند میں ایک بزرگ شاہ جی عبد اللہ شاہ صاحب نامی بڑے نیک اور صالح تھے، ان کا ذریعۂ معاش گھاس کھود(۱) کر بیچنا تھا، اسی پر ان کی گزراوقات تھی۔ روزانہ جنگل جاکر گھاس کا گٹھر لاکر بیچتے تھے اور اس کی قیمت بھی چھ پیسے متعین تھی، نہ کم نہ زیادہ۔ اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ دو پیسے تو وہیں صدقہ کر دیتے تھے اور دو پیسے اپنے گھر کی ضرورت کے لیے رکھتے تھے، اور دو پیسے جمع کرتے تھے۔ دیوبند کے لوگ بھی اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ اپنے جانوروں کے لیے انہیں سے گھاس خریدیں تاکہ برکت حاصل ہو،

(۱) ”گھاس کھودنا“ اردو کا ایک محاورہ ہے، یعنی جنگل میں جاکر گھاس کاٹنا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس لیے جب وہ لوگ بازار میں جاتے تھے تو ان کے آنے کا انتظار کرتے تھے۔ چناں چہ جب ان کو آتا ہوا دیکھتے تھے تو دوڑتے تھے، جس نے جاکر ان کے گٹھر کو پہلے ہاتھ لگا دیا وہ اس کا ہو جاتا، اور وہ اس گٹھر کو وہیں ڈال دیتے تھے کہ لاؤ! میرے چھ پیسے دو۔ اور ان کی ایک عادت یہ بھی تھی وہ جو پیسے جمع کرتے تھے اس سے جب ایک معتدبہ رقم ہو جاتی تھی تو اکابرِ دارالعلوم کی دعوت کیا کرتے تھے، جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے بزرگ ہوتے تھے اور ہنڈیا میں کھچڑی پکتی تھی۔ اور لکھا ہے کہ یہ سارے اکابر ان کی دعوت کے منتظر رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کی دعوت کھانے کے بعد چالیس روز تک دل کے اندر ایک نور رہتا تھا اور طبیعت میں نیکی کے کاموں کے اچھے جذبات اُبھرتے تھے کہ یہ نیکی کرلوں، یہ نفلیں پڑھ لوں، تلاوت بھی کرلوں، اور یہ ذکر کرلوں۔

ظالموں کو اہل اللہ کا مال راس نہیں آتا

ایک مرتبہ وہ جنگل سے گٹھر لے کر آرہے تھے، ایک سپاہی گھوڑے پر جارہا تھا۔ ان لوگوں کی تو ظلم وزیادتی کی عادت ہی ہوتی ہے، ان کا یہی طریقہ ہوا کرتا ہے کہ اِس سے کچھ لیا، اُس کو مارا اور کچھ چھینا۔ اس نے دیکھا کہ گھاس کا گٹھر لے کر ایک آدمی جارہا ہے تو اس نے ایک چابک مار کر کہا کہ: گٹھر یہیں ڈال دے۔ خیر! انہوں نے گٹھر وہیں ڈال دیا اور آگے چلتے ہوگئے۔ جیسے ہی اس نے اپنے گھوڑے کو کھلایا تو گھوڑا تڑپنے لگا۔ وہ گھبرا گیا کہ یہ کیا ہوگیا؟ کسی نے کہا کہ: ان کی گھاس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تیرے گھوڑے کو ہضم نہیں ہوگی، تُو فوراً جا، اور ان کے پیسے دے۔ وہ دوڑا دوڑا آیا، معافی مانگی اور ایک بڑی رقم پیش کی۔ شاہ جی کہنے لگے: مجھے تو میرے چھ پیسے چاہئیں۔

بہترین مثال

دیکھو! اہل اللہ حضرات ایسی ہی حساس طبیعت والے ہوتے ہیں کہ جیسے ہی ان کے حلق سے ایسا کوئی لقمہ اترتا ہے تو ان کو اس کا بھی احساس ہو جاتا ہے۔ جیسے: ایک آدمی ہمیشہ مِنرَل واٹر پینے کا عادی ہو، اور وہ کسی دوسرے پانی کو ہاتھ ہی نہ لگاتا ہو، پھر اگر اس کو انجانے میں بھی دوسرا پانی دو گے تو ایک گھونٹ حلق سے نیچے اترتے ہی اس کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں کچھ گڑبڑ ہے۔ اسی طرح جو حضرات گناہوں سے بچنے کا خیال اور اہتمام رکھتے ہیں ان کو فوراً اس بات کا احساس ہو جاتا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس کو ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ جو آدمی اندھیریوں کا عادی ہو، جیسے جو لوگ دیہات اور جنگل کے رہنے والے ہوتے ہیں، جہاں بجلی نہیں ہوتی اور اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے، ان کو اندھیروں سے وحشت بھی نہیں ہوتی، اب اگر سورت شہر میں یا جہاں کبھی بجلی نہیں جاتی، وہاں اگر پانچ منٹ بھی بجلی چلی جائے گی تو وہاں کے لوگ پریشان ہو جائیں گے، تھوڑا سا اندھیرا بھی ان کو برداشت نہیں ہوگا، چوں کہ ان کو اندھیرے کی عادت نہیں ہے۔

گناہ نہ چھوٹنے کا ایک اہم سبب

روزی کے اپنے اثرات ہوتے ہیں، اسی کو کہا گیا: يٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (المؤمنون:۵۱) حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ گویا حلال کھاؤ گے تو قدرتی طور پر نیک عمل کرو گے۔ اور حرام کھاؤ گے تو قدرتی طور پر برائیاں سرزد ہوں گی۔ آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اندر نیکی آوے اور آپ کی اولاد اور گھر والے نیک و فرماں بردار ہوں تو آپ اس بات کا اہتمام کیجئے۔ بہت سی مرتبہ آدمی اچھے اچھے ارادے کرتا ہے، دینی مجلسوں میں بیٹھتا ہے، اللہ و رسول کی باتیں سنتا ہے تو اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ میں اپنی ان برائیوں کو چھوڑدوں، لیکن چاہنے کے باوجود نہیں چھوٹتیں، اس کے مختلف اسباب ہیں، جن میں ایک اہم سبب روزی کی خرابی ہے، اس کے نتیجہ میں باوجود ارادے کی بھی وہ برائیاں نہیں چھوٹتیں۔ اس لیے اپنے آپ کو اس سے بچانے کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ جب تک یہ نہیں کرے گا وہاں تک احساس و ارادے کے باوجود بھی برائیاں نہیں چھوٹ سکتیں۔ اگر ہزاروں اور لاکھوں حرام کے مل رہے ہوں، ان کی حلال کے ایک کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حلال کا ایک بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا قابلِ قدر و قیمت ہے، اسی لیے نبی کریم (ﷺ) نے اس کی بڑی تاکید فرمائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو گوشت حرام غذا سے پرورش پائے

حرام کے ایک لقمہ کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی، نبی کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ،وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ.(مشکوٰۃ،بحوالہ رواہ احمد والدارمي والبيهقي في شعب الايمان) جو گوشت حرام غذا سے پرورش پائے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور ہر وہ گوشت جو حرام غذا سے پرورش پایا جہنم اس کی زیادہ حقدار ہے۔ حضور اکرم (ﷺ) کا ایک اور ارشاد ہے: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ (مشکوٰۃ شریف) جو جسم حرام غذا سے پرورش پائے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اجازت کے بغیر ذبح کی ہوئی بکری

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حکایاتِ صحابہ میں واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم (ﷺ) ایک صحابی کو دفن کرنے کے بعد واپس لوٹ رہے تھے، ایک عورت نے دیکھا کہ حضور تشریف لے جا رہے ہیں اور اس کی نیت حضور کی دعوت کرنے کی تھی لہٰذا اس نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میں نے آپ کے لیے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے، آپ تشریف لائیے، حضور اکرم (ﷺ) صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے، آپ کے سامنے بکری کا گوشت پیش کیا، آپ نے ایک لقمہ دہنِ مبارک میں رکھا تو محسوس ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے، لہٰذا آپ نے منھ سے نکال دیا اور ارشاد فرمایا: یہ گوشت ایسی بکری کا

معلوم ہوتا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ اس عورت سے پوچھا گیا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں نے آدمی کو پیسے لے کر بکری خریدنے کے لیے بازار بھیجا تھا، وہاں بکری نہیں ملی، ہمارا پڑوسی ایک بکری خرید کر کے لایا تھا، میں نے وہاں پیسے لے کر آدمی بھیجا تو وہ پڑوسی خود موجود نہیں تھا، اس کی بیوی نے یہ بکری بھیج دی اور میں نے اس کو ذبح کر دی۔ گویا مالک کی اجازت نہیں پائی گئی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔

آقا اور غلاموں کے احوال کا فرق

ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ: نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رات بستر پر کروٹیں لے رہے تھے، آپ کو نیند نہیں آرہی تھی، جس ام المؤمنین (رضی اللہ عنہا) کے یہاں آپ آرام فرمارہے تھے انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ کو نیند نہیں آرہی ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: گھر میں ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی تھی، اور وہ ضائع نہ ہو جائے اس خیال سے میں نے اُٹھا کر کھالی، اب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ چوں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صدقہ کھانا جائز نہیں تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف یہ تصور آیا اس لیے نیند نہیں آرہی ہے، حالاں کہ اپنے گھر میں سے اٹھایا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس واقعہ کو لکھ کر فائدہ کا "ف" کر کے اس میں لکھتے ہیں کہ آقا کا تو یہ حال ہے کہ صرف اس احتمال اور خیال سے نیند اُچاٹ ہو گئی، اور غلاموں کا یہ حال ہے کہ رشوت کا، چوری کا، سود کا جو بھی آیا اس کو ہڑپ اور ہضم کر رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اہم تعلیم

اس قصہ میں ایک اہم تعلیم یہ بھی ہے کہ کھانے پینے کی کوئی چیز اگر اپنی ملکیت کی ہے، اور وہ کہیں پڑی ہوئی ہو؛ تو اس کو اُٹھا کر صاف کر کے کھالی جائے، اسے ایسے ہی چھوڑ نہ دی جائے، وہ چیز ضائع نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں تک کہ کھانے کے دوران اگر ہاتھ سے گر جائے تو آپ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ اس کو شیطان کے لیے مت چھوڑو، شیطان تو چوٹّا ہے، وہ تو منتظر ہی رہتا ہے کہ کسی طرح سے اس کا حصہ لگ جائے۔ جب آپ نے بسم اللہ بول کر کھانا شروع کیا تو اس کا اندر حصہ نہیں رہا، لیکن وہ تاک لگا کر ہی بیٹھا رہتا ہے کہ کوئی لقمہ آپ کے ہاتھ سے نیچے گر گیا اور آپ نے اٹھا کر کھالیا تب تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ کھالے گا۔ اس کو تو بھوکا ہی مارنا چاہیے، اپنے دشمن کو کون طاقت پہنچائے گا، ہمیں چاہیے کہ ایک دانہ بھی اس کے پیٹ میں نہ جانے دیں۔ تو جو لقمہ گر جائے اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھانے کا جو حکم حدیث پاک میں دیا گیا ہے وہ دراصل اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ضائع نہ جائے۔ ہمارے اکابر کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا۔

ہمارے اکابر اور نعمتوں کی قدر دانی

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں دیکھا کہ کوئی آدمی پانی گلاس میں لیتا اور پینے کے بعد بچا ہوا گرا دیتا تو حضرت شیخ اس پر تنبیہ فرماتے کہ اس کو ضائع کیوں کیا؟ اور آج کل ہم تو ایسا بہت کچھ کر رہے ہیں جس کا ہمیں احساس تک نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ کے یہاں ہدایا میں کوئی پھل فروٹ آجاتا اور اس کے مزہ میں ذرا سا فرق آجاتا تو اس کے کھانے کو بعض طبائع پسند نہیں کرتی۔ اگر مہمان کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں رہا لیکن ابھی قابلِ استعمال ہوتا تو حضرت فرماتے: بھائی! اس کو کون کھائے گا؟ حضرت کا مقصد یہ ہوتا کہ یہ ضائع نہ جائے، جب حضرت یہ دریافت فرماتے تو ظاہر ہے کہ سب ہی آگے بڑھتے۔

حضرت شیخ کے یہاں جو خطوط آتے تھے اس میں اگر آدھے کاغذ پر لکھا ہوا ہوتا تھا اور آدھا کاغذ صاف ہوتا تو اس کو کٹوا کر رکھ لیتے تھے، اور کسی موقع پر جب کسی کو دو تین سطر کی چٹھی لکھنی ہوتی تو اسی کو استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دانی ہے۔

حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات میں پڑھا کہ کھانا کھانے کے بعد پہلی کُلّی کو نگل لیتے تھے، تاکہ کھانے کے جو ذرّات منہ میں ہیں وہ کلّی کے ساتھ باہر آکر ضائع نہ ہوں، بلکہ پیٹ میں چلے جائیں۔ اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ایسی قدر کرتے ہیں۔

ظریفانہ مقولہ

مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ مشتبہ مال سے بھی احتیاط کیا جائے۔ ہمارے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقیؒ(۱) کا ایک ظریفانہ مقولہ سناتے تھے کہ بھائی! ہمارا معدہ مشتبہ اور (Doubtful) کو تو قبول نہیں کرتا، لیکن خالص حرام کو قبول کرلیتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ بھی سکتا ہوں

حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی (رحمۃ اللہ علیہ) کا نام آیا تو ان کا ایک لطیفہ سنا دوں۔ ان کی طبیعت میں ظرافت بہت تھی، ان کی ظرافت کا حال یہ تھا کہ وہ پان بہت کھایا کرتے تھے اور کثرت کا حال یہ تھا کہ تھوک کے ذرّات اُڑاُڑ کر ان کا کرتہ آگے سے لال رہتا تھا، سفر میں بھی پان کا سامان ساتھ میں رہتا تھا، ایک مرتبہ ٹرین میں جا رہے تھے، پان کھا کر اس کی پیک کو کھڑکی میں سے تھوکا اور ٹرین چل رہی تھی، اتفاق کی بات کہ وہ پیک برابر والی کھڑکی سے اندر جا کر کسی خاتون کے چہرے پر لگی، وہ بڑی ناراض ہوئی اور بولنے لگی کہ پتہ نہیں کون گستاخ اور بے ادب ہے، اور اُدھر سے اُٹھ کر آئیں تو دیکھا کہ بڑے میاں بیٹھے ہیں۔ اس نے کھڑے کھڑے اُن کو خوب لتاڑا، یہ خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھے سنتے رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دیر تک بولتی رہیں اور جو بولنا تھا وہ سب بول دیا، اور جب خاموش ہو گئیں تو یہ کہنے لگے کہ: محترمہ! آپ اتنی ناراض کیوں ہوتی ہیں، آپ اگر اجازت دیں تو میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ بھی سکتا ہوں۔ ان کے اور بھی بہت لطیفے ہیں، میں اس وقت بیان نہیں کروں گا۔

(۱) لکھنؤ کے رہنے والے تھے، ڈابھیل میں شیخ الحدیث رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا احتیاط

اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کا معدہ مشتبہ چیز کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق لکھا ہے کہ جیسے ہی کوئی مشتبہ لقمہ ان کے حلق سے نیچے اترتا تھا کہ ان کو قے ہو جاتی تھی۔ انہی کی صاحبزادی "اُمّی بی" تھیں جو حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ کی نانی ہوتی ہیں، بڑی نیک خاتون تھیں، تذکرۃ الخلیل کے شروع میں ان کے حالات مذکور ہیں۔

خیر! یہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے شاگردوں میں تھے، بڑے متقی اور پرہیزگار تھے، ان کے تقویٰ کا یہ عالَم تھا کہ کبھی دہلی سے کاندھلہ جاتے تو بہلی والے سے معاملہ کر لیتے تھے اور اس کو اپنا سامان بتلا دیتے تھے، اس کے بعد جب روانہ ہونے کا وقت آتا اور کوئی آدمی لا کر کوئی خط دیتا کہ حضرت! یہ فلاں صاحب کو پہنچا دیجئے گا، تو حضرت اس سے کہتے: دیکھو بھائی! میں اس بہلی والے کو اپنا سامان بتلا چکا ہوں، یہ خط اس میں نہیں تھا، تم اس کو بتا کر اس سے اجازت لے لو، تو میں لے جاؤں گا، ورنہ نہیں۔ ہم اور آپ ہوتے تو یوں سوچتے کہ اس کی وجہ سے کون سا وزن بڑھ جانے والا ہے۔

ان کے حالات میں لکھا ہے کہ دلّی میں طالب علمی کے زمانہ میں بھی صرف روٹی کھانے پر اکتفاء کرتے تھے، سالن نہیں کھاتے تھے، اس لیے کہ اس زمانہ میں دلّی میں ہر سالن کے اندر کھٹائی کے

لیے اچور ڈالی جاتی تھی، اور حضرت فرماتے تھے کہ دلّی کے اطراف میں آم کے باغات کی بیع صحیح نہیں ہوتی۔

لوگ بھی ان کی دعوت کرتے ہوئے اسی وجہ سے ڈرتے تھے کہ کہیں ہماری رسوائی نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ کاندھلہ تشریف لے گئے تو خاندان کے کسی بزرگ نے -جو سرکاری ملازم تھے- ان کی دعوت کی، لیکن اس تنخواہ سے نہیں، بلکہ اپنے باغ کی پیداوار سے جو آمدنی ہوئی تھی اس سے ان کی دعوت کا اہتمام کیا اور ملازم کو بھی بہت تاکید کی کہ دیکھیو! کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے، ورنہ رسوائی ہو جائے گی۔ ایک ملازم کو دودھ جلیبی کے واسطے دودھ لینے بازار بھیجا، وہ دودھ لے آیا۔ خیر! سب کچھ تیار کرکے دسترخوان پر لگایا گیا، جیسے ہی دودھ جلیبی کا پہلا لقمہ منھ میں رکھا کہ قے ہو گئی، فوراً شور ہو گیا کہ یہ کیا ہوا؟ انہوں نے اس ملازم کو پکڑا کہ میں نے تجھے اتنی تاکید کی تھی، اب سچ سچ بتا: تو نے کیا گڑبڑ کر دی؟ اس نے کہا: بات دراصل یہ ہوئی کہ میں آپ کی دی ہوئی رقم سے دودھ لے کر آ رہا تھا کہ میرے ہاتھ سے برتن چھوٹ گیا اور سارا دودھ گر گیا، تو میں دوبارہ جاکر اس کے پاس سے مفت میں دودھ لے آیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا احتیاط

حکایاتِ صحابہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ لکھا ہے: ان کا ایک غلام تھا جس کو انہوں نے خِراج پر اُٹھایا تھا، ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے رکھا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابو بکرؓ کا ایک دو وقت کا فاقہ تھا اس لیے انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ لے کر منھ میں ڈال دیا۔ ابھی حلق سے نیچے اُترا ہی تھا کہ اُس غلام نے کہا: حضرت! روزانہ تو آپ پوچھتے ہیں کہ یہ چیز کہاں سے لایا؟ کس طرح کمایا؟ آج آپ نے نہیں پوچھا؟ حضرت نے فرمایا: آج بھوک بڑی تیز لگی ہوئی تھی اس لیے پوچھنا رہ گیا۔ ٹھیک ہے؛ اب بتادے کہ یہ کہاں سے لایا ہے۔ اس نے کہا: بات دراصل یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں (اسلام لانے سے پہلے) میں نے کچھ کہانت(۱) کی تھی اور مجھے کہانت آتی بھی نہیں تھی، ویسے ہی میں نے ایک بات کہہ دی تھی اور وہ صحیح نکل آئی تھی۔ ان لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس وقت ہمارے پاس تمہیں معاوضہ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، آئندہ جب ہمارے پاس وسعت ہوگی تو دیدیں گے۔ آج میں وہاں سے گزرا تو اُن کے یہاں کوئی تقریب چل رہی تھی، کھانا پکا ہوا تھا، ان لوگوں نے اُسی کہانت کے معاوضہ میں مجھے یہ کھانا دیا۔ یہ داستان سن کر حضرت ابو بکرؓ فرمانے لگے: تُو تو مجھے مار ہی ڈالتا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حلق کے اندر اُنگلی ڈال کر وہ لقمہ نکالنا چاہا، لیکن ایک ہی لقمہ تھا اور وہ بھی دو تین وقت کے فاقہ کے بعد اندر گیا تھا؛ بھلا کیسے نکلتا؟ کسی نے کہا: حضرت! زیادہ مقدار میں پانی پی لیں، پھر نکالنے کی کوشش کریں، شاید پانی کے ساتھ نکل آئے۔ تو بڑے پیالے میں پانی منگوایا اور خوب پیا، اس کے بعد حلق میں اُنگلی ڈال کر قے کی تب بڑی مشکل سے وہ لقمہ باہر نکلا۔

(۱) کہانت یعنی آگے پیش آنیوالی باتیں بتلانا۔ اور عرب میں اس کا بڑا رواج تھا، ایسے لوگ کاہن (جوتشی) کہلاتے ہیں۔ ان کو ہدیہ اور معاوضہ بھی دیا جاتا ہے، جس کو ”حلوان الکاہن“ کہا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کی یہ ساری مشقت دیکھ کر کسی نے کہا: حضرت! ایک ہی تو لقمہ تھا، اس کے لیے آپ نے اتنی زحمت برداشت فرمائی؟ حضرت ابو بکرؓ نے جو جواب دیا وہ ہمارے لیے قابلِ غور و عبرت ہے۔ فرمایا: اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تب بھی میں اس کو نکال کر رہتا، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم (ﷺ) سے سنا ہے کہ ہر وہ گوشت جو حرام غذا سے پرورش پائے، جہنم کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس مال سے پرورش نہ پا جائے جس کی وجہ سے مجھے جہنم میں جانا پڑے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) کا یہ ارشاد ہم اور آپ بھی سنتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر اس ارشاد کا کتنا اثر ہوتا ہے؟ اور اس پر عمل کا کتنا اہتمام کرتے ہیں؟ اور دوسری طرف حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حال دیکھئے کہ کیا ہے؟

امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی احتیاط

اسی لیے ہمارے بزرگوں میں حرام سے بچنے کا بڑا اہتمام تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ: آپ کی کپڑوں کی تجارت تھی، حفص بن عبد الرحمٰن آپ کے شریک (پارٹنر) تھے، ایک مرتبہ امام صاحب نے ان کے پاس کپڑوں کے کچھ تھان فروخت کرنے کے لیے بھیجے، اور کہا کہ اس میں سے فلاں کپڑے کے تھان میں عیب ہے، جب کسی کو بیچو تو خریدار کو بتا دینا۔ وہ کچھ غفلت میں رہے اور خریدار کو بتانا بھول گئے۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا اور وہ کپڑا بیچ دیا۔ وہ سب مال بیس ہزار درہم کی قیمت کا تھا، جب وہ حساب دینے کے لیے آئے تو پوچھا کہ خریدار کو وہ عیب بتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیا تھا؟ انہوں نے کہا: بھول گیا۔ پوچھا: کس کو بیچا؟ کہا: یاد نہیں رہا۔ تو فقط اتنی بات پر امام صاحب نے۔ صرف منافع نہیں - بلکہ پوری رقم بیس ہزار درہم (یعنی باسٹھ (۶۲) کلو سونا) صدقہ کر دیئے، اور ان سے شرکت بھی ختم کر دی۔

ایک مرتبہ جنگل میں کوئی قافلہ جارہا تھا وہ لوٹ لیا گیا اور اس قافلہ کی بکریاں بھی لوٹی گئیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لوٹی ہوئی وہ بکریاں کوفہ کے بازار میں بکی ہیں، گویا کوفہ کی بکریوں میں وہ بکریاں بھی رَل مل گئی ہیں۔ امام صاحب نے تحقیق فرمائی کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ بتایا گیا: سات سال۔ تو سات سال تک کوفہ میں رہتے ہوئے کبھی بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حرام سے اپنے آپ کو بچانا بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کی بڑی ضرورت ہے۔

جس کی غذا حرام ہو گی

علامہ ذہبی (رحمۃ اللہ علیہ) بہت بڑے محدث ہیں، ان کی ایک کتاب "الکبائر" ہے، اس میں انہوں نے ایک روایت نقل کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو دن رات یہ اعلان کرتا ہے کہ جس کی غذا حرام ہو گی اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہو گی، نہ فرض نہ نفل۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تہامہ پہاڑ کے برابر نیکیاں ضائع

ایک اور روایت انہوں نے نقل کی ہے کہ: قیامت کے روز بہت سے ایسے لوگ آئیں گے جن کے پاس تہامہ پہاڑ کے برابر نیکیاں ہوں گی، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی ساری نیکیوں کو بالکل ختم کر دیں گے۔ پوچھیں گے کہ کیوں ایسا ہوا؟ کہا جائے گا کہ یہ لوگ نمازیں بھی خوب پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، حج و عمرے بھی کرتے تھے، صدقے بھی خوب دیتے تھے، لیکن ان کی کمزوری یہ تھی کہ جب ان کے سامنے مال آتا تھا تو یہ نہیں دیکھتے تھے کہ یہ حلال ہے یا حرام؛ بس! سب لے لیتے تھے۔ اس کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ معاملہ ہو گا۔

ایک زمانہ آنے والا ہے

حدیثِ پاک میں حضورِ اکرم (ﷺ) کا ارشاد ہے: ”يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لاَ يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلاَلِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ“ (صحیح بخاری، بابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ) لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس وقت آدمی جب کوئی مال حاصل کرے گا تو اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال سے آرہا ہے یا حرام سے۔

حالاں کہ یہ بہت اہم چیز ہے اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ بات یہ چل رہی تھی کہ حلال مال کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو نیک کام کی توفیق ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دعا قبول نہیں

”بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہو گی؟“ اس سے معلوم ہوا کہ حرام غذا کے اثرات یہ ہیں کہ اس کی وجہ سے دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ فضائل رمضان میں حضرت شیخؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے: کوفہ کے اندر مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب بھی کوئی ظالم حاکم آتا وہ اس کے لیے بد دُعا کرتے تھے اور وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ حجّاج بن یوسف جب کوفہ کا گورنر اور حاکم بن کر آیا تو اس کو معلوم تھا کہ یہاں اس قسم کے خطرناک لوگ ہیں تو اس نے پہلا انتظام یہ کیا کہ ایک دعوت کی، اور اس دعوت میں خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شریک کیا۔ جب دعوت کھائی جا چکی تو وہ کہنے لگا کہ: اب میں ان کی بد دُعا سے محفوظ ہو گیا، اس لیے کہ ان کے پیٹ میں حرام کی غذا پہنچ گئی۔

نماز قبول نہیں

مشکوۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہما) کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ” مَنِ اشْتَرىٰ ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهُ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَدْخَلَ أُصْبُعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: صُمَّتَا إِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ“ جس آدمی نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا، اور اس میں (نو درہم حلال کے ہیں) ایک درہم حرام کا ہے (گویا اس کپڑے میں ۹۰ ؍ فیصد (90٪) حلال ہے، اور ۱۰ ؍ فیصد (10٪) حرام ہے، اس

کے باوجود حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ) جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا، اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوگی۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر فرماتے ہیں: اگر حضور (ﷺ) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے میں نے نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ (باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثالث. رواه أحمد والبيهقي في شعب الايمان)

بہر حال! یہ بڑی اہم چیز ہے۔ آج کل اس کی طرف سے بڑی غفلت ہو رہی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی طرف سے کوشش جاری رکھے اور غلط طریقوں سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرے۔ شریعت نے کاروبار کے، معاملات کی درستگی کے جو طریقے بتلائے ہیں ان مسائل کو معلوم کرے، ان کو اختیار کرے، اور ان پر عمل کا اہتمام کرے۔ آج اگر کوئی بندہ اس طرح کا اہتمام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کے لیے آسانی کر دی جاتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس باب میں متفرق حادیث اور کچھ دلچسپ چیزیں جو احادیث میں آئی ہیں ان کو پیش کر رہے ہیں۔

ناقابلِ معافی تین گناہ

حدیث ۱۸۵۲:-

وعنه - رضی اللہ عنہ - قال: قال رسولُ اللهِ (ﷺ): ((ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)). رواه مسلم.

((العَائِلُ)): الفَقِيرُ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ (ان پر ناراض ہونے کی وجہ سے) ان کے ساتھ قیامت کے روز بات نہیں کریں گے، اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: (۱) وہ بوڑھا جو زناکاری میں مبتلا ہو (۲) جو بادشاہ جھوٹ بولنے والا ہو (۳) فقیر جو تکبّر کرنے والا ہو۔

افادات:- حضراتِ شرّاح نے لکھاہے کہ زنا، جھوٹ اور تکبر: تینوں برائیاں کسی کی طرف سے بھی صادر ہوں، وہ ناپسندیدہ اور گناہ ہیں، لیکن بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی کے حالات کے تقاضہ کی وجہ سے اس سے صادر ہو جاتے ہیں، جیسے: نوجوان میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے، وہ ناتجربہ کار ہوتا ہے، اس گناہ کے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں اس سے بھی واقف نہیں ہوتا، اس لیے اگر شہوت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے غلبہ میں، ناتجربہ کاری کی وجہ سے وہ ایسی برائی میں مبتلا ہو جائے تو قرینِ قیاس ہے۔ اگرچہ زنا اپنی جگہ پر حرام کام ہی ہے، اس سے اس کو بچنا ہی چاہیے تھا، پھر بھی مخصوص حالات کے پیشِ نظر جب وہ زنا میں مبتلا ہو گا تو کبیرہ گناہ ہونے کے باوجود لوگ یوں سمجھیں گے کہ حالات کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن بوڑھا آدمی اگر زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو بڑی عجیب بات سمجھی جاتی ہے، اس لیے کہ بڑھاپا ویسے بھی شہوت کا زمانہ نہیں رہتا، اور نہ شہوت کا غلبہ ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے عمر کے تجربہ کی وجہ سے اس کو اتنی سمجھ بھی دی ہوتی ہے کہ ایسی کوئی حرکت کرلے گا تو اس کے نتیجہ میں کیا کیا نقصانات بھگتنے پڑتے ہیں، اور وہ حرکت اس کے لیے رسوائی کا باعث ہو گی۔ لہٰذا جو عمر اس بات کی متقاضی نہیں، اور گناہ کے مخالف حالات کے باوجود بھی اگر اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غصّہ اس پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

یہی حال جھوٹ بولنے والے بادشاہ کا ہے۔ اس لیے کہ کوئی بھی آدمی جھوٹ اس لیے بولتا ہے کہ اس کو اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر میں سچ بتلادوں گا تو سامنے والے کی طرف سے مجھے سزا دی جائے گی، یا مجھ پر زیادتی کا معاملہ کیا جائے گا، لیکن بادشاہ تو خود صاحبِ اختیار ہوتا ہے، اس کو جھوٹ بول کر اپنی بات چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ گویا اس کے حالات اس گناہ کے خلاف ہیں، اس کے باوجود وہ اس میں مبتلا ہوا، تو اس صورت میں اس کی شناعت اور برائی بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

یہی حال متکبر اور گھمنڈی فقیر کا ہے۔ اس لیے کہ گھمنڈ اور کبر مال و منال اور منصب کی وجہ سے ہوتا ہے، یا کوئی ایسی چیز جو اس کو کبر میں ڈال سکتی ہے جس کی وجہ سے وہ گھمنڈ اور تکبر کرتا ہے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرینِ قیاس ہے۔ لیکن جیب بالکل خالی ہو اور دماغ آسمان پر رہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

دنیا میں جنت کی چار نہریں!

حدیث ۱۸۵۳:-

وعنهُ-رضی الله عنه-قال: قال رسولُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): ((سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ، وَالفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الجَنَّةِ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: سَیحان، جَیحان، فُرات اور نیل: یہ چاروں جنت کی نہروں اور دریاؤں میں سے ہیں۔

افادات:- سیحان اور جیحان کہاں ہیں؟ اس سلسلہ میں قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ: خراسان جو قدیم سوویت یونین میں اسلامی ریاستوں کا علاقہ تھا جس کو ماوراء النہر کہا جاتا ہے، آمو دریا والا جو علاقہ ہے وہاں یہ دونوں دریا واقع ہیں۔ لیکن علامہ نوویؒ نے شرحِ مسلم میں اس قول کی تردید کی ہے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ دونوں چھوٹے دریا ہیں، جو روم کے ساتھ شام کی جہاں سرحد لگی ہوئی ہے وہاں مقامِ مِسّیسہ (ایک شہر ہے، اس) کے قریب واقع ہے۔

"دریائے فُرات" عراق کے اندر ہے۔ دریا یعنی جس کو ہم لوگ گجراتی میں ندی کہتے ہیں، جیسے "تاپتی ندی" بولتے ہیں، اردو میں اس کو "دریائے تاپتی" بولیں گے۔ اور "دریائے نیل" مصر میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

واقع ہے۔ان چاروں کے بارے میں حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ: یہ چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

جنت کی نہروں کا مطلب

اب سوال یہ ہے کہ جنت کی نہروں کا کیا مطلب ہے؟ تو بعض حضرات نے کہا کہ: ان کی افادیت کے پیشِ نظر ان کو جنت کی نہروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ گویا ان کا پانی اتنا عمدہ ہے کہ اس سے کھیتی باڑی بھی بہت اچھی ہوتی ہے اور انسانوں، جانوروں کی ضروریات کے لیے بھی نہایت کارآمد ہے، اس معنٰی کر جنت کی نہروں میں سے قرار دیا گیا ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ: جن علاقوں میں یہ دریا واقع ہیں وہاں کے رہنے والے تقریباً سب ہی اہلِ ایمان ہیں، گویا ان سے فائدہ اُٹھانے والے اہل ایمان ہیں جو جنت میں جائیں گے، اس لیے ان کو جنت کی نہروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ: جنت میں بھی ان ناموں کی نہریں ہیں، گویا یہ بتلایا جارہا ہے کہ جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی نعمتیں رکھی ہیں وہ دراصل جنت کی نعمتوں کا ایک معمولی ساخاکہ پیش کرتی ہیں، جیسے جنت میں پھل ہوں گے، آم، سیب وغیرہ، لیکن ایسے نہیں جیسے دنیا کے ہیں۔ وہاں کی نعمتیں اور پھل تو ایسے ہیں کہ "مَالَاعَيْنٌ رَأَتْ، وَلَاأُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَاخَطَرَعَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" ایسی نعمتیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوں گی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنیں، اور نہ کسی کے دل میں خیال آیا۔ آدمی ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال! ان کے ساتھ نام کی مشابہت ہے۔

بعضوں نے کہا کہ: دیکھنے میں دنیا میں جیسی نہریں ہیں، ویسی ہی جنت کے اندر بھی نہریں ہیں۔

محققین کا راجح قول

لیکن محققین نے اس کا راجح مطلب یہ بتلایا ہے کہ: ان چاروں دریا کے منبع اور سَوت یعنی جہاں سے یہ دریا نکلتے ہیں وہ جنت کے اندر ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے وہ اللہ ہی بہتر جانے۔ اس لیے کہ اہلِ جغرافیہ دوسرے دریاؤں کے متعلق تو بتلاتے ہیں کہ ان کے سوت کہاں ہیں۔ جیسے ہمارے یہاں کی "دریائے تاپتی" کا منبع کیا ہے؟ تو بتاتے ہیں سات پوڑہ میں سے نکل کر آتی ہے۔ اسی طرح سے دریائے گنگا اور دریائے جمنا وغیرہ کا منبع اور سَوت جہاں سے وہ نکل کر چلتی ہے وہ سب کو معلوم ہے، لیکن دریائے نیل کے متعلق جغرافیہ دانوں کے اندر آج تک بڑے اختلافات ہیں۔ دنیا اور سائنس اتنی ترقی کر گئی اس کے باوجود اس کا صحیح منبع کیا ہے؛ وہ آج تک معلوم نہیں کر سکے۔

اور دوسرے دریاؤں کے مقابلہ میں دریائے نیل میں کچھ نمایاں فرق بھی ہے۔ ایک تو یہ جتنے دریا اور ندیاں ہیں وہ عام طور پر شمال سے نکل کر جنوب کی طرف چلتی ہیں، ندی اور دریاؤں کا عام دستور یہی ہے۔ لیکن دریائے نیل جنوب سے چل کر کے شمال کی طرف جاتا ہے، اور دنیا کا سب سے لمبا دریا یہی ہے، اس سے زیادہ طویل اور لمبا دریا دوسرا کوئی نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کون سے دن کیا پیدا کیا گیا؟

حدیث ۱۸۵۴:-

وعنه، قال: أخذَ رسُولُ اللهِ (ﷺ) بيَدِی فقَالَ: ((خَلَقَ اللهُ التُّرْبَةَ يوْمَ السَّبْتِ، وَخلَقَ فيها الجِبَالَ يوْمَ الأحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يوْمَ الإِثْنَينِ، وَخَلَقَ المَكْرُوهَ يوْمَ الثُّلاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يوْمَ الأربِعَاءِ، وَبثَّ فِيهَا الدَّوابَّ يوْمَ الخَمِيسِ، وَخلَقَ آدَمَ (ﷺ) بَعْدَ العَصْرِ مِنْ يوْمِ الجُمُعَةِ فِی آخِرِ الخَلْقِ فِی آخِرِ سَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ فِيمَا بَيْنَ العَصْرِ إِلَی اللَّيْلِ)). رواه مسلم.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے میرا ہاتھ پکڑ کر کے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو سنیچر کے دن پیدا کیا، اور اس کے اندر پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، اور درختوں کو پیر کے دن، اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، اور نور (روشنی) کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جمعرات کے دن جانوروں کو پیدا کر کے زمین میں پھیلایا، اور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد، آخری مخلوق دن کی آخری گھڑی میں عصر سے رات تک کے وقت کے درمیان پیدا کی گئی (اسی لیے جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ انسان کو اسی دن میں پیدا کیا گیا ہے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنگ مؤتہ اور حضرت خالد بن ولیدؓ

حدیث ۱۸۵۵:-

وعن أَبی سلیمان خالد بن الولید - ﷺ - قَالَ: لَقَدِ انْقَطَعتْ فی یَدِی یَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْیَافٍ، فَمَا بَقِيَ فِي یَدِی إِلاَّ صَفِیحَةٌ یَمَانِیَّةٌ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جنگ مؤتہ والے دن میرے ہاتھ میں نو(۹) تلواریں ٹوٹیں ،اخیر میں ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں بچی۔

افادات:- جنگ مؤتہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں جمادیٰ الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو سفیر بنا کر بُصریٰ کے حاکم کے پاس ایک خط لے کر بھیجا تھا(بُصریٰ شام میں واقع ہے) ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ شرحبیل بن عمرو غسانی(جو اسی کے ماتحت تھا) نے ان کو گرفتار کرکے حاکمِ بُصریٰ کے پاس پیش کیااور اس نے ان کو قتل کردیا۔ کسی سفیر اور ایلچی کو قتل کرنا اُس زمانہ میں بھی بین الاقوامی قوانین کے اعتبار سے بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا، بلکہ یہ ایک گھٹیا درجہ کا اعلانِ جنگ ہے۔ جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت حارث بن عمیرؓ کو قتل کردیا گیاہے تو اگرچہ اس وقت مسلمانوں کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ جنگ کے لیے کوئی نیا محاذ کھولا جائے،اس لیے کہ ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا،اور قریش کے ساتھ مقابلہ جاری تھا مدینہ منورہ کے اوپر ہر وقت خطرات منڈلاتے رہتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے، ایسے حالات میں اگر شام کے علاقہ پر حملہ کریں گے تو چوں کہ وہ روم کے ماتحت تھا جس کا بادشاہ ہرقل تھا اس کو اپنا دشمن بنانا تھا جو اس زمانہ کی بڑی طاقت تھی، لیکن نبیٔ کریم (ﷺ) نے اس بات کو گوارہ نہیں سمجھا کہ اس پر خاموشی اختیار کی جائے، آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو ترغیب دے کر تین ہزار کا لشکر تیار فرمایا اور اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہؓ کو مقرر فرمایا جو نبیٔ کریم (ﷺ) کے منھ بولے بیٹے تھے، اور اس وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے، اور وہ شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر ہوں گے، اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان مشورہ کر کے جس کو مقرر کریں وہ امیر ہو گا۔ جس وقت نبیٔ کریم (ﷺ) یہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت ایک یہودی عالم یہ سن رہا تھا تو اس نے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہا کہ: اے زید! بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی نبی کسی لشکر کو مقابلہ کے لیے روانہ کرتا تھا اور اس موقع پر اگر اس طرح کی بات کرتا کہ فلاں امیر رہے گا اور اگر وہ شہید ہو جائے تو فلاں امیر ہو گا، تو یہ اس بات کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ جس کے متعلق یہ بات ارشاد فرمائی ہے وہ یقیناً شہید ہو گا، لہٰذا اگر یہ (محمد (ﷺ)) سچے نبی ہیں تو تمہاری شہادت یقینی ہے۔ وہ یہ سمجھا کہ اگر میں ان کو یہ کہوں گا تو ڈر جائیں گے، حضرت زید بن حارثہؓ نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضورِ اکرم (ﷺ) سچے نبی ہیں۔

خیر! آپ (ﷺ) نے اس لشکر کو دشمن کی اُس بری حرکت کی سزا دینے کے لیے شام میں بلقاء کے علاقہ کی طرف روانہ فرمایا۔ نبیٔ کریم (ﷺ) اور اہلِ مدینہ ان لوگوں کو رخصت کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع تک گئے، اور نبیٔ کریم (ﷺ) نے حضرت زید کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ جس جگہ پر حضرت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حارث بن عمیرؓ شہید کئے گئے ہیں وہاں سب سے پہلے جانا اوران کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں توفبہا، اوراگر اسلام قبول نہ کریں تو پھر ان کا مقابلہ کرنا۔جب لشکر مقامِمَعان-ایک جگہ تھی جو بلقاء والے علاقہ کاایک شہر تھا،وہاں - پہنچاتو ان کو معلوم ہوا کہ خود قیصرِروم ہر قل بھی ایک لاکھ کالشکرلے کر مقابلہ کے لیے آچکاہے۔اور ساتھ ہی ساتھ لَخْم،جُذام، قَیْن، بَحراء وغیرہ عربی قبائل جو نصرانی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے اوراس علاقے میں آباد تھے، ان سب کو بھی حاکمِ بُصریٰ نے جمع کرر کھاہے جن کی تعداد بھی ایک لاکھ تھی، گویا ایک لاکھ کا مقامی لشکراورایک لاکھ کا رومی تربیت یافتہ لشکر؛کُل دولاکھ کالشکر مقابلہ پر جمع تھا، اس کے مقابلہ میں یہاں حضراتِصحابہ تو کُل تین ہزار تھے۔جب ان حضرات کو صورتِ حال کا اندازہ ہوا تو مشورہ کے لیے بیٹھے کہ کیاکریں ؟اوران حالات میں ایسامشورہ کرنا قرینِ قیاس بھی تھا۔بعضوں نے یہ تجویز رکھی کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو حالات سے آگاہ کیا جائے،اس کے بعد آپ جو ہدایت دیں اس کے مطابق عمل کریں گے،اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو مدد کے واسطے کمک بھیجیں گے،یاپھر جو ارشاد فرماویں۔جب سب لوگ اپنی بات کہہ چکے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اُٹھے اور بڑی زوردار تقریر فرمائی، جس میں انہوں نے یوں کہا:اے قوم!کیاتم لوگ اسی چیز(یعنی شہادت)کوناپسند کرر ہے ہو جس کی تمنامیں اپنے گھرسے نکلے ہو،اورآج تک ہمارادشمنوں کے ساتھ جو بھی مقابلہ ہوا وہ ہتھیاروں اور تعداد کی بنیاد پر نہیں ہوا،بلکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی جو عزت ہمیں عطا فرمارکھی ہے اسی بنیاد پر ہوا ہے،اس لیے آگے بڑھو،دو میں سے ایک سعادت ضرور حاصل ہوگی،یاتو دشمن پر غلبہ ہوگا یاپھر شہادت نصیب ہوگی۔ان کی یہ بات سن کر

سب نے کہا کہ: ٹھیک ہے، چلو؛ آگے بڑھو۔ سبھی آگے بڑھے، مقامِ موتہ میں پہنچے جو قریب ہی تھا، اور دشمن کے دولاکھ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ دورانِ جنگ حضرت زید بن حارثہؓ لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

ان کے شہید ہونے کے بعد جھنڈا حضرت جعفرؓ نے اُٹھایا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ کر رہے تھے کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے تلواروں، نیزوں اور تیروں سے ان پر ایسا حملہ کیا کہ گھوڑے کا آگے بڑھنا مشکل ہو گیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اُتر گئے اور پیدل آگے بڑھنا شروع کیا، ان کے دائیں ہاتھ میں جھنڈا تھا، کسی نے ان کا وہ ہاتھ کاٹ دیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا، جب وہ بھی کٹ گیا تو دونوں بازوؤں کو جوڑ کر جھنڈے کو تھامنے کی کوشش کی اور اسی حال میں شہید ہو گئے۔ ان کے متعلق بخاری شریف میں موجود ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد ان کے جسم پر شمار کیا گیا تو تلوار، نیزے اور تیر وغیرہ کے نوّے (۹۰) زخم کے نشان تھے جن میں سے ایک بھی پیٹھ پر نہیں تھا، سب آگے ہی تھے۔

ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا اُٹھایا اور آگے بڑھے، بہت وقت سے انہوں نے کچھ کھایا نہیں تھا، ان کے کسی عزیز نے ان کو گوشت کی ایک بوٹی دی کہ آپ یہ کھالو تاکہ کچھ طاقت آجائے، وہ کھا ہی رہے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر پر دشمن کے حلّے کی زوردار آواز آئی تو اپنے نفس کو ملامت کرنے لگے کہ لوگ تو جہاد میں مشغول ہیں اور تو یہ کھانے میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لگاہوا ہے؟ وہ بوٹی پھینک دی اور آگے بڑھے اور مقابلہ میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہوگئے۔

ان کے شہید ہونے کے بعد ایک انصاری صحابی حضرت ثابت بن اَخرمؓ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا گرنے نہیں دیا، بلکہ فوراً اُٹھالیا اور کہا کسی کو امیر مقرر کرو تاکہ میں اس کو یہ دیدوں۔ لوگوں نے کہا: آپ ہی ہمارے امیر ہیں، انہوں نے کہا: نہیں! میں امیر بننے کے لائق نہیں ہوں، اور انہوں نے ہی وہ جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں میں دیا، تو لوگوں نے انہیں کو امیر مقرر کیا۔

یہ سب معاملہ یہاں میدانِ مؤتہ میں ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ کا پورا نقشہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی نگاہوں کے سامنے کھول دیا، چناں چہ اس وقت آپ نے "الصلوٰۃ جامعۃ" کا اعلان کرواکر صحابہ کو مسجد میں جمع فرمایا، منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرمارہے تھے کہ: زید آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور جنت میں داخل ہوئے۔ پھر جھنڈا جعفر نے اُٹھایا، ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لیا، وہ بھی کٹ گیا تو دونوں ہاتھوں سے تھاما، پھر وہ بھی شہید ہوگئے اور جنت میں داخل ہوئے، اور ان کے دونوں بازوؤں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو بازو عطا فرمائے جس سے وہ جنت میں اُڑتے پھرتے ہیں۔ پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا اُٹھایا، وہ بھی آگے بڑھے اور دشمن کا مقابلہ کیا، یہ فرماکر حضور (ﷺ) کچھ دیر ٹھہر گئے، پھر فرمایا: وہ بھی شہید ہوگئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ: اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار کے ہاتھ میں پہنچا ہے، اللہ ان کے ہاتھوں پر مسلمانوں کو فتح دیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چوں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ میدانِ جنگ کے بڑے ماہر تھے، انہوں ایسی تدبیر اختیار کی کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہوا۔ انہوں نے شکل یہ اختیار کی کہ دوسرے روز مسلمانوں کے لشکر کی ترتیب ہی بدل دی، جو آگے تھے ان کو پیچھے کر دیا، پیچھے والوں کو آگے کر دیا، دائیں والوں کو بائیں اور بائیں والوں دائیں کر دیا۔ اور لشکر کا تھوڑا سا حصہ الگ کر کے رات کو ایک جگہ چھپا دیا کہ جب ہماری لڑائی چل رہی ہو، عین اس وقت تم لوگ ظاہر ہو کر آنا تا کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ باہر سے مدد آگئی ہے، اس تدبیر کا رومیوں پر بڑا اثر ہوا اور میدان چھوڑ کر کے بھاگ گئے۔

اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دو لاکھ کے مقابلہ میں تین ہزار تھے اور اس میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ اس روز میرے ہاتھ میں نو(۹) تلواریں ٹوٹیں۔ اور یہ بات یاد رکھنا کہ یہ تلواریں کوئی پتھر پر مار کر نہیں توڑی تھیں، بلکہ دشمنوں کی گردنیں کاٹتے کاٹتے ٹوٹی تھیں۔ اس سے ان حضرات کی بہادری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے! ہم لوگ تو ایک تلوار لے کر پتھر پر توڑنے جائیں تو دن بھر تو کیا؛ مہینہ بھر ہمارا ہاتھ درد کرتا رہے گا۔ فرماتے ہیں کہ اخیر میں میرے ہاتھ میں ایک یمنی تلوار بچی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوہرا اجر؛ورنہ ایک ثواب

حدیث ۱۸۵۶:-

وعن عمرو بن العاص - رضي الله عنه -: أنَّه سَمِعَ رسولَ اللهِ (صلى الله عليه وسلم) يقولُ: ((إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ انہوں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب کسی حاکم نے فیصلہ کیا، اور اس کے لیے اپنی پوری صلاحیت اور غور فکر کو استعمال کیا جس کے نتیجہ میں اس نے صحیح فیصلہ کیا؛ تو اس کو دوہرا (ڈبل) ثواب ملے گا، اور اگر فیصلہ کیا اور اپنی پوری صلاحیت کو استعمال کیا لیکن اس میں وہ خطا کھا گیا تو اس کو ایک ثواب ملے گا۔

افادات:- یہاں علماء نے لکھا ہے کہ فیصلہ کرنے والے کے لیے جو شرائط رکھے گئے ہیں ان ساری چیزوں سے وہ واقف ہو، یعنی اس کو قرآن واحادیث کا علم ہو، اور نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) و حضراتِ خلفاء راشدین اور دیگر حضرات صحابہ نے جو فیصلے کئے اور ان فیصلوں کے جو طریقے اسلام نے بتلائے ہیں ان کا اس کو علم ہو۔ یعنی فیصلہ کرنے کے لیے جن شرعی کمالات وصلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ سارے اس کے اندر موجود ہیں، اور انہیں کو استعمال کرتے ہوئے پوری سمجھ اور پورے غور فکر کے بعد اس نے کوئی فیصلہ کیا اور صحیح فیصلہ کیا تو دوہرا ثواب (یعنی ایک تو اس محنت کا، اور دوسرا اس صحیح فیصلہ کرنے کا) ملے گا۔ اور خدا نہ کرے اس میں اگر کوئی غلطی ہو گئی تب بھی ایک ثواب (یعنی جو محنت کی ہے اس کا) تو ملے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور اگر وہ شرائط اس میں موجود نہیں ہیں یعنی وہ صلاحیتیں اور کمالات اس میں نہیں پائے جاتے تو اس کے لیے فیصلہ کرنا ہی جائز نہیں۔ اگر اس صورت میں وہ فیصلہ کرے گا تو گنہگار ہو گا، بلکہ اگر صحیح فیصلہ کرے گا تب بھی گنہگار ہو گا۔ اس لیے کہ اس کو شریعت کی طرف سے فیصلہ کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا ہے۔

بخار اور اس کا علاج

حدیث ۱۸۵۷:-

وعن عائشة رَضِيَ اللهُ عنها: أنَّ النبيَّ (ﷺ) قَالَ: ((الحُمَّى مِنْ فَيحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: بخار جہنم کی لپٹ میں سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

افادات:- آپ (ﷺ) نے بخار کے علاج کے طور پر پانی کو استعمال کرنے کا فرمایا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس موقعہ پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ بخار کی حالت میں ٹھنڈے پانی کا استعمال بجائے مفید ہونے کے مضر ہے۔

تو اس کی مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔ بعض حضرات نے تو یوں کہ کہا کہ: یہاں پانی استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی کا صدقہ کرو۔ کہیں کنواں کھدوادو، کہیں بورنگ کروادیا، کہیں پانی کا کسی طریقہ سے بھی انتظام کروادیا۔ مطلب یہ ہے کہ صدقہ کے نتیجہ میں بلا دور ہوتی ہے اور آدمی بیماری سے شفا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پاتا ہے، تو گویا پانی والا صدقہ اس کے لیے شفا کا ذریعہ بنے گا۔ بعضوں نے کہا: بخاری شریف ہی میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیمار عورت کو لایا گیا تو حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) نے پانی پر دم کر کے اس عورت کے گریبان میں چھڑکا۔ گویا کچھ پڑھ کر پانی پر دَم کر کے اس کو چھڑکنا مراد ہے۔

بعضوں نے کہا: اس بیمار کو خوب لحاف اور چادر اُوڑھا دی جائے، جب وہ اس میں رہے گا تو اس کی وجہ سے پسینہ چھوٹے گا اور بخار اتر جائے گا۔ تو پانی سے پسینے کا پانی مراد ہے۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس سے پانی ہی مراد ہے، اور بخار مختلف قسم کے ہوتے ہیں، عرب کے علاقہ میں گرمی کی شدت کی وجہ سے لُو لگنے سے بخار ہوتا ہے، اور اس بخار کے متعلق اطباء بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر ٹھنڈا پانی استعمال کیا جائے تو بیمار صحتیاب ہو جاتا ہے۔ گویا اس علاقہ میں جو مخصوص بخار ہوا کرتا تھا اس کے لیے ٹھنڈا پانی ہی مفید ہے۔

میت کے ذمہ فرائض باقی ہوں تو؟

حدیث ۱۸۵۸:-

وعنها رَضِيَ اللهُ عنها، عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.)) (متفق عليه)

وَالمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهَذَا الحَدِيثِ. وَالمُرادُ بالوَلِيِّ: القَرِيبُ وَارِثاً كَانَ أَوْ غَيْرَ وَارِثٍ.

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ روزہ باقی ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی (رشتہ دار) وہ روزہ رکھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: مرنے والے کے ذمہ اگر روزے باقی ہوں اور اس کا رشتہ دار روزہ رکھ لے؛ تو درست ہو جائے گا۔ اسی قول کو مختار قرار دیا گیا ہے۔

افادات:- دراصل یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ ظاہر یہ، امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قولِ قدیم اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ولی کا روزہ رکھ لینا درست ہے۔ لیکن امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قولِ جدید، امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ)، امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور دیگر حضرات کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح کسی کی نمازیں باقی ہوں تو اس کے انتقال کے بعد اس کے ولی یا رشتہ دار کا اس کی طرف سے نمازیں پڑھنا کافی نہیں ہے، اسی طرح روزہ میں بھی ہے۔

تو پھر اشکال ہوتا ہے کہ اس روایت کا مطلب کیا ہے؟ تو اس روایت کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے اس روزے کا فدیہ ادا کرے تو وہ فدیہ اس روزہ کی طرف سے کافی ہو جائے گا، اسی کو "صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" سے تعبیر کیا ہے۔

امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) چوں کہ شافعی المسلک ہیں اس لیے ان کا اور شوافع میں سے امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) کا نظریہ اس سلسلہ میں امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے قولِ قدیم کے مطابق ہے، لیکن خود مشائخ شافعیہ کا یہ مسلک نہیں ہے جیسا کہ اوپر بتایا کہ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قولِ جدید یہی ہے کہ روزہ رکھنا کافی نہیں ہے، بلکہ فدیہ ادا کیا جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے حضرت عائشہؓ کی ناراضگی کا قصہ

حدیث ۱۸۵۹:-

وعن عوف بن مالك بن الطُّفَيْلِ: أنَّ عائشة رَضِيَ اللهُ عنها حُدِّثَتْ أنَّ عبدَ اللهِ بن الزبير رضی الله عنهما، قَالَ فی بَيْعٍ أَوْ عَطاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عنها: واللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ أَوْ لأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا، قالَتْ: أَهُوَ قَالَ هَذَا! قالوا: نَعَمْ. قَالَتْ: هُوَ للهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أنْ لا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبداً. فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الهِجْرَةُ. فَقَالَتْ: لاَ، واللهِ لاَ أُشَفِّعُ فِيهِ أبداً، وَلاَ أَتَحَنَّثُ إِلَى نَذْرِي. فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ المِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعبدَ الرحمَانِ ابْنَ الأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وقَالَ لَهُمَا: أَنْشُدُكُمَا اللهَ لَمَا أَدْخَلْتُمَانِي عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عنها، فَإنَّهَا لاَ يَحِلُّ لَهَا أنْ تَنْذِرَ قَطِيعَتِي، فَأَقْبَلَ بِهِ المِسْوَرُ، وَعَبدُ الرحمَانِ حَتَّى اسْتَأْذَنَا عَلَى عَائِشَةَ فَقَالاَ: السَّلاَمُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَنَدْخُلُ؟ قالت عَائِشَةُ: ادْخُلُوا. قالوا: كُلُّنَا؟ قالتْ: نَعَمْ ادْخُلُوا كُلُّكُمْ، وَلاَ تَعْلَمُ أَنَّ معَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عنها، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي، وَطَفِقَ المِسْوَرُ، وَعَبدُ الرَّحمَانِ يُنَاشِدَانِهَا إِلاَّ كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُولاَنِ: إنَّ النَّبِيَّ (صلى الله عليه وسلم) نَهَى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الهِجْرَةِ، وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوقَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيجِ، طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي، وَتَقُولُ: إِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيدٌ، فَلَمْ يَزَالاَ بِهَا حَتَّى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وأَعْتَقَتْ فِي نَذْرِهَا ذَلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعدَ ذَلِكَ فَتَبْكِي حَتَّى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا. (رواه البخاری)

اس روایت میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عوف بن مالک بن طفیل (جو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بھتیجے کے لڑکے تھے) فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو بتلایا گیا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے- ان عطیات کے سلسلہ میں جو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے دیئے تھے- یہ کہا ہے: حضرت عائشہؓ اپنے اس طرز عمل سے باز آجائیں، ورنہ میں بطورِ حاکم ان پر پابندی لگادوں گا کہ ان کا کوئی تصرف اور معاملہ درست نہ ہو۔ (جب حضرت عائشہؓ کے کان میں یہ بات پڑی تو ان کو یقین نہیں آیا کہ میرے متعلق وہ ایسا کہہ سکتے ہیں) اس لیے انہوں نے کہا: کیا انہوں نے میرے متعلق ایسا کہا ہے ؟ لوگوں نے بتایا: جی ہاں ! کہا ہے (حضرت عائشہؓ کو ان کی اس بات پر بڑی ناگواری ہوئی) کہنے لگیں: اگر ایسا ہے تو میرے اوپر اللہ کے واسطے نذر ہے (یعنی پھر تو مَیں بھی قسم کھاتی ہوں) کہ میں ابن زبیرؓ سے کبھی بات نہیں کروں گی (اب وہ حضرت عائشہؓ پر کیا پابندی لگاتے، اُلٹی ان پر ہی پابندی لگ گئی۔ اب جب بھی وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اندر آنے کی اجازت چاہتے تو اجازت نہ ملتی) جب حضرت عائشہؓ کی طرف سے ان کے ساتھ یہ معاملہ طول پکڑ گیا، اور ان سے یہ جدائی اور قطعِ تعلق برداشت نہیں ہوا تو انہوں نے لوگوں سے سفارشیں کروائیں (کہ جاؤ! میری طرف سے عرض کرو کہ میں معافی مانگتا ہوں) حضرت عائشہؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی، اور نہ میں اپنی نذر توڑوں گی۔ جب زمانہ اور طویل ہو گیا تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے مسور بن مخرمہؓ اور عبد الرحمن بن اسود بن عبد یغوثؒ سے اس سلسلہ میں بات چیت کی (یہ دونوں اس زمانہ کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور اخوال الرسول کہے جاتے تھے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ننھیالی رشتہ دار تھے۔ قبیلۂ بنی زہرہ سے ان کا تعلق تھا، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ حضرت آمنہ بھی اسی قبیلۂ بنو زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے قبیلۂ بنو زہرہ کا جو بھی آدمی ہوتا تھا وہ خال الرسول سے یاد کیا جاتا تھا۔ جیسے: ہمارے یہاں بھی بولتے ہیں کہ یہ ہمارے رشتہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے ماموں ہیں۔ حضرت عائشہؓ بھی ان لوگوں کا بڑا خیال رکھتی تھیں) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ان سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم کی دے کر درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کسی بھی طرح حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچادو (کسی طرح کی بھی تدبیر کرو اور مجھے لے جاؤ۔ اور ہو سکتا تھا کہ ان کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا کہ انہوں نے تو قسم کھالی ہے، اب ہم تمہیں کیسے ان کے پاس لے جائیں، اس لیے) انہوں نے کہا: حضرت عائشہؓ کا میرے ساتھ اس طرح قطع تعلق کرنا کسی حال میں بھی درست نہیں (اس لیے کہ میں تو ان کا بھانجہ ہوں۔ اور اُدھر حضرت عائشہؓ نے ان کے ساتھ جو قطع تعلق کیا تھا وہ اللہ واسطے تھا، اس لیے کہ حضرت عائشہؓ جو کثرت سے مال خرچ کرتی تھیں وہ اپنی نفسانیت اور اغراض کے لیے نہیں ہوتا تھا، بلکہ اللہ کے راستہ میں ہوتا تھا، اور اس پر حضرت زبیرؓ نے یہ جملہ کہا تھا کہ میں پابندی لگادوں گا۔ تو ان کا یہ جملہ حضرت عائشہؓ کو ناگوار گزرا تھا کہ میں نے کونسا گناہ کا کام کیا تھا جو انہوں نے یہ بات کہی، اور وہ بھی میرا بھانجہ ہو کر، جبکہ میں بھی ان کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک کرتی ہوں، اس لیے ناراض ہوئیں) چناں چہ انہوں نے ایک تدبیر کی، یہ دونوں حضرات مسور بن مخرمہؓ اور عبد الرحمن بن اسودؓ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر ہوئے اور حضرت عائشہؓ سے اجازت چاہی (اس لیے کہ جو بھی آتا تھا وہ باہر ہی سے اجازت چاہتا تھا کہ ہم اندر آسکتے ہیں) ان دونوں نے سلام کیا اور کہا: کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟ (ان لوگوں نے یہ کیا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو اپنے بیچ میں رکھا تھا اور اپنی چادر میں اس طرح لپیٹ لیا تھا کہ وہ نظر نہ آئیں اور حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی کہ ہم آسکتے ہیں؟ انہوں نے کہا: آسکتے ہو۔) پوچھا: ہم سب آجائیں؟ کہا: ہاں! سب آجاؤ (حضرت عائشہؓ کو تو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ بیچ میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لپٹے ہوئے ہیں۔ جب حضرت عائشہؓ نے کہا کہ سب آجاؤ، تو عبد اللہ بن زبیرؓ کے لیے بھی گنجائش نکل آئی) چناں چہ وہ اندر داخل ہوگئے (اب گھر میں طریقہ یہ تھا کہ آنے والوں کے لیے کھلی جگہ تھی، وہاں آکر لوگ بیٹھتے تھے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے پیچھے ہوتی تھیں، کسی کو پوچھنا ہوتا، کچھ بات چیت کرنی ہوتی تو وہیں سے پردہ میں رہ کر بات چیت کرلیتے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ تو بھانجے تھے اس لیے پردہ کا سوال نہیں تھا) جب یہ لوگ گھر میں داخل ہوگئے تو عبد اللہ بن زبیرؓ پردہ کے اندر گھس گئے اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے لپٹ گئے، اور قسمیں دینے گے اور رونے لگے (کہ میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، معاف کردو) اور یہ دونوں حضرات بھی پردہ کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ کو اللہ کا واسطہ دیتے رہے کہ آپ ان کو معاف کردیں، ان کا عذر قبول کرلیں (یہ دونوں سفارش کر رہے تھے اور وہ اندر معافی مانگ رہے تھے) یہ دونوں حضرات کہتے تھے کہ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی کے ساتھ قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے، اور (یہ بھی معلوم ہے کہ) کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ یہ دونوں حضرات دیر تک حضرت عائشہؓ کو ایسی ترغیبی اور ترہیبی باتیں سناتے رہے اور ان کو یہ سب یاد دلایا اور حضرت عائشہؓ بھی ان کو نصیحت کرتی رہیں اور روتی رہیں، اور جواب میں یوں کہتی رہیں کہ (تمہیں معلوم ہی ہے کہ) میں نے تو نذر مان لی ہے، اس لیے میرے لیے ضروری ہے کہ میں ان سے بات نہ کروں، اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہوتا ہے (ان حضرات کا حال یہی تھا کہ اللہ کا نام لے کر جو بات کہی جاتی تھی اس کے معاملہ میں بہت ڈرتے رہتے تھے) لیکن یہ دونوں حضرات بھی برابر سمجھاتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے ابن زبیرؓ سے بات کرلی اور ان کو معاف کردیا۔ جب عبد اللہ بن زبیرؓ سے بات کرلی تو ان کی قسم ٹوٹ گئی جس کی تلافی میں حضرت عائشہؓ نے چالیس غلام آزاد کئے (حالاں کہ قسم توڑنے پر کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا پڑتا ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یا کھانا کھلانا پڑتا ہے) اور اس کے بعد جب بھی حضرت عائشہؓ اپنی نذر والی بات یاد کرتی تھیں تو بہت روتی تھیں (کہ میں نے ایک نذر توڑدی، اور اتنا روتیں کہ) آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی تھی (گویا اللہ کا نام لے کر میں نے جو بات کہی تھی، اس کی پابندی نہیں کر سکی۔)

افادات:- عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بھانجے ہوتے ہیں، ان کی والدہ حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔ ویسے تو دونوں کی والدہ الگ الگ ہیں، گویا حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ دونوں باپ شریک بہنیں تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی والدہ کا نام اُم رومان ہے، اور حضرت اسماء کی والدہ کا نام قَتیلہ بنت عبد العزیٰ عامریہ ہے۔ انہی حضرت اسماءؓ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ کے بڑے لاڈلے تھے، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عائشہؓ ان سے بہت زیادہ محبت کا معاملہ کرتی تھیں، اور یہ بھی اپنی سعادت مندی کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ بڑے احسان کا سلوک کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ کثرت سے مال بھیجتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کوئی مال اپنے پاس جمع نہیں رکھتی تھیں، جو بھی آتا فوراً ضرورتمندوں پر خرچ کر دیا کرتی تھیں۔

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فضائلِ صدقات میں واقعہ لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس بہت بڑی رقم آئی اور حضرت عائشہؓ نے سب تقسیم کر ڈالی، حالاں کہ اس دن وہ روزہ سے تھیں، افطار

کے لیے گھر میں کچھ نہیں تھا، باندی نے کہا: ایک آدھ درہم رکھ لیتیں تو افطار کے لیے کچھ سامان آجاتا۔ کہنے لگیں کہ: اللہ کی بندی! پہلے سے بولا ہوتا تو رکھ لیتی، مجھے کیا معلوم کہ گھر کے اندر کچھ بھی نہیں۔ یہ ان کا حال تھا۔ اور چوں کہ ان کا بہت بڑا وظیفہ بیت المال میں سے مقرر تھا، اور ہر زمانہ میں خلفاء اور دیگر لوگ ان کی خدمت میں ہدایا بھیجتے رہتے تھے۔ لیکن یہ کثرت سے خرچ کرنے والی تھیں، ایک پائی بھی اپنے لیے نہیں رکھتی تھیں۔

یہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ امیر المؤمنین تھے، وہ ان کے پاس کثرت سے مال بھیجا کرتے تھے اور ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ حضرت عائشہؓ اس کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کریں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کو پتہ چلا کہ حضرت عائشہؓ کو ضرورت ہے اس لیے انہوں نے ایک بڑی رقم ان کے پاس ہدیہ میں بھیجی، لیکن حضرت عائشہؓ نے وہ پوری رقم ہدیہ اور صدقہ کے اندر خرچ کر دی، حالاں کہ وہ اس نیت سے بھیجتے تھے کہ حضرت عائشہؓ اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کریں۔ جب کسی نے ان کو بتایا کہ آپ کی دی ہوئی رقم تو دوسروں پر خرچ کر دی اور اب خود تنگی اٹھا رہی ہیں، تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو نہایت گراں گزرا اور ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ: حضرت عائشہؓ اپنے اس طرزِ عمل سے باز آجائیں، ورنہ میں بطورِ حاکم ان پر پابندی لگا دوں گا کہ ان کا کوئی تصرف اور کوئی معاملہ درست نہ ہو۔

حاکم کی طرف سے بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ کسی آدمی پر اس طرح کی پابندی لگا دی جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی مقروض ہے، لوگوں کے حقوق اس پر ہیں وہ ادا نہیں کرتا، تو حاکم اس طرح کی پابندی لگا دیتا ہے۔ اور حاکم کی طرف سے کسی آدمی کے معاملات میں اور کسی چیز کے خرید و فروخت

میں اوراس کے دینے لینے پر پابندی عائد کی جاتی ہے اس کو شریعت کی اصطلاح ''حجر'' کہتے ہیں۔ کتب فقہ میں مستقل ایک عنوان ''کتاب الحجر'' قائم کیا جاتا ہے جہاں اس کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی تمنا

بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ: کاش! میں نے یہ کہنے کے بجائے یوں کہا ہوتا کہ اگر بات کروں تو میرے اوپر اتنا لازم ہوگا۔ مطلب یہ کہ میں اس سے بات کروں تو میرے لیے ضروری ہے ایک لاکھ کا صدقہ کروں، یا میں اس سے بات کروں تو میرے لیے ضروری ہے کہ دس روزے رکھوں۔ حضرت عائشہؓ یہ تمنا کرتی تھی کہ: کاش! اس کے بجائے یوں کہا ہوتا۔ تو کم سے کم دل کو تو اطمینان ہوتا میں نے جو کہا اس کے مطابق نذر توڑنے کی صورت میں دس روزے رکھے۔ حالاں کہ انہوں نے مطلق نذر مانی تھی، اور جیسا کہ میں نے بتلایا وہ قسم کے حکم میں ہے، اوراس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے، لیکن پھر بھی وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نام پر کہی ہوئی بات کے معاملہ میں بہت محتاط تھے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنی امت کے بارے میں خدشہ

حدیث ۱۸۶۰:-

وعن عُقْبَةَ بن عامِرٍ رضی الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) خَرَجَ إِلَى قَتْلَى أُحُدٍ فَصَلَّى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلأَحْيَاءِ وَالأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الحَوْضُ، وإِنِّي لأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا، أَلاَ وإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا)) قَالَ: فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ (ﷺ). (متفق عَلَيْهِ)

وفي رواية: ((وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا، وَتَقْتَتِلُوا فَتَهْلِكُوا كما هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ)). قَالَ عُقْبَةُ: فكانَ آخِرَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ (ﷺ) عَلَى المِنْبَرِ.

وفي روايةٍ قَالَ: ((إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وإِنِّي واللهِ لأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ، وإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الأَرْضِ، وإِنِّي واللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا)).

وَالمُرَادُ بِالصَّلاَةِ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ: الدُّعَاءُ لَهُمْ، لاَ الصَّلاَةُ المَعْرُوفَةُ.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عقبہ عامرؓ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) شہدائے اُحد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور ان پر آٹھ سال کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی، گویا کہ آپ زندوں اور مردوں کو الوداع کہہ رہے تھے (شہدائے اُحد کی زیارت کرکے واپس آنے کے بعد) آپ (ﷺ) منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں تم سے پہلے تمہارے لیے تیاری کرنے جا رہا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوؤں گا (یعنی تمہارے نیک اعمال کے متعلق اور تم لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جو مالی وجانی قربانیاں دی ہیں اور دین کے لیے جو مشقتیں اٹھائی ہیں، ان سب باتوں پر قیامت کے روز میں گواہی دوں گا) اور تم سے حوضِ کوثر پر ملاقات کا وعدہ ہے، میں اس وقت اپنی اس جگہ سے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں (گویا اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر اس وقت حوضِ کوثر منکشف کردیا تھا) اور سنو! مجھے تمہارے متعلق یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، لیکن تمہارے متعلق یہ ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ گے اور اس میں ایک

دوسرے سے مقابلہ اور ریس کروگے (حضرت عقبہ بن عامرؓ جب یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اس وقت کہتے ہیں کہ) یہی آپ (ﷺ) کی میں نے آخری زیارت کی (اس کے بعد آپ کے دیدار اور زیارت کی نوبت نہیں آئی، یعنی حضور (ﷺ) کا انتقال ہو گیا)۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ: لیکن مجھے تم لوگوں کے متعلق دنیا کا یہ ڈر ہے کہ دنیا کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ اور ریس کروگے، اور آپس میں ایک دوسرے سے لڑوگے اور اسی طرح ہلاکت میں پڑوگے جیسے تم سے پہلے لوگ ہلاکت میں پڑے۔

ایک روایت میں ہے کہ: میں تم سے پہلے تیاری کے لیے جارہا ہوں، میں تمہارے اوپر گواہ ہوں۔ میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں (دوسری روایت میں ہے: تم خزانوں کو حاصل کروگے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضور (ﷺ) سے فرمایا کہ: آپ کی امت کو خزانے دیئے جائیں گے اور فتوحات ہوں گی) اور اللہ کی قسم! میں تم لوگوں پر اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم لوگ شرک میں مبتلا ہوگے (یعنی امت اجتماعی طور پر شرک میں مبتلا نہیں ہوگی، ہاں! کچھ لوگ اس میں پھنس گئے تو الگ بات ہے) لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا کی خاطر ایک دوسرے سے آپس میں مقابلہ کروگے اور اسی میں ہلاک اور برباد ہو جاؤگے۔

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: یہاں جو "صلوٰۃ" کا لفظ آیا ہے، اس سے معروف نمازِ جنازہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد شہداء کے لیے دعا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) یہ اس لیے فرمارہے ہیں کہ چوں کہ ایک مسئلہ ہے کہ شہید کے اوپر نمازِ جنازہ پڑھی جائے یانہیں ؟کیوں کہ عرفی شہید کو غسل تو نہیں دیا جاتا،لیکن اس پر نمازِ جنازہ کے سلسلہ میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے،احناف کے یہاں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے،اور شوافع کے یہاں نہ غسل دیاجاتاہے اورنہ نمازِ جنازہ کی ضرورت ہے،اس کویوں ہی دفن کردیں گے۔چوں کہ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ)شافعی المسلک ہیں اس لیےوہ فرماتے ہیں کہ یہاں ”صَلَّى “کامطلب نمازِ جنازہ نہیں ہے،بلکہ دعاہے۔ لیکن تمام شراح یہی فرماتے ہیں کہ یہاں تاویل اس لیے نہیں چل سکتی کہ دوسری روایتوں میں ”صَلَّى عَلَيۡهِمۡ صَلٰوتَه عَلَى الۡمَيِّتِ“کی صراحت موجودہے،یعنی جس طرح مرنے والوں پر نمازپڑھی جاتی ہے،اسی طرح آپ نے نمازپڑھی۔اگر ”صَلَّى “ کامعنٰی دعاہوتاتولفظ”صَلٰوتَه عَلَى الۡمَيِّتِ“نہ آتا،کیوں کہ ” صلٰوۃ“ کے معنٰی دعاکے نہیں آتے۔

اوردوسری بات یہ ہے کہ ” بَعۡدَ ثَمَانِ سِنِيۡنَ “کالفظ بھی بتاتاہے کہ زیارت اور دعا کے لیے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باربار تشریف لے جاتے تھے، لیکن یہاں توکہاہے کہ آٹھ سال کے بعد۔یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مرادمعروف نمازہےجوجنازہ کی ہواکرتی ہے۔

یہ واقعہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرض الوفات کے شروع کاہے،اس وقت آپ چل پھر رہے تھے، اسی زمانہ میں آپ ایک مرتبہ صبح کے وقت بقیع میں اور شہدائے احد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے،اوروہاں آپ نے نمازپڑھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پوری امت کے لیے بڑی تسلی کی بات

"فَرَط" عربی زبان میں ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جب کوئی قافلہ یا لشکر روانہ ہوتا تو کچھ لوگ آگے جاکر جہاں پڑاؤ ڈالنا ہوتا تھا وہاں قافلہ والوں کے لیے پانی قیام وغیرہ کے انتظامات کرتے تھے، تاکہ جب لشکر وہاں پہنچے تو اس کو سہولت رہے۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں ہمارے زمانہ جیسی سہولیات نہیں ہوتی تھی۔ گویا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ سے فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں کے لیے فرط (یعنی پہلے جارہا) ہوں اور تم بعد میں آنے والے ہو، میں وہاں جاکر تمہارے لیے انتظام کرتا ہوں۔ اس لفظِ فرط میں صحابہ کے لیے اور پوری امت کے لیے بڑی تسلی کی بات ہے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پورے دن وعظ فرمایا

حدیث ۱۸۶۱:-

وعن أَبِي زيد عمرِو بن أَخْطَبَ الأنصاريِّ -رضی الله عنه- قَالَ: صلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) الفَجْرَ، وَصَعِدَ المِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ العَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری (رضی اللہ عنہ) (قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے، پھر خطبہ دینا شروع

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، پھر اترے، عصر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور (اس لمبے وعظ و خطبہ میں) حضورِ اکرم (ﷺ) نے وہ تمام اہم اہم واقعات جو اب تک دنیا میں پیش آئے اور جو آئندہ قیامت تک پیش آنے والے ہیں وہ سب بتلائے۔ ہم میں جو زیادہ یاد رکھنے والا تھا (اس نے وہ سب یاد رکھ لیے اور) وہ ہم میں زیادہ عالم بن گیا۔

افادات:- حضرت حذیفہؓ کی بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ایک مرتبہ دنیا میں جو اہم اہم واقعات پہلے ہوئے، اور جو آئندہ ہونے والے ہیں وہ سب اپنے بیان میں لوگوں کو بتلائے، لیکن لوگ بھول گئے۔ جب ان میں کوئی معاملہ اور واقعہ پیش آتا ہے تو یاد آتا ہے کہ یہ تو حضور (ﷺ) نے بتلایا تھا۔ جیسے: کسی آدمی کو دیکھ کر پھر اس کو آدمی بھول جاتا ہے لیکن جب وہ سامنے آتا ہے اور اس کا چہرہ دیکھتا ہے تو یاد آتا ہے کہ ہاں اس کو تو پہلے دیکھا ہے۔

نیکی کی نذر درست ہے، گناہ کی نہیں

حدیث ۱۸۶۲:-

وعن عائشة رَضِيَ اللهُ عنها قالت: قَالَ النَّبِيُّ (ﷺ) : ((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ)). (رواه البخاری)

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اس بات کی نذر مانے کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اس کو پوری کرے (یعنی اطاعت بجالائے) اور جو آدمی اس بات کی نذر مانے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کرے گا تو وہ اس کو پورا نہ کرے (یعنی معصیت نہ کرے)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–نذر کے صحیح ہونے کے لیے فقہاء نے جو شرطیں لکھی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جارہی ہے وہ عباداتِ مقصودہ کے قبیل سے ہو، تب ہی نذر درست ہوگی۔ اور اگر وہ عبادت کے قبیل سے نہیں ہے، تو اس صورت میں اس کی نذر درست ہی نہیں ہوگی۔ اور اگر کسی نے کسی گناہ کے کام کی نذر مانی، تو وہ نذر درست ہی نہیں ہے۔

گرگٹ، چھپکلی کو مارنے میں نیکیاں ملیں گی

حدیث ۱۸۶۳:-

وعن أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللهُ عنها: أنَّ رسولَ اللهِ (ﷺ) أمرها بِقَتْلِ الأَوْزَاغ وقال: ((كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:–حضرت ام شریک (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ان کو گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالنے کے لیے نمرود کی طرف سے آگ جلائی گئی تھی تو یہ اس کو بھڑکانے کے لیے پھونک مار رہا تھا۔

حدیث ۱۸۶۴:-

وعن أَبِي هريرة -رضی الله عنه- قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ (ﷺ): ((مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فى الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً دُونَ الأُولَى، وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً)).

وفى رواية: ((مَنْ قَتَلَ وَزَغاً فى أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وفى الثَّانِيَةِ دُونَ ذَلِكَ، وفى الثَّالِثَةِ دُونَ ذَلِكَ)). رواه مسلم.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قَالَ أَهلُ اللُّغة: ((الوَزَغُ)) العِظَامُ مِنْ سَامَّ أَبْرَصَ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی چھپکلی یا گرگٹ کو پہلے وار میں ماردے گا اس کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی، اور جو دوسرے وار میں مارے گا اس کو اس سے کم نیکیاں ملے گی، اور جو تیسرے وار میں مارے گا اس کو اس سے بھی کم نیکیاں ملیں گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: جو آدمی چھپکلی یا گرگٹ کو پہلے وار میں ماردے گا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اور جو دوسرے میں مارے گا اس کو اس سے کم، اور جو تیسرے وار میں مارے گا اس کو اس سے بھی کم نیکیاں ملیں گی۔

افادات:- "اَوْزاغ" وَزَغ کی جمع ہے، وزغ کے معنٰی گرگٹ اور چھپکلی ہے۔ عربی میں دونوں کے لیے یہی لفظ بولا جاتا ہے۔ گویا چھپکلی اور گرگٹ دونوں کو مارنے کا یہی حکم ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھونک تو اُس زمانہ کے گرگٹ نے ماری تھی، پھر اس کی سزا قیامت تک آنے والے گرگٹوں کو کیوں دی جارہی ہے؟ تو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل اس کا مقصد اس کی خباثتِ طبع کو بتلانا ہے۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالنے کے لیے جب آگ بھڑکائی جارہی تھی تو دنیا کے جتنے بھی جانور تھے سب اس کو بجھانے کے لیے آرہے تھے، سوائے گرگٹ اور چھپکلی کے؛ کہ وہ دونوں اس کو بھڑکانے میں لگے تھے۔ گویا اس حکم سے ان کی طبیعت کے کمینہ پن کو بتلایا جارہا ہے کہ اس جنس کے اندر ہی خباثت موجود ہے، گویا پوری جنس ہی بگڑی ہوئی ہے، اس لیے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو مارنے کا حکم فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے چھپکلی مارنے کے لیے بھالا رکھا

ایک تابعیہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئی تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک بھالا تھا، میں نے پوچھا: یہ کیوں رکھا ہے؟ تو کہا کہ: چھپکلی مارنے کے لیے رکھا ہے۔ اس لیے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالا گیا تو اس کے علاوہ تمام جانور اس کو بجھانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، یہ اس کو بھڑکانے کے لیے پھونک مار رہا تھا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی، باب قَتْلِ الْوَزَغِ)

گویا ایسے انداز سے مارو کہ پہلے ہی وار میں کام نمٹ جائے اور جان بچا کر بھاگنے کی نوبت نہ آئے۔

اخلاص سے دیا ہوا صدقہ فائدہ سے خالی نہیں [ایک قصہ]

حدیث ۱۸۶۵:-

وعن أبي هريرة -رضي الله عنه- أنَّ رَسُولَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: ((قَالَ رَجُلٌ لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ! لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ؟ فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وعلى غَنِيٍّ! فَأُتِيَ فقيل لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سارقٍ فَلَعَلَّهُ أنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وأمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وأمَّا الغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أنْ يَعْتَبِرَ فَيُنْفِقَ مِمَّا أَعْطَاهُ اللهُ.)) (رواه البخاري بلفظه ومسلم بمعناه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے نذر کے طور پر کہا کہ: میں صدقہ کروں گا (یہ امم سابقہ میں سے کسی کا قصہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس پر صدقہ کیا جاتا تھا اس کا محتاج اور صالح ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا) چناں چہ وہ اپنی اس نذر اور منت کے مطابق اپنے صدقے کا مال لے کر نکلا (اب اس نے تو اپنے طور پر اس بات کی کوشش کی کہ جو محتاج اور صالح ہو اسی کو دوں، پھر اپنے طور پر پوری جستجو اور اطمینان کر لینے کے بعد) اس نے وہ صدقہ ایک آدمی کے ہاتھ میں رکھ دیا اور وہ چور تھا (اس کو معلوم نہیں تھا کہ جس کو دے رہا ہوں وہ چور ہے، بلکہ بے خبری میں دیا) جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج تو کوئی آدمی کسی چور کو اپنے صدقہ کا مال دے گیا (لوگوں میں بات چلی تو اس کے کان میں بھی پڑی، وہ سوچنے لگا کہ میں نے بڑی محنت اور سوچ سمجھ کر ایک آدمی کو حقدار اور نیک سمجھ کر صدقہ دیا تھا لیکن وہ تو چور نکلا۔ خیر! جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ یہاں تسلیم و رضا کی کیفیت بھی بتلانی ہے) کہنے لگا: اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ اس نے پھر طے کیا کہ آج میں پھر صدقہ کروں گا، چناں چہ دوسری رات صدقہ کا مال لے کر نکلا، اور ایک عورت کو حقدار سمجھ کر دیا لیکن وہ زانیہ اور بدکار عورت تھی اس کے ہاتھ میں رکھ دیا (یہاں پر اس نے اپنے طور پر اس بات کی کوشش کی تھی کہ صحیح جگہ پر مال پہنچے لیکن پھر اس میں کامیاب نہیں ہوا) جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کوئی آدمی اپنا مال بطورِ صدقہ ایک بدکار عورت کو دے گیا (اس کے کان میں بھی پڑی کہ آج رات میں نے جو صدقہ کیا وہ ایک بدکار عورت کو پہنچ گیا) کہنے لگا: اے اللہ! تیرا احسان و شکر اور تیری تعریف ہے اس بات پر کہ میرا صدقہ زانیہ کے ہاتھ میں چلا گیا (یعنی میں اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا، تیری جو مرضی تھی وہی ہوا) اس نے پھر طے کیا کہ میں صدقہ کروں گا (دراصل وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنا صدقہ صحیح جگہ پر خرچ ہو جائے) چناں چہ وہ اپنا صدقہ لے کر رات کو نکلا اور ایک مالدار آدمی کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج تو کسی نے لکھ پتی کے ہاتھ میں صدقہ کا مال دیدیا (پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آیا اس پر تسلیم و رضا کا

اظہار کرتے ہوئے) کہنے لگا: اے اللہ! تیری تعریف ہے اس بات پر کہ میرا صدقہ پہلے چور کے ہاتھ میں گیا، دوسرے دن زانیہ کے ہاتھ میں گیا اور تیسرے دن مالدار کے پاس گیا (اب وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا سارا صدقہ ضائع گیا، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا) چناں چہ اس کو خواب میں دکھلایا گیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے بتایا (کہ تو نے اخلاص کے ساتھ عمل کیا اور اس عمل کو صحیح کرنے کے لیے اپنے طور پر جتنی کوشش ہو سکتی تھی اس میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی، اب چاہے وہ ناحق جگہ پر پہنچ گیا پھر بھی فائدہ سے خالی نہیں) تیرا پہلے دن کا صدقہ جو چور کے ہاتھ میں پہنچا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چوری سے باز آجائے (یعنی تو اس بات پر کیوں بے چین اور پریشان ہوتا ہے کہ میرا صدقہ صحیح جگہ پر نہیں پہنچا، دراصل وہ بیچارہ چوری اس لیے کرتا تھا کہ محتاج تھا اور مجبوری میں یہ کام کرتا تھا۔ حضراتِ شراح نے لکھا ہے کہ اس جملہ ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس چور کی چوری کی عادت اپنے احتیاج کی وجہ سے تھی۔ گویا اس کو خواب میں بتایا گیا اس کے ہاتھ میں تیرا صدقہ پہنچا اور اس کی حاجت پوری ہو گئی تو بھلا وہ کیوں چوری کرے گا؟ گویا تیرا یہ صدقہ چور کے لیے چوری سے بچاؤ کا سبب ہوا۔) اسی طرح بدکار عورت جو بدکاری کراتی تھی، اب امید ہے کہ وہ اپنی بدکاری سے باز آجائے گی (یعنی وہ اپنی احتیاج، اور فقر و فاقہ کی وجہ سے زنا کراتی تھی، اس کے پاس مال نہیں تھا اور کوئی ذریعۂ معاش بھی نہیں تھا، اس لیے بدرجۂ مجبوری اس سے یہ حرکت صادر ہوتی تھی، جب تیرے صدقہ کا مال اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو وہ یہ کام نہیں کرائے گی) رہا وہ مالدار؛ تو امید ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو مال اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے (وہ مالدار ہونے کے باوجود اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا تھا، آج تیرا صدقہ جب غیر اختیاری طور پر اس کے ہاتھ میں پہنچا، تو اس کو بھی سبق ملے گا اور عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیں گے۔ اس کے دل پر چوٹ لگے گی کہ ایک آدمی تو اپنا صدقہ چھپا کر میرے جیسے مالدار کے ہاتھ میں دے گیا اور میں مالدار ہونے کے باوجود ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرتا)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس روایت کو حضرات محدثین امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کتاب الزکوٰۃ میں اس جگہ لاتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنا زکوٰۃ کا مال کسی ایسے آدمی کو حقدار سمجھ کر دیدے جو حقیقت میں زکوٰۃ کا حقدار نہ ہو، جیسے: کسی کو غریب سمجھ کر زکوٰۃ کا مال دیا، اور اپنے طور پر اطمینان حاصل کر لیا تھا کہ یہ مستحقِ زکوٰۃ ہے، بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو مالدار تھا؛ تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ عام طور پر حضراتِ محدثین اس روایت کو اسی بیان میں لاتے ہیں۔

اور حضرات محدثین نے اس روایت سے جو نتائج نکالے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ اس آدمی کی اس صفتِ تسلیم و رضا کو بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ معاملہ اس کے ساتھ پیش آیا، اس میں اس نے بے قراری، بے چینی اور ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ کہا کہ میں نے تو اپنے طور پر کوشش کر ڈالی تھی کہ جو اس کا صحیح حقدار ہے اس کے ہاتھ میں جائے، لیکن میں اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہو پایا، تو ہی قدرت والا ہے، تو نے جو چاہا وہ ہو گیا۔ مؤمن کی شان یہی ہونی چاہیے کہ ایک آدمی اپنے طور پر ایک کام کرنے کے لیے چلا اور اپنے طور پر اس نے پوری کوشش کر ڈالی، جو اسباب و وسائل ہو سکتے تھے اس نے اختیار کر لیے، پھر بھی وہ کام نہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہے۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو صدقہ چھپ کر اور اخلاص کے ساتھ کرنا چاہیے، اس کے ثمرات و فوائد ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے اس عمل میں تو نے اگرچہ اپنے طور پر پوری کوشش کی پھر بھی صدقہ صحیح جگہ پر نہیں پہنچا سکا، لیکن جہاں پہنچا ہے وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قصۂ شفاعت در میدانِ قیامت

حدیث ۱۸۶۶:-

وعنه قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ (ﷺ) فِى دَعْوَةٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وقال: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ القِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللهُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ فِى صَعِيدٍ وَاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِى، وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الغَمِّ وَالكَرْبِ مَا لاَ يُطِيقُونَ وَلاَ يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ النَّاسُ: أَلاَ تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ إِلَى مَا بَلَغَكُمْ، أَلاَ تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: أَبُوكُمْ آدَمُ، فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُونَ: يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو البَشَرِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وأَمَرَ المَلاَئِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، وأَسْكَنَكَ الجَنَّةَ، أَلاَ تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نوحاً فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْداً شَكُوراً، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا بَلَغَنَا، أَلاَ تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلاثَ كَذَبَاتٍ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالاَتِهِ وَبِكَلاَمِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْساً لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى. فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى، أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ عِيسَى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْباً، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ (ﷺ).

وفی روايةٍ: فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أنتَ رَسُولُ اللهِ وخَاتَمُ الأَنْبِياءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِداً لِرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئاً لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ. فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لاَ حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الأَبْوَابِ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ مع تشریح:۔۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے ساتھ ایک دعوت میں شریک ہوئے، آپ (ﷺ) کی خدمت میں دست کا گوشت پیش کیا گیا، اور حضور اکرم (ﷺ) کو دست کا گوشت بہت مرغوب اور پسند تھا، نبیٔ کریم (ﷺ) نے اس کو اپنے دانتوں سے توڑا (یعنی گوشت نوش فرمارہے تھے) اسی دوران ارشاد فرمایا: مَیں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوؤں گا۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ میری سرداری اور سیادت کا ظہور کیسے ہوگا؟ (یعنی میری سرداری کا لوگوں کو پتہ کیسے چلے گا؟ وہ اس طرح سے کہ) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے (یعنی حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر قیامت تک کے) تمام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انسانوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا(وہ سب ایسے میدان میں ہوں گے کہ) دیکھنے والا سب کو ایک نظر میں دیکھ سکے گا، اور پکارنے والا اپنی آواز سب کو سنا سکے گا، اور سورج بالکل قریب ہوگا جس کی وجہ سے لوگ تکلیف اور پریشانی میں اس انتہا کو پہنچ جائیں گے کہ لوگوں میں اس کی نہ طاقت ہوگی اور نہ برداشت کر سکیں گے (لوگ اسی طرح کھڑے ہوں گے اور کچھ کارروائی نہیں ہو رہی ہوگی۔ جب اسی پریشانی، کلفت و مشقت اور تکلیف کے عالم میں ایک لمبا وقت گذر جائے گا تو لوگ آپس میں کہیں گے) کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تم سب کس کس تکلیف کے عالَم میں مبتلا ہو؛ چلو! کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے سفارش کرے (بعض روایتوں میں آتا ہے کہ لوگ کہیں گے: یہ انتظار کب تک رہے گا، حساب کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے؛ چاہے کچھ بھی فیصلہ ہو۔ پھر چرچا کریں گے کہ ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کرے کہ حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے: ہمارے جد امجد اور ابا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں، ان کے پاس جاکر درخواست کی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ ہمارے حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے) چناں چہ لوگ حضرت آدم (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے اندر روح ڈالی، پھر فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، اور راللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کے اندر ٹھہرایا (جب کسی آدمی سے اپنی کوئی درخواست کی جاتی ہے اور اپنا کام نکالنا ہوتا ہے تو اس کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں کہ آپ تو ایسے ایسے ہیں، ذرا ہمارا کام کر دیجئے۔ اسی طرح یہاں بھی لوگ وہی کریں گے کہ آپ کی یہ ساری خوبیاں و کمالات اور خصوصیتیں ہیں) کیا آپ پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش نہیں کریں گے؟ (کہ ہمارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حساب و کتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے) آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس قدر تکلیف اور مشقت میں پہنچ چکے ہیں۔ حضرت آدم (علیہ السلام) جواب میں فرمائیں گے: میرا رب آج ایسا غضبناک ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا تھا، اور نہ آئندہ ایسا غضبناک ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس حکم پر عمل نہیں کیا، آج تو مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (یعنی میں اگر یہ بات لے کر گیا اور مجھ ہی سے سوال ہو گیا کہ تم کو ایک بات کہی گئی تھی، تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جب کہیں سفارش کا معاملہ آتا ہے تو آدمی ایسا سب سوچتا ہے۔ اور حضراتِ انبیاء اللہ تعالیٰ کے شئون سے جتنا واقف ہوتے ہیں؛ دوسرا کون ہو سکتا ہے؟ اور جو آدمی کسی کا جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے، وہ اس سے اتنا ہی زیادہ ڈرتا ہے) تم لوگ حضرت نوح کے پاس جاؤ، چناں چہ لوگ حضرت نوح (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے رسول ہیں، اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں ہے کہ ہم کس تکلیف میں ہیں، ہماری مشقت کس انتہا کو پہنچ چکی ہے؟ کیا آپ اپنے پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش نہیں کریں گے؟ حضرت نوح (علیہ السلام) عرض کریں گے: میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا، اور نہ آئندہ کبھی ایسا غضبناک ہوگا، مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری ایک دعا قبول ہوگی، میں نے اس دعا کو اپنی قوم کی ہلاکت میں استعمال کر لیا (گویا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس سلسلہ میں مجھ سے پوچھ نہ ہو جائے) آج تو مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ (ایسا کرو) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ چناں چہ سب لوگ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل و دوست ہیں، آپ اپنے پروردگار سے ہمارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیے سفارش کیجئے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کیسی تکلیف میں ہیں؟ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) فرمائیں گے: آج میرا رب ایسا غضبناک ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا تھا، اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا۔ اور میں نے تین جھوٹ بولے تھے، آج تو مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (ایک کام کرو) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے آپ کے ساتھ کلام فرما کر دوسروں کے مقابلہ میں آپ کو فضیلت دی، آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کیجئے ہم کس تکلیف میں ہیں وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی وہی جواب دیں گے کہ: آج میرا پروردگار ایسا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا، اور نہ آج کے بعد ایسا غضبناک ہوگا، اور میں نے ایک جان کو مار دیا تھا جس کی مجھے اجازت نہیں تھی (حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے ایک قبطی کو گھونسا مارا تھا، اگرچہ اس کو مار ڈالنے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن اس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوگئی تھی) مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (ایک کام کرو) حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، چناں چہ لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ کے کلمۂ کن ہیں جو اللہ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت مریم کے اندر ڈالا تھا، اور اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی مخصوص روح ہیں، آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے بات کی (یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے) آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجئے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس تکلیف میں ہیں؟ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جواب میں فرمائیں گے: میرا رب آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا، اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی کسی کوتاہی کا تذکرہ نہیں کیا (لیکن بعض روایتوں میں اس کا تذکرہ آتا ہے کہ وہ کہیں گے: لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کر میری اور ماں کی عبادت کرنی شروع کر دی تھی) آج تو مجھے میری جان کی فکر ہے، میری جان کی فکر ہے، میری جان کی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، (ایک کام کرو) حضرت محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ۔ (حضور (ﷺ) فرماتے ہیں) اس کے بعد لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ: آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کر دی ہیں، آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجئے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس تکلیف میں ہیں۔ لوگوں کی یہ بات سن کر مَیں چلوں گا، اور عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس وقت اللہ تعالیٰ مجھ پر حمد و ثنا کے ایسے ایسے کلمات کھولیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ کی خوبیاں اور کمالات اور اس کی حمد و ثناء ایسے ایسے الفاظ میں بیان کروں گا کہ آج تک ان الفاظ میں کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان نہیں کی (جب دیر تک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا رہوں گا) تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ سوال کیجئے؛ آپ کا سوال پورا کیا جائے گا۔ آپ سفارش کیجئے؛ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ چناں چہ مَیں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت۔ اے رب! میری امت۔ میری اس عرض پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں، ان کو جنت کی داہنی طرف کے دروازہ سے داخل کیجئے (امت کے ایسے افراد ستر ہزار ہوں گے جن کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا) اور آپ کی امت کے لوگ اور لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے میں شریک ہوں گے (یعنی جنت کے دوسرے دروازوں سے جہاں اور امتیں داخل ہوں گی وہاں آپ کی امت کے لوگ بھی داخل ہوں گے، لیکن دائیں طرف کا دروازہ تو آپ کی امت کے لیے ہی مخصوص ہے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دو کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے جتنا مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان میں ہے، یا جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے (ہجر: یمن کا شہر تھا، جہاں کے مٹکے مشہور تھے۔ اور بُصریٰ: شام کا ایک شہر ہے۔)

افادات:– اس روایت سے مندرجۂ ذیل مضامین مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی جاسکتی تھی کہ اول وہلہ ہی میں حضورِ اکرم (ﷺ) کے پاس پہنچ جاتے، لیکن ایسا نہیں ہوگا، وہ دراصل اس لیے کہ میری سیادت اور سرداری کا ظہور ہو کہ جو کام کوئی نہ کرسکا وہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کروائیں گے۔

(۲) بکرے کے اگلے جو دو پیر ہوتے ہیں، جیسے آدمی کے آگے کے دو ہاتھ ہوتے ہیں، اس کو اردو میں دست، اور عربی "ذراع" کہتے ہیں۔ حضورِ اکرم (ﷺ) کو دست کا گوشت بڑا مرغوب تھا۔ اور اس کے مرغوب ہونے کی ایک وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ وہ جلدی سے گل جاتا ہے، ویسے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ہمیشہ گوشت میسر نہیں آتا تھا جب میسر آجاتا تو تقاضہ ہوتا تھا کہ جلدی سے تیار ہو جائے۔

اور دوسری وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ یہ حصہ غلاظت کی جگہ سے دور ہوتا ہے، اس معنٰی کر اس کی لذت بھی دوسرے حصوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، اس لیے حضور (ﷺ) کو زیادہ مرغوب تھا۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ایک یہودیہ نے ایک بکری بھون کر اس میں زہر ملا کر نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کی تھی، تو اس نے دست والے حصہ ہی میں زیادہ زہر یہی سوچ کر ملایا تھا کہ آپ کو یہ گوشت زیادہ مرغوب ہے، اس لیے آپ پہلے اسی کو نوش فرمائیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۳)"**سورج بالکل قریب ہوگا**" روایتوں میں آتا ہے کہ ایک میل قریب ہوگا۔اب "میل" سے کیامراد ہے؟اس لیے کہ عربی زبان میں سرمہ دانی کے سلائی کو بھی "میل" کہتے ہیں ،اور مخصوص فاصلہ کے لیے بھی لفظِ میل بولا جاتا ہے۔اورراوی بھی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کون سا میل مراد ہے۔اس لیے اگر فاصلہ ہی مراد ہوتب بھی اس کی تپش بہت تیز ہوگی،اس لیے کہ دنیامیں سورج زمین سے ۹/کروڑ ۳۳/لاکھ میل دور ہے،اس کے باوجود اس کی تیزی کا حال یہ ہے کہ گرمی کے دنوں میں اس کی تپش کی وجہ سے لوگ بدحواس ہوجاتے ہیں؛توجب وہ صرف ایک میل دور ہوگا تواس وقت لوگوں کی کلفت اور مشقت کا کیاعالم ہوگا!

(۴)"**شکرگذاربندہ**" حضرت نوح علیٰ نبیناوعلیہ السلام کے متعلق قرآنِ پاک میں ہے: "إِنَّهٗ كَانَ عَبْداً شَكُوْراً" وہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے تھے۔ان کے متعلق لکھا ہے کہ جب بھی وہ کوئی نعمت استعمال کرتے تھے تووہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے، جیسے: کھانا کھاتے توکہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَطْعَمَنِي، وَلَوْ شَاءَ أَجَاعَنِي" اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے کھلایا،اگر وہ چاہتاتو بھوکا رکھتا۔جب پانی پیتے توکہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی سَقَانِي، وَلَوْ شَاءَ أَظْمَأَنِي" اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے پانی پلایا،اگر وہ چاہتا تو پیاسا رکھتا۔ جب لباس پہنتے توکہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی كَسَانِي وَلَوْ شَاءَ أَعْرَانِي" اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے لباس پہنایا، اگر وہ چاہتاتو ننگا رکھتا۔جوتا پہنتے توکہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی حَذَّانِي، وَلَوْ شَاءَ أَحْفَانِي" اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے جوتا پہنایا،اگر وہ چاہتاتو ننگے پیر رکھتا۔اور قضائے حاجت کے بعد کہتے: "أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَخْرَجَ عَنِّي أَذَاهُ، وَلَوْ شَاءَ حَبَسَهُ" اللہ کا شکر ہے جس نے تکلیف دہ چیز کو مجھ سے نکال دیا، اگر وہ چاہتاتواس کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اندر ہی روک دیتا۔(جامع البیان في تفسیر القرآن للطبري:سورۂ بنی اسرائیل) گویا وہ ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے تھے اس لیے ان کو ''عَبْدًا شَكُوْرًا'' شکر گزار بندہ کہا گیا۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے توریہ کے تین واقعات

(۵) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے متعلق جو فرمایا کہ میں نے تین باتیں کذب کے قبیل سے کہی تھیں ۔ اس کے متعلق حضرات شرّاح نے لکھا ہے کہ حقیقت میں وہ باتیں جھوٹ نہیں تھیں ،بلکہ تعریض وتوریہ کے قبیل سے تھیں۔ ان میں سے دو کا تذکرہ تو قرآنِ پاک میں ہے:

(الف) پہلی یہ کہ ان کی قوم تہوار منانے کے لیے آبادی سے باہر جارہی تھی، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو، اور چوں کہ ان کی قوم نجوم کو مانتی تھی ''فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ'' اس لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا: میں بیمار ہوں۔ گویا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے عذر کر دیا، وہ لوگ یوں سمجھے کہ ستارے دیکھ کر ان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ بیمار ہونے والے ہیں، اس لیے معذرت کر رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور نہیں کیا اور معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ تو یہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا '' إِنِّيْ سَقِيْمٌ'' کہنا بطورِ توریہ تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توریہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک بات کہہ کر اس کا ایسا مطلب مراد لے جو اس کے نزدیک درست ہو، لیکن سننے والے کے ذہن میں اس جملے کا کوئی قریبی مطلب آئے، حالاں کہ بولنے والے کی مراد وہ نہ ہو؛ اس کو توریہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: یہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے آپ کو "سَقِیْمُ الْحُجَّةِ" کہا تھا کہ میں تمھیں اپنی بات سمجھانے سے قاصر ہوں۔ اگر میں تم لوگوں سے یوں کہوں کہ تم لوگ جو تہوار منانے کے لیے جا رہے ہو، وہاں بتوں کی پرستش کروگے، اور غیر اللہ کی عبادت کروگے، اور یہ حرام کام ہے اس لیے وہاں مت جاؤ؛ تو تم لوگ میری بات نہیں مانوگے۔ گویا اپنی بات کو پوری طرح سمجھانے سے میں قاصر ہوں۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ: "سَقِیْمٌ" سے مراد یہ نہیں ہے کہ "ابھی بیمار ہوں" بلکہ بیمار ہونے والا ہوں۔ اس لیے کہ عربی زبان میں اسم فاعل کا صیغہ جیسے حال کی خبر دینے کے لیے آتا ہے، وہیں مستقبل کی خبر دینے کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے: کوئی یوں کہے: "إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلیٰ كَذَا" میں فلاں جگہ جانے والا ہوں، یعنی ابھی نہیں، بلکہ آئندہ کبھی جاؤں گا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: "إِنِّيْ سَقِیْمٌ" میں بیمار ہونے والا ہوں، اور ظاہر ہے کہ آدمی کو موت تک کوئی نہ کوئی بیماری پیش آتی ہی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ اس وقت واقعتاً حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بیمار تھے، ان کو بخار تھا۔ اور حضرت علامہ عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: کوئی آدمی مکمل طور پر صحت مند ہوتا ہی نہیں ہے، اس کو کوئی نہ کوئی معمولی سا عارضہ ہوتا ہی ہے، جس کی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو بیمار کہہ سکتا ہے۔

دراصل حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ کی جو معرفت و قرب تھی اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب حاصل تھا اس کی وجہ سے ان کی طبیعت پر گویا ایک قسم کا خوف طاری تھا اس لیے وہ اس توریہ و تعریض کو بھی جھوٹ سے تعبیر فرما رہے ہیں، حالاں کہ حقیقت میں وہ جھوٹ نہیں تھا۔

(ب) دوسرا موقعہ جس کو انہوں نے جھوٹ سے تعبیر کیا، وہ یہ ہے کہ: جب وہ لوگ تہوار میں چلے گئے، اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) رک گئے، اب ان کو تو ایک کام انجام دینا تھا کہ وہ بت خانوں کے بتوں کو توڑنا چاہتے تھے۔ چناں چہ وہ ان کے بت خانہ میں گئے، وہاں کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیوں کھاتے پیتے نہیں ہو؟ ظاہر ہے کہ کوئی جواب نہیں مل سکتا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے تمام بتوں کو توڑ دیا اور جو سب سے بڑا بت تھا اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ جب لوگ تہوار منا کر واپس لوٹے اور یہ منظر دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم ہی کا ہے، اس لیے انہی سے پوچھا: یہ سب کس نے کیا؟ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب دیا: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا'' بلکہ ان کے اس بڑے بت نے کیا۔ حالاں کہ کرنے والے خود حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہی تھے، پھر بھی اس بڑے بت کی طرف نسبت کی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کی وجہ علامہ زمخشری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا یہ جملہ بطور تمسخر اور مذاق اڑانے کے تھا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے: آپ بہت عمدہ خطاط (کاتب) اور بہترین رائٹر ہیں، آپ نے کوئی تحریر تیار کی، آپ کا کوئی ایسا دوست جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا وہ آپ سے پوچھے کہ: یہ آپ نے لکھا ہے ؟ اور آپ اس کے جواب میں کہیں : جی نہیں ! بلکہ آپ نے لکھا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کو ایسا کہہ کر اپنی طرف سے نفی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ ایک طرح کا تمسخر اور اس کی مذاق مقصود ہوا کرتی ہے کہ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے ہی لکھا ہے۔ اسی طریقہ سے یہاں بھی ہے کہ جب لوگوں نے پوچھا: اے ابراہیم ! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا معاملہ تو نے کیا؟ تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) جواب میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: اس میں پوچھتے کیا ہو؟ یہ میرا ہی کیا ہوا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بطریقۂ الزام کہہ رہے ہیں کہ: اگر آپ لوگ تحقیق کرنا چاہتے ہو کہ یہ کس نے کیا؟ تو میں الزام کے طور پر یوں کہوں گا کہ اس بڑے نے ہی یہ سب کیا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کا دستور ہے کہ بڑا سانپ چھوٹے سانپ کو اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جایا کرتی ہے۔ بڑا بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو ہڑپ کیا کرتا ہے؛ اسی طرح اس بڑے نے دوسرے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ یہ کام میں نے کیا؟ گویا بطورِ خبر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ بطورِ الزام کہہ رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اسی سے پوچھ لو، اگر وہ بولتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں بول سکتے۔ اس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ان کو خاموش کر دیا۔

(ج) تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) جب اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ کو لے کر ایک ملک سے گزر رہے تھے تو وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم تھا، اس کو جب معلوم ہوتا کہ کسی کی بیوی حسین و جمیل ہے، تو اس کو چھین لیا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) جب وہاں سے گزر رہے تھے اور حضرت سارہ بڑی حسین و جمیل تھیں، اس بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو بلایا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت سارہ سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ وہ جب تمہارے متعلق پوچھے گا تو میں بتاؤں گا کہ یہ میری بہن ہے، تم میری اس بات کی تردید مت کرنا۔ چوں کہ اس وقت روئے زمین پر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا میرے اور تمہارے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے، اس اعتبار سے گویا تم میری دینی اور ایمانی بہن بھی ہو۔ تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جو "هٰذِهٖ أُخْتِیْ" کہا تھا، یہ توریہ تھا کہ یہ میری دینی وایمانی بہن ہے۔

(٦) "يَارَبِّ أُمَّتِيْ" بعض حضرات نے ایک اشکال پیدا کیا ہے کہ: جب سبھی لوگ اپنی پریشانی رفع کرنے کی سفارش کرنے کی درخواست لے کر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، تو پھر حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف اپنی امت ہی کو کیوں یاد فرمایا؟ تو اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا کہ: دیگر حضرات انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو نبوت ملی، وہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے ہی سے ملی، گویا ان کی امتیں بھی بالواسطہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی امت ہیں، اس معنیٰ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف امتِ محمدیہ مراد نہیں لی، بلکہ تمام انسانیت کو مراد لیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شاہ صاحب(رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: دوسری روایتوں میں ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) باری تعالیٰ سے پہلے تو مطلقاً حساب وکتاب شروع کرنے کے سلسلہ میں عرض کریں گے، اور اللہ تعالیٰ آپ کی وہ عرض قبول فرمالیں گے، اس کے بعد آپ دوبارہ سجدہ میں جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں گے اور اس موقعہ پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کے لیے سفارش فرمائیں گے۔ گویا راوی نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے کہ آپ کی امت کی سفارش کرنے والے الفاظ تو بیان کئے ہیں، اور پوری انسانیت کے لیے آپ نے جو سفارش فرمائی تھی – کہ ان کے حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے– اس کو حذف کر دیا ہے۔

(۷) جنت کے دو کواڑوں کے درمیان کے فاصلے روایتوں میں مختلف بیان کئے گئے ہیں، اس کی توضیح یہ کی گئی ہے کہ مجلس میں کئی قسم کے لوگ ہوتے تھے، کبھی یمن کی طرف کے رہنے والے لوگ موجود تھے تو ان کو سمجھانے کے لیے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان ہے۔ اور کبھی شام کے علاقہ کے لوگ تھے تو ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے گھرانے کی قربانیوں کی تاریخ

حدیث ۱۸۶۷:-

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قَالَ: جَاءَ إبراهيم (صلی اللہ علیہ وسلم) بِأُمِّ إِسْمَاعِيلَ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيل وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ البَيْتِ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى المَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَاباً فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقاً، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أَنِيسٌ وَلاَ شَيْءٌ ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَاراً، وَجَعَلَ لاَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، قَالَتْ لَهُ: آللهُ أَمَرَكَ بِهَذَا ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذاً لاَ يُضَيِّعُنَا؛ ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ (صلی اللہ علیہ وسلم)، حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لاَ يَرَوْنَهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ البَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: { رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ } حَتَّى بَلَغَ { يَشْكُرُونَ} (إبراهيم:۳۷) وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ المَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى - أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الوَادِي تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَداً ؟ فَلَمْ تَرَ أَحَداً. فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الوَادِي، رَفَعَت طَرفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الإِنْسَانِ المَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزَتِ الوَادِي، ثُمَّ أَتَتِ المَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَداً ؟ فَلَمْ تَرَ أَحَداً، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابن عباس رضی اللہ عنہما: قَالَ النبيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) :((فَلِذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا))

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتاً، فَقَالَتْ: صَهٍ - تُرِيدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيضاً، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ - أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ - حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ. وفي رواية: بِقَدَرِ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابن عباس رضي الله عنهما: قَالَ النبيُّ (ﷺ): ((رَحِمَ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْناً مَعِيناً)). قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لاَ تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هاهُنَا بَيْتاً لِلّٰهِ يَبْنِيهِ هَذَا الْغُلاَمُ وَأَبُوهُ، وإِنَّ اللهَ لاَ يُضَيِّعُ أَهْلَهُ. وكان الْبَيْتُ مُرْتَفِعاً مِنَ الأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمٍ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمٍ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءَ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِراً عَائِفاً، فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بهذا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ. فَأَرْسَلُوا جَرِيّاً أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ. فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فقالوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَكِنْ لاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابن عباس: قَالَ النبيُّ (ﷺ): ((فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، وهي تُحِبُّ الأُنْسَ)) فَنَزَلُوا، فَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِهَا أَهْلَ أَبْيَاتٍ وَشَبَّ الْغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ: وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خرج يَبْتَغِي لَنَا - وفي رواية: يَصِيدُ لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ، وَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئاً، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي: كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلاَمَ، وَيَقُولُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابِكَ، قَالَ: ذَاكَ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ! الْحَقِي بِأَهْلِكِ. فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَ عَنْهُ. قَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللهِ. فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ ؟ قَالَت: الماءُ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالمَاءِ. قَالَ النَّبِيُّ (ﷺ): وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ. قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ.

وَفِي رواية: فَجَاءَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ ؟ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: أَلَا تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا المَاءُ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو القاسم (ﷺ): بَرَكَةٌ دَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكَ أَبِي، وَأَنْتِ العَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ. ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلاً لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيباً مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الوَالِدُ بِالوَلَدِ وَالوَلَدُ بِالوَالِدِ. قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ ؟ قَالَ: وَتُعِينُنِي، قَالَ: وَأُعِينُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِي بَيْتاً هاهُنَا، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَ القَوَاعِدَ مِنَ البَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ البِنَاءُ، جَاءَ بِهَذَا الحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الحجارة وَهُمَا يَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ﴾ (البقرة:۱۲۷).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفی روایۃٍ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءً، نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ! إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا ؟ قَالَ: إِلَى اللهِ، قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللهِ، فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشِّنَّةِ وَيَدُرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ، قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحداً. قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أحداً، فَلَمْ تُحِسَّ أَحداً، فَلَمَّا بَلَغَتِ الوَادِي سَعَتْ، وأَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطاً، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ، كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أحداً، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ ونظرت فَلَمْ تُحِسَّ أَحداً، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعاً، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيلُ فَقَالَ بِعقِبِهِ هٰكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهِ عَلَى الأَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهِشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ ...وَذَكَرَ الحَدِيثَ بِطُولِهِ، رواه البخاری بھذہ الروایات کلھا.

((الدَّوْحَةُ)) الشَّجَرَةُ الكَبِيرَةُ. قولُهُ: ((قَفَّى)): أيْ: وَلَّى. ((وَالْجَرِيُّ)): الرَّسُولُ. ((وَأَلْفَى)): معناه وَجَدَ. قولُهُ: ((يَنْشَغُ)): أيْ: يَشْهَقُ.

یہ ایک لمبی روایت ہے جس میں سیدنا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسماعیل (علیہما السلام) کو مکہ مکرمہ کی سرزمین پر چھوڑ گئے تھے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے، یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت اسماعیل دودھ پی رہے تھے (ان کی عمر دو سال

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے قریب تھی) اور حضرت ہاجرہ کو کعبۃ اللہ کے پاس بڑے درخت کے نزدیک زمزم کے کنویں والی جگہ پر مسجد کے اوپر والے حصہ میں چھوڑا (اس وقت کعبۃ اللہ اور زمزم کا کنواں نہیں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اِس وقت جہاں کعبۃ اللہ اور زمزم کا کنواں واقع ہے وہاں لاکر بٹھایا، اور بعد میں جب مسجد بنی تو وہی اوپر والا حصہ کہلایا) اس وقت مکہ میں کوئی بھی آباد نہیں تھا (وہ جگہ بالکل غیر آباد اور ایک دم بنجر تھی) اور نہ وہاں پانی تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ان کو لاکر وہاں چھوڑ دیا، اور ایک چمڑے کی تھیلی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ پانی ان کے حوالہ کیا، اور ان کو چھوڑ کر (بغیر کچھ کہے) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) وہاں سے پیٹھ پھیر کر لوٹنے لگے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ (حضرت ہاجرہ) ان کے پیچھے پیچھے ہو گئیں اور کہہ رہی تھیں: اے ابراہیم! آپ ہمیں اس میدان میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں اُنس حاصل کرنے کے لیے کوئی آدمی موجود نہیں، اور کوئی چیز بھی نہیں۔ حضرت ہاجرہ نے یہ بات بار بار کہی لیکن حضرت ابراہیم (علیہ السلام) مڑ کر ان کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔ حضرت ہاجرہ کے دل میں ایک بات آئی اور انہوں نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ (تو ان کی طرف رخ کئے بغیر صرف اتنا) جواب دیا: جی ہاں۔ یہ جواب سن کر حضرت ہاجرہ کہنے لگیں: تب تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہمیں ضائع نہیں کرے گا، اور کہہ کر لوٹ گئیں (اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کیسا تھا!) جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) چلتے چلتے ایک درّے (یعنی پہاڑی کی گھاٹی) کے پاس ایسی جگہ پہنچے جہاں سے ماں بیٹے ان کو نہیں دیکھ سکتے تھے تو اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف کیا (اُس وقت وہاں بیت اللہ نہیں تھا، خالی جگہ تھی) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسے میدان میں جو کھیتی کے لائق نہیں ہے، تیرے حرمت اور عزت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے، اے میرے پروردگار! یہ اس لیے کیا تاکہ وہ نماز قائم کریں، لہٰذا (اے اللہ) تو لوگوں کے دلوں کو ان

کی طرف مائل کر دے (اور یہاں کھیتی باڑی تو ہے نہیں کہ دانہ بو کر کچھ کھانے کا انتظام کر سکیں) تو ان کو پھلوں کے ذریعہ سے روزی دینا، تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جہاں کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی تھی وہ مروہ والی پہاڑی کا وہ حصہ ہے جہاں دروازہ پر "بابُ المُدّعیٰ" (یعنی دعا والا دروازہ) لکھا ہوا ہے۔ وہیں سے باہر نکلتے ہیں تو چھپرا بازار آتا ہے(۱) ترکوں کے زمانہ میں تو وہاں ایک مسجد بنی ہوئی تھی جس کا نام بھی "اَلْمَسْجِدُ الْمُدّعیٰ" تھا)۔

(آس پاس کوئی انسانی آبادی نہیں، صرف حضرت ہاجرہ ہیں اور ان کے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل ہیں جن کی عمر دو سال بھی نہیں) اب حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی رہیں، اور پانی پیتی رہیں جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) مشکیزہ کے اندر ان کو دے گئے تھے۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا تو یہ بھی پیاسی ہوئیں اور بچہ بھی پیاسا ہوا۔ حضرت ہاجرہ اس بچہ کو دیکھ رہی ہیں کہ وہ پیاس کی بے چینی کی وجہ سے زمین پر تڑپ رہا ہے، ان سے یہ منظر دیکھا نہیں گیا تو وہاں سے دور چلی گئیں، اور سب سے قریب صفا پہاڑی تھی اسی پر چڑھ گئیں، اور سامنے جو کھلا میدان تھا اس میں نظر دوڑانے لگیں کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے، لیکن کوئی نظر نہیں آیا، تو صفا سے نیچے اتریں یہاں تک کہ وادی (نیچی جگہ) میں پہنچیں (اب تک تو صفا پہاڑی پر تھیں جہاں سے حضرت اسماعیل کو بھی دیکھ سکتی تھیں، لیکن جب وہاں سے اُتر کر مروہ پہاڑی پر جا رہی تھیں، اور اترتے اترتے زیادہ نیچائی پر پہنچیں جہاں سے حضرت اسماعیل نظر نہیں آ رہے تھے، تو اس نچلے حصہ کو دوڑ کر پار کیا،

(۱) اب تو یہ چھپرا بازار بھی نہیں رہا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہی وہ جگہ ہے جس کو ”مِیلَیْنِ اَخْضَرَین“ کہا جاتا ہے، جہاں سعی میں دوڑتے ہیں اور وہاں بطورِ نشانی سبز نشان بنے ہوئے ہیں) تو اپنے کرتے کا ایک کونہ جو (نیچے تک لٹکے ہوئے ہونے کی وجہ سے) دوڑنے میں رُکاوٹ بن سکتا تھا اس کو پکڑ کر اُٹھایا اور ایک تھکے ہوئے آدمی کی طرح دوڑنے لگیں، یہاں تک کہ اس نیچائی والے حصہ کو پار کیا، اور مروہ پر پہنچیں تو وہاں سے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کوئی نظر آئے (تاکہ کھانے پینے کی کچھ مدد ہو) لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح سات مرتبہ کیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: یہی وہ سعی ہے جو صفا و مروہ کے درمیان کی جاتی ہے (گویا اس عمل کو حج و عمرہ کے رکن میں اللہ تعالیٰ نے جاری کر دیا۔ یہ عمل ایسے ہی تھوڑا جاری ہوا، بلکہ اس کے پیچھے ایسی عظیم قربانی دی گئی ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی قبول ہوگئی کہ قیامت تک حج کے لیے آنے والوں کے لیے اس عمل کو ضروری قرار دیا۔ آج جہاں مکہ مکرمہ واقع ہے اس پورے علاقہ کا تصور کیجئے کہ کوئی فرد بشر نہ ہو اور اسی جگہ تنہا عورت اپنے چھوٹے دودھ پیتے بچہ کو لے کر رہ رہی ہو؛ تو کیا حال ہو؟) اخیر میں جب وہ ساتواں چکر پورا کر کے مروہ پر پہنچیں تو ایک آواز کان میں پڑی، تو اپنے آپ سے کہنے لگیں: چپ رہ۔ پھر دوسری مرتبہ کان لگائے کہ آواز کہاں سے آرہی ہے، تو پھر آواز سنائی دی، تو وہ بولیں: بولنے والا کون ہے، تمہاری آواز تو میں نے سن لی، کیا تمہارے پاس ہماری مدد کے لیے کچھ ہے؟ تو دیکھا کہ جہاں زمزم کا کنواں ہے وہاں ایک فرشتہ تھا (یہ حضرت جبرئیل تھے) اس نے اپنی ایڑی یا اپنے پَروں سے زمین کو کریدا، یہاں تک کہ پانی نکلا، تو وہ اپنے ہاتھ سے حوض (منڈیر) بنانے لگیں (تاکہ دوسری طرف چلا نہ جائے) اور اپنے ہاتھ میں پانی لے کر مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جتنا پانی ابلتا تھا وہ مشکیزہ میں ڈال دیتیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ پر رحمت بھیجے، اگر وہ زمزم کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں، اور حوض (منڈیر) نہ بناتیں تو یہ ایسا چشمہ ہوتا جو ہمیشہ کے لیے بہتا ہی رہتا۔

حضرت ابن عباسؓ نبیٔ کریم (ﷺ) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: حضرت ہاجرہ نے وہ پانی خود بھی پیا جس کے نتیجہ میں ان کی پیاس دور ہوئی اور دودھ بھی اترنے لگا تو بچہ کو دودھ پلایا۔ (اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ غذا کا کام بھی دیتا ہے۔ چناں چہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو اس کو پی کر اپنی غذا اور پانی دونوں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) پھر اس فرشتہ (یعنی حضرت جبرئیل) نے حضرت ہاجرہ سے کہا: تم ضائع ہونے کا اندیشہ اور ڈر مت رکھنا، یہاں اللہ تعالیٰ کا ایک گھر بننے والا ہے جس کو یہ لڑکا اور اس کے والد مل کر بنائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے گھر والوں کو ضائع نہیں کرے گا (سب سے پہلے بیت اللہ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا تھا، پھر طوفانِ نوح کے وقت وہ گھر اُٹھالیا گیا لیکن) بیت اللہ والی جگہ زمین سے اُٹھی ہوئی ٹیلہ کی طرح سے موجود تھی، سیلاب کا پانی آتا رہتا تھا اور اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت ہاجرہ وہاں قیام پذیر رہیں (وہ خود بھی پانی پیتی تھیں جس سے ان کی غذائیت کی ضرورت پوری ہوتی تھی، اور بچے کو دودھ پلاتی تھیں) یہاں تک کہ ان کے پاس سے قبیلۂ جرہم کا ایک قافلہ، یا قبیلۂ جرہم کا ایک خاندان اور گھرانہ گزرا، وہ لوگ اوپر کی طرف سے ''کَدَاءَ'' والے راستہ سے آئے (حَجُون والا علاقہ جہاں مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے، وہ مکہ کا بالائی والا حصہ کہلاتا ہے، اس کو ''کَدَاءَ'' کہتے ہیں۔ اور اس کے سامنے مِسْفَلَہ والا جو حصہ پڑتا ہے، اس کو ''کُدیٰ'' کہتے ہیں) اور نیچائی والی جگہ پر ٹھہرے (جہاں حضرت ہاجرہ تھیں وہاں نہیں پہنچے تھے، چوں کہ چاروں طرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہاڑیاں بھی تھیں) انہوں نے وہاں ایک پرندہ دیکھا (اور وہ پرندہ عام طور پر پانی کے آس پاس ہی ہوا کرتا ہے) تو وہ کہنے لگے کہ: یہ پرندہ تو پانی پر گھوم رہا ہے۔ اور اس علاقے کے متعلق ہماری معلومات (اور آج تک کا ہمارا تجربہ) یہ ہے کہ یہاں پانی نہیں (پھر یہ پرندہ یہاں کہاں ؟) چناں چہ ایک دو آدمیوں کو بھیجا (کہ جہاں وہ پرندہ اڑ رہا ہے وہاں جاکر دیکھو کہ کیا وہاں پانی ہے ؟) ان دو آدمیوں نے آکر دیکھا کہ (وہاں حضرت ہاجرہ تھیں ، اور) پانی تھا، انہوں نے واپس جاکر قافلہ، یا خاندان کو اطلاع دی۔ چناں چہ وہ سارے لوگ وہاں آئے، حضرت اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ، ان قافلہ والوں نے کہا: کیا آپ ہمیں اس بات کی اجازت دیں گی کہ ہم یہاں ٹھہریں ؟ انہوں نے کہا: جی ہاں ! ٹھہریئے، لیکن اس پانی پر تمہیں اختیار نہیں ہوگا (پانی کی مالک میں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں پینے کو ملے گا، لیکن اس پر اختیارات میرے ہیں اور رہیں گے) انہوں نے کہا: جی ! ٹھیک ہے۔ حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: حضرت اسماعیل کی والدہ نے وہ چیز پالی جو وہ پسند کرتی تھیں کہ کچھ لوگ یہاں ہوں ، تاکہ رہنے میں انسیت ہو۔ چناں چہ وہ قافلہ والے وہاں ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے اپنے خاندان والوں کو بھی کہلوایا کہ (یہاں پانی کا انتظام ہے) وہ بھی آئے اور یہاں ٹھہر گئے (گویا ایک آبادی سی ہوگئی) یہاں تک کہ کئی گھرانے یہاں آکر آباد ہوگئے، اور حضرت اسماعیل نوجوان ہوئے، اور (قبیلۂ جرہم کی زبان عربی تھی) ان سے عربی زبان سیکھی (ان سے سب سے پہلے عربی سیکھنے والے حضرت اسماعیل ہیں) حضرت اسماعیل جب جوان ہوئے تو اس قبیلہ والوں کو بڑے اچھے لگے (تمام خوبیوں میں سب سے فائق تھے) جب بالغ ہوئے اور شادی کی عمر کو پہنچے تو قبیلۂ جرہم والوں نے اپنی ایک لڑکی سے ان کا نکاح کرادیا۔ پھر حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت اسماعیل کی شادی ہوگئی، اس کے بعد ایک روز حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنے چھوڑے ہوئے (بال بچوں) کی خبر لینے کے لیے آئے تو حضرت اسماعیل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں تھے، ان کی بیوی سے پوچھا: کہاں گئے ہیں ؟اس نے کہا: ہمارے لیے روزی تلاش کرنے کے لیے گئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ: شکار کرنے کے لیے گئے ہیں (ان کا ذریعۂ معاش حلال پرندوں اور جانوروں کا شکار تھا جن کا گوشت کھاتے تھے) پھر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ان کی بیوی (اپنی بہو) سے پوچھا کہ: تمہارا گزران کیسا چل رہا ہے؟ حالات کیا ہیں ؟اس نے جواب میں کہا کہ: ہم تو بہت تکلیف، تنگی و پریشانی میں ہیں، بہت شکوے شکایتیں کیں (دیکھو! اتنی دور سے خیر خبر لینے کے لیے آئے تھے، اور مقصد حالات معلوم کرنا تھا وہ پورا ہو گیا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل کے آنے کا انتظار بھی نہیں کیا) حضرت اسماعیل کی بیوی سے کہا: جب تمہارا شوہر آجائے تو اسے میرا اسلام کہنا، اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو۔ جب حضرت اسماعیل آئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی آکر گیا ہے (بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے انوارات محسوس کئے تو احساس ہوا کہ ابا آکر گئے ہیں) انہوں نے آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا: کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں ! (اور اچھا نام لے کر نہیں بتایا، بلکہ بطورِ استہزاء کہا کہ) ایسا ایسا بوڑھا آدمی آیا تھا، آپ کے متعلق پوچھا، میں نے بتلایا، اس نے یہ بھی پوچھا کہ: تمہارا گزر بسر کیسے ہے؟ میں نے بتایا: ہم بڑی تکلیف، پریشانی اور تنگی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کچھ کہہ کر گئے ہیں ؟(کچھ وصیت، کوئی پیغام دے کر گئے ہیں ؟) کہا: جی ہاں ! مجھے کہا کہ تمہارے شوہر کو سلام کہنا، اور یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دو۔ حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے ابا تھے، اور مجھے کہہ کر گئے ہیں کہ میں تجھے الگ کر دوں۔ جا! تو اپنے گھر والوں کے یہاں چلی جا۔ یہ کہہ کر حضرت اسماعیل نے اس کو طلاق دیدی۔ اس کے بعد انہی میں سے ایک دوسری لڑکی سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنے وہاں ایک زمانہ تک ٹھہرے، پھر دوبارہ آئے، اب کی مرتبہ بھی حضرت اسماعیل کو گھر پر نہیں پایا (کہیں باہر گئے ہوئے تھے) ان کی بیوی (اپنی بہو) کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پاس پہنچے، اس سے ان کے متعلق پوچھا، اس نے کہا: ہمارے لیے روزی تلاش کرنے کے لیے گئے ہیں۔ پوچھا: تم لوگ کیسے ہو؟ کس طرح گزارا ہوتا ہے؟ گزرانِ زندگی کے متعلق حالات معلوم کئے۔ اس نے کہا: الحمد للہ! بہت آرام اور کشادگی سے ہیں (اس نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا) اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے پوچھا: کیا کھاتے ہو؟ اس نے بتایا: گوشت کھاتے ہیں۔ پوچھا: کیا پیتے ہو؟ بتایا: پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا دی: اے اللہ! ان کو پانی اور گوشت میں خوب برکت دیجئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ان کے وہاں غلہ اور اناج تو ہوتا ہی نہیں تھا، اگر ہوتا تو اس کی برکت کی دعا کر دیتے۔ یہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا کی برکت ہے کہ وہاں کوئی آدمی گوشت اور پانی پر گزارا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، جبکہ مکہ مکرمہ کے علاوہ (کسی اور جگہ) کوئی آدمی گوشت اور پانی پر گزارا نہیں کر سکتا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ: جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) آئے تو ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ حضرت اسماعیل کہاں گئے؟ ان کی بیوی نے کہا: وہ شکار کے لیے گئے ہیں۔ حضرت اسماعیل کی بیوی نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے کہا: آپ اترتے نہیں، کچھ کھا پی لیجئے۔ تو پوچھا: تم لوگ کیا کھاتے پیتے ہو؟ کہا: ہمارا کھانا گوشت ہے، اور پینا پانی ہے، تو انہوں نے دعا دی کہ: اے اللہ! ان کے کھانے میں اور پینے میں برکت دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: یہ سب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا کی برکت ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ: جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) آئے تو آپ کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ حضرت اسماعیل کی اہلیہ (ان کی بہو) نے کہا: آپ اترتے نہیں کہ میں دھو دیتی ہوں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنی سواری پر رہے، اس نے پتھر لا کر رکھا، تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اس پتھر پر پاؤں رکھا اور سر جھکایا، تو اس نے ایک طرف کے بال دھو دیئے، پھر وہ پتھر دوسری طرف رکھا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دوسری طرف پیر رکھا، اور دوسری طرف سر جھکایا تو اس نے اس طرف کے بال دھو دیئے۔ جب جانے لگے تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: جب تمہارا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شوہر آئے تو میرا سلام کہنا، اور یہ پیغام پہنچادینا کہ اپنی چوکھٹ کو سنبھالے رکھنا۔ جب حضرت اسماعیل آئے (تو محسوس کیا کہ کوئی آکر گیا ہے) گھر والوں سے پوچھا: کوئی آیا تھا؟ کہا: جی ہاں! ایک بڑی عمر کے بزرگ آئے تھے جو بہت حسین و جمیل تھے اور ان کی بڑی تعریف اور خوبیاں بیان کیں اور انہوں نے آپ کے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ شکار کرنے گئے ہیں، اور یہ بھی پوچھا کہ: تمہاری گزر بسر کیسے ہو رہی ہے؟ میں نے بتایا کہ بہت اچھی طرح گزر رہی ہے، اور ہم بہت اچھی طرح رہ رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ کہا: جی ہاں! آپ کو سلام کہا ہے، اور یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو سنبھالے رکھنا۔ حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے ابا تھے، تو ہی میرے گھر کی چوکھٹ ہے، اور مجھے تاکید کر گئے ہیں کہ تجھے سنبھالے رکھوں۔ پھر حضرت اسماعیل ایک زمانہ تک اپنے یہاں رہے اس کے بعد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پھر خیر خبر لینے آئے تو اس بار حضرت اسماعیل موجود تھے جو زمزم کے پاس ایک بڑے درخت کے نیچے لکڑی چھیل رہے تھے۔ جب حضرت اسماعیل نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور دونوں نے وہی کیا جو باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے (یعنی آپس میں ملے، معانقہ کیا، انہوں نے ہاتھ کو بوسہ دیا، انہوں نے پیشانی چومی) اور پھر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، حضرت اسماعیل (علیہ السلام) نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس کو آپ ضرور انجام دیجئے۔ پوچھا: تم میری مدد کروگے؟ کہا: سر آنکھوں پر؛ ضرور مدد کروں گا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں (اللہ کا) ایک گھر بناؤں، اور وہاں مٹی کا ایک ٹیلہ سا بنا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کیا۔ چناں چہ انہیں بنیادوں کو ان دونوں نے اٹھایا (روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے آکر بتایا کہ یہاں اس کی دیواریں ہیں، جب کھودا گیا تو وہاں بیت اللہ کی بنیادیں نکلیں) چناں چہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) پتھر لاتے تھے، اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) دیوار بناتے تھے یہاں تک کہ جب وہ عمارت اونچی ہوگئی (اور ہاتھ نہیں پہنچ رہا تھا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ کوئی پتھر لاؤ تاکہ میں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پر کھڑے رہ کر دیوار اونچی کروں۔ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) پتھر تلاش کرنے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ایک پتھر وہاں رکھوا دیا، کسی نے بتایا کہ یہ پتھر تمہارے کام کا ہے) تو انہوں نے اسی پتھر کو لاکر رکھ دیا، چناں چہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اسی پر کھڑے ہو کر آگے کا کام پورا کیا (اس پتھر کی خاصیت یہ تھی کہ جوں جوں دیوار اونچی ہوتی گئی وہ پتھر بھی آٹومیٹک اونچا ہوتا گیا، جب نیچے ضرورت ہوتی تو وہ بھی نیچا ہوتا، اس پر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے قدموں کے نشانات بھی ہو گئے؛ یہی مقامِ ابراہیم ہے) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے، اور حضرت اسماعیل پتھر لاکر دے رہے تھے اور دونوں باپ بیٹے دعا کرتے جا رہے تھے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ﴾ (البقرۃ:۱۲۷) اے ہمارے پروردگار! ہمارے اس عمل کو قبول کر لیجئے، تو دعاؤں کو سننے والا اور دلوں کے حال سے واقف ہے۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے (شام میں رہتے تھے وہاں سے مکہ مکرمہ آئے) ان کے ساتھ پرانا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا، حضرت اسماعیل کی والدہ مشکیزہ میں سے پانی پیتی رہیں اور ان کا دودھ اترتا رہا (جو بچے کو پلاتی رہیں) یہاں تک کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل کی والدہ کو ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرا دیا اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنے گھر واپس جانے لگے، حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے چلیں، یہاں تک کہ جب "کَداء" (یعنی اوپر والے حصہ) تک پہنچے تو حضرت اسماعیل کی والدہ پکار کر کہنے لگیں: اے ابراہیم! آپ ہمیں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب میں صرف اتنا کہا: اللہ کے حوالے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ نے کہا: میں اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں، چناں چہ وہ واپس لوٹ گئیں، اور مشکیزے میں سے پانی پیتی رہیں، ان کا دودھ بھی اترتا تھا جو بچہ کو پلاتیں۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہو گیا، تو اپنے جی میں سوچا کہ میں ذرا اِدھر اُدھر جا کر دیکھوں، شاید

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کوئی آدمی مل جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ گئیں اور صفا پر چڑھیں اور اِدھر اُدھر بار بار دیکھتی رہیں کہ کوئی آدمی نظر آئے، لیکن کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ تو وہاں سے اتریں (اب تک تو آہستہ آہستہ چلتی تھیں اس لیے کہ حضرت اسماعیل نظر آتے تھے) جب نشیبی حصہ میں پہنچیں تو بچہ نظر نہیں آیا تو ایک دوڑ لگائی اور مروہ پر پہنچیں اسی طرح کئی چکر لگائے، پھر وہ اپنے جی میں کہنے لگیں کہ جاکر اپنے بچے کو تو دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ بچے کے قریب جاکر دیکھا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مرنے کے بالکل قریب ہے، ان کو چین نہیں پڑا تو سوچا کہ جاکر دیکھوں، شاید کوئی نظر آجائے، پھر صفا پر چڑھیں، اور اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، لیکن کوئی نظر نہیں آیا، یہاں تک کہ سات چکر پورے کئے، پھر جی میں کہنے لگیں: ذرا بچے کو دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے؟ کہ اچانک کوئی آواز کان میں پڑی (کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا) انہوں نے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی بھلائی ہو، یا کچھ مدد ہو سکتی ہو؛ تو کرو۔ وہ حضرت جبرئیل تھے، چناں چہ انہوں نے زمین پر اپنی ایڑی ماری، وہاں سے پانی پھوٹ پڑا، حضرت اسماعیل کی والدہ یہ دیکھ کر ایک دم گھبرا گئیں اور وہ اپنے چلو میں پانی بھرنے لگیں......... (پھر آگے پوری روایت بیان فرمائی)۔

کھمبی مَنّ کی قسم ہے

حدیث ۱۸۶۸:-

وعن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ (ﷺ) يقولُ: ((الكَمْأَةُ مِنَ المَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ.)) (متفق عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا: کھُمبی مَنّ کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

افادات:–اللہ تعالیٰ نے جس زمانہ میں بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں روک دیا تھا اور وہاں کھانے پینے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مَنّ و سلویٰ اتارا تھا۔

"مَنّ" گوند کے مشابہ ایک چیز تھی جو منجانب اللہ درختوں کی شاخوں پر گرتی تھی، اور گوند کی طرح درختوں پر جم جایا کرتی تھی، اردو میں اس کا ترجمہ ترنجبین سے کرتے ہیں۔

"سلویٰ" ایک پرندہ کا نام ہے جس کو اردو میں بُٹیر کہتے ہیں۔

عربی زبان میں "مَنَّ یَمُنُّ" کا معنٰی احسان کرنا ہوتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے بطور احسان بغیر محنت کے یہ چیز ان کو عطا فرمائی تھی۔

مذکور حدیث میں "الکَمْأَۃُ" جو ایک پودا ہے جس کو اردو میں کھُمبی اور سانپ کی چھتری کہتے ہیں جو برسات کے موسم میں اُگتی ہے، اور انڈے کی طرح سفید ہوتی ہے، اس کو "مَنّ" کی قسم سے قرار دیا گیا، کیوں کہ یہ پودا بغیر بیج ڈالے نکل آتا ہے، اس کے لیے کوئی محنت و مشقت نہیں کرنی پڑتی، بالکل مفت میں یہ سبزی مل جاتی ہے اس لیے حضور (ﷺ) نے اس کو "مَنّ" سے تعبیر فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کھُمبی کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے

"**اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے**" یعنی اس کے پانی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ آنکھ کی بیماریوں کو ختم کرتی ہے، اور آنکھ کو فائدہ ہوتا ہے۔

حضراتِ شراح نے لکھا ہے کہ کھُنبی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک زہریلی بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو آدمی حضور اکرم (ﷺ) کے اس ارشاد پر پورے اعتماد کے ساتھ عمل کرے گا اس کو تو ان شاء اللہ اس سے کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے، اور جو آدمی ایسا ہو کہ تذبذب کرے کہ استعمال کروں یا نہ کروں؛ تو اس کو چاہئے کہ کسی طبیب سے مشورہ کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔

بعضوں نے یہ بھی کہا کہ: سرمہ کے پتھر کو اس کے پانی میں ایک مدت تک رہنے دیا جائے یہاں تک کہ اس کا پانی اس کے اندر جذب ہو جائے، پھر اس پتھر کو پیس لیا جائے اور اس کے سرمہ کو استعمال کیا جائے تو اس سے آنکھ کو فائدہ ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

كِتَابُ

الْإِسْتِغْفَارِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهِ

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے نیا عنوان ''کتاب الاستغفار'' قائم کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی طلب کرنا۔ اس سلسلہ میں شروع میں چند آیتیں پیش کی ہیں:

استغفار کے متعلق آیاتِ قرآنیہ

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.﴾(محمد:۱۹)

ترجمہ:- آپ اپنے قصور اور کوتاہی کے لیے، اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

﴿وَاسْتَغْفِرِ اللهَ إِنَّ اللهَ كَانَ غَفُوراً رَحِيماً.﴾(النساء:۱۰۶)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً.﴾(النصر:۳)

ترجمہ:- اپنے رب کی حمد وثنا کے ذریعہ اس کی پاکی بیان کیجئے اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے، بیشک وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔

﴿لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ﴾ إلى قولِهِ-عزوجل-: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ (آل عمران:۱۵،۱۶،۱۷)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (اور گناہوں سے بچتے ہیں) ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں باغات ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ آگے ان کے اور بھی اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اور وہ رات کے آخری حصہ میں (صبح کے وقت) اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوراً رَحِيماً﴾(النساء:۱۱۰)

ترجمہ:- جو آدمی کوئی برا کام کرے، یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی چاہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا اور مہربان پائے گا۔

عذاب الٰہی سے بچانے والی دو چیزیں

وقال تعالیٰ:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾(الأنفال:۳۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ آپ کے ان کے درمیان موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیں گے ایسی حالت میں کہ وہ لوگ گناہوں سے مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

افادات:- یعنی کسی بھی نبی کے قوم کے درمیان موجود ہوتے ہوئے اللہ کا عمومی عذاب نہیں آسکتا۔ چناں چہ مکہ والوں کی طرف سے بہت زیادہ مخالفت ہوئی اور ایمان کے انکار کے باوجود جب تک کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے، اور ہجرت کرکے مدینہ منورہ نہیں گئے وہاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تک ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نہیں آیا۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کر کے تشریف لے گئے اس کے بعد بدر اور اُحد وغیرہ پیش آئے، اور مکہ والوں کو سزا دی گئی۔

اور جب تک کوئی قوم اپنے گناہوں سے معافی چاہتی رہے گی اور مغفرت طلب کرتی رہے گی، ان پر عذاب نہیں آئے گا۔ گویا دو چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے امان میں سے ہیں، ایک تو نبی کا وجود، اور دوسرا لوگوں کا مغفرت طلب کرنا؛ یہ دونوں اللہ کے عذاب سے امان ہیں۔

اللہ کے علاوہ کون معاف کرنے والا ہے

وقال تعالیٰ: { وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ }(آل عمران:۱۳۵)

ترجمہ:-اور جو کسی بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں، یا کوئی معصیت و نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں، پھر (اپنی گرفت کو محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے یہاں جواب دینا پڑے گا) تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیتے ہیں، اور اپنے گناہوں سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ گناہوں کو معاف کرے۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو معاف کر سکتے ہیں اپنے ان کرتوتوں پر اڑے نہیں رہتے۔

"والآیات فی الباب کثیرة معلومة" اور اس سلسلہ میں بہت ساری آیتیں ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور (ﷺ) کا استغفار کا اہتمام

حدیث ۱۸۶۹:-

وعن الأَغَرِّ المزني -رضی اللہ عنہ-: أَنَّ رسُولَ اللهِ (ﷺ) قال: ((إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي، وإِنِّي لأَسْتَغْفِرُ اللهَ في اليَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت اَغر مزنی (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: میرے دل پر بھی بادل سے چھا جاتے ہیں۔ اور میں دن بھر میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

افادات:- نبی کریم (ﷺ) تو معصوم تھے، آپ کے لیے گناہوں کا کوئی تصور ہی نہیں ہو سکتا، اس کے باوجود آپ (ﷺ) استغفار کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ یہ دراصل امت کو تعلیم دینے کے لیے ہوتا تھا۔

"لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي" کا مطلب بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ: نبی کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر آن مراتبِ قربِ خداوندی میں ترقی کرتے رہتے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ سے ان کا قرب بڑھتا ہی رہتا ہے، جب وہ اوپر والے درجہ پر پہنچتے ہیں تو نیچے والے درجہ کی کمی کا احساس پیدا ہوتا ہے، اس پر وہ استغفار کرتے ہیں۔ جیسے: جب کوئی آدمی کسی اونچے مقام پر پہنچتا ہے اور اس کو اب تک کی کمی کا اندازہ ہوتا ہے اور اب تک کی حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ اتنا زمانہ یونہی گزر گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: نبیِ کریم (ﷺ) کا قلبِ مبارک ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور اس کی یاد میں مشغول رہتا تھا، لیکن اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے تعلیم و تبلیغ میں مشغول ہونا پڑتا تھا، اس مشغولی کی وجہ سے آپ کا قلب مبارک اُدھر سے ہٹ کر اِدھر متوجہ ہوتا تھا، تو گویا اتنا زمانہ اور وقت جو دوسری مشغولی میں گزرا، اس پر آپ (ﷺ) استغفار فرماتے تھے۔

روزانہ ستّر سے زیادہ مرتبہ استغفار

حدیث ۱۸۷۰:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رَسُول اللهِ (ﷺ) يقولُ: ((وَاللهِ إِنِّي لأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي اليَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً))(رواه البخاري)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیِ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر سے زیادہ مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور رجوع کرتا ہوں۔

افادات:- روایت میں فوق کا تذکرہ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کثرت سے استغفار کرتا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انسانوں کی پیدائش کا ایک خاص مقصد

حدیث ۱۸۷۱:-

وعنه رضی اللہ عنه قال قال رسولُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) :((وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللّٰہُ تَعَالَی بِکُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُونَ، فَیَسْتَغْفِرُونَ اللّٰہَ تَعَالَی، فَیَغْفِرُ لَهُمْ)) (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر کے ایسی قوم پیدا کرے گا جو گناہ کرے گی، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گی، اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائیں گے۔

افادات:- اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جو پیدا فرمایا ہے اس میں دراصل انسان سے ایک مخصوص قسم کی عبادت مطلوب ہے۔ اس لیے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے سے فرشتے موجود تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی خلقت اور ان کا مزاج اور طبیعت ہی ایسی بنائی ہے کہ ان کے اندر نافرمانی اور گناہ کا مادّہ ہے ہی نہیں۔ وہ تقاضہ جس کی بنا پر انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے وہ تقاضہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اندر رکھا ہی نہیں ہے۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سر مو تجاوز نہیں کرتے۔ اگر فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بھی چاہیں؛ تو نہیں کرسکتے۔ جیسے ایک نابینا یوں کہے کہ میں کبھی کسی نامحرم عورت کو نہیں دیکھتا، سینما اور ٹی وی نہیں دیکھتا؛ تو آپ کیا کہیں گے؟ بھائی! تجھ میں دیکھنے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صلاحیت ہی نہیں ہے، تو چاہے تب بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ! ایک آدمی بینا ہے، جس میں دیکھنے کی طاقت ہونے کے باوجود اور دل میں تقاضہ ہونے کے باوجود ان تقاضوں پر قابو پاکر اپنے آپ کو بد نظری سے بچاتا ہے؛ تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب اور اجر کا حقدار ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مزاج میں نافرمانی کا مادّہ ہی نہیں رکھا ہے اور وہ صرف وہی کرتے ہیں جس کا ان کو باری تعالیٰ حکم دیتے ہیں، تو گویا ان کا مزاج اور طبیعت ہی عبادت واطاعت ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت فرشتوں کے ذریعہ سے ہو ہی رہی تھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے لیے انسان کو پیدا فرمایا۔ گویا انسان سے ایک خاص قسم کی عبادت چاہی گئی ہے جو عند اللہ مطلوب تھی، اور وہ انسان ہی کر سکتا تھا، فرشتے نہیں کر سکتے تھے۔

اسی لیے جب انسان کی پیدائش کے ارادہ کا فرشتوں کے سامنے اظہار کیا کہ میں اپنا ایک خلیفہ اور نائب بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے کہا: باری تعالیٰ ! آپ ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو زمین میں فساد مچائے گی اور خون بہائے گی، حالاں کہ ہم آپ کی حمد وثنا کے ذریعہ پاکی اور آپ کی تقدیس بیان کرتے ہیں، یہ کام تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں ان کو خاموش کرتے ہوئے فرمایا: میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد جب حضرت آدم (علیہ السلام) پیدا کیے گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص چیزوں کا علم عطا فرماکر فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرشتوں سے کچھ سوالات کیے کہ بتاؤ، تو وہ نہیں بتا سکے اور حضرت آدم (علیہ السلام) نے بتا دیئے۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مقابلہ میں ان کی فوقیت ظاہر فرمائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بنایا تو اس کے مزاج کے اندر فرمانبرداری اورنافرمانی، گناہ اور نیکی، اطاعت اور معصیت دونوں مادّے رکھے: ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اس کے مزاج میں گناہوں کے تقاضے بھی رکھے اور تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے والا مزاج بھی بنایا، گویا دونوں صفتیں رکھیں۔ جب گناہوں کے تقاضوں کے باوجود اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہوگی۔ اس لیے کہ کسی کام کو انجام دینے کے لیے، اور کسی ذمہ داری کو بجالانے کے لیے حالات کا سازگار اور موافق ہونا ضروری ہوتا ہے، لیکن ایک آدمی کے حالات سازگار نہیں ہیں، مخالف حالات کے باوجود وہ اس حکم کو پورا کرتا ہے اور اپنے فریضۂ منصبی کو ادا کرتا ہے؛ تو اس کی اللہ تعالیٰ یہاں بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

گناہ کا مادّہ رکھنے کی پہلی وجہ

اب یہاں ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ نہیں چاہتے ہیں کہ اس کی نافرمانی کی جائے؛ پھر گناہ کا مادّہ کیوں پیدا کیا؟

جواب یہ ہے کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے حکم تو یہی ہے کہ اس کی معصیت اور نافرمانی نہ کی جائے، لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شان بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے کی بھی ہے، اب اگر کوئی مخلوق ایسی نہ ہو جو گناہوں کا ارتکاب کرے؛ تو پھر اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور شان کا ظہور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیسے ہو گا؟ گویا اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاریت اور صفتِ رحمت کا ظہور ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کا مزاج ایسا بنایا۔

دوسری وجہ

دوسری بات یہ بھی ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی سے جب گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کی طبیعت اور مزاج پر اس گناہ کا احساس ایسی شدت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو بالکل ہیچ قرار دیتا ہے۔ پھر روتا اور گڑگڑاتا ہے، اور اپنی کوتاہی و گناہ پر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گریہ وزاری کرتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے مراتب اتنے زیادہ بلند ہوتے ہیں جتنے مراتب عبادت کے نتیجے میں بلند نہ ہوتے:

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ
رِند اَز راہِ نیاز بہ دارالسلام رفت

اللہ کی عبادت کرنے والا اپنی عبادت پر غرور اور فخر رکھتا تھا، اس لیے اپنا راستہ سلامت نہیں رکھ سکا اور ہلاک ہو گیا۔ اور ایک گنہگار آدمی اللہ تعالیٰ کی نیازمندی اور گریہ وزاری کے راستہ سے جنت تک پہنچ گیا۔ تو دراصل اللہ تعالیٰ کے یہاں عبدیت مطلوب ہے، یعنی آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سپر ڈال دے، اور اپنے آپ کو مٹادے؛ یہی صفتِ عبدیت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت آدم (علیہ السلام) کی صفتِ عبدیت

حضرت علامہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: حضرت آدم (علیہ السلام) کی صفت عبدیت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خلافت کے لیے منتخب فرمایا، اور علم تو صرف فوقیت ظاہر کرنے کے لیے دیا گیا تھا، ورنہ اصل صفت جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ عبدیت ہی ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس وقت روئے زمین پر دو مخلوق موجود تھی، ایک جنات وشیاطین تھے اور دوسرے فرشتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے اظہارِ ارادہ اور علم کے سامنے کچھ بھی عرض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، اس کے باوجود فرشتے عرض کرنے لگے کہ: باری تعالیٰ! کیا آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرمائیں گے جو خون بہائے گی؟ بھائی! جب آپ کو اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور منشاء معلوم ہو گیا تو اب آگے کچھ لب کشائی کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن پھر بھی ان کی طرف سے یہ بات پیش کی گئی، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا کہ میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ تو اس پر فرشتوں نے فوراً کہا: ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۳۲﴾ گویا انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا منشاء کے ظاہر ہونے کے بعد ایک بات تو عرض کر دی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور شیطان کا معاملہ تو بہت ہی آگے نکل گیا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کرنے کے بعد ان کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے کہا گیا، تو اس نے یہی کہہ دیا کہ میں ان کو کیسے سجدہ کروں؟ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا؛ بھلا میں بہتر ہونے کے باوجود ان کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں؟

ایک حضرت آدم (علیہ السلام) تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کوئی چون و چرا نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کرنے کے بعد جنت میں آباد کیا، اور ان سے یہ کہا گیا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ پھر ان سے قصور ہوا، اور اس کے قریب پہنچ گئے، اور اس کو استعمال کر لیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی باز پرس ہوئی۔ تو روایتوں میں آتا ہے کہ وہ خاموش رہے اور صرف روتے ہی رہے، کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ توبہ کے کلمات بھی زبان سے نکالنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

وہ کلمات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل پر القاء کئے گئے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں موجود ہے: ﴿فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ﴾ حضرت آدم (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کی طرف سے کچھ کلمات کو حاصل کیا، اور وہ یہی تھے: ﴿رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا ۜ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۲۳﴾﴾ اے ہمارے رب! ہم نے تیرے حکم کو توڑ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے ہمیں معاف نہیں کیا تو ہم بڑے گھاٹے اور خسارہ میں رہیں گے۔ گویا توبہ کے کلمات بھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے گئے تب اپنی زبان سے ادا کئے، ورنہ ان کلمات کو بھی ادا کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ یہ ان کی طرف سے عبدیت کا پورا پورا اظہار ہوا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صفتِ غفاریت کا ظہور اس طرح ہو گا

اسی کو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: اگر تم گناہ نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر کے دوسری مخلوق کو پیدا کریں گے جو گناہ کرے گی پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی یوں کہنے لگے کہ ہم کو گناہ کرنے کی چھوٹ دیدی گئی ہے۔ایسا نہیں ہے؛ بلکہ ہمیں تو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کریں، لیکن ہماری کوشش اور چاہت کے باوجود ہم سے کچھ نہ کچھ کوتاہیاں ہو ہی جائیں گی؛ تو اس وقت پھر ہم اپنے گناہوں سے معافی طلب کریں گے۔

ایک مجلس میں سو مرتبہ استغفار

حدیث ۱۸۷۲:-

وعن ابن عمر رَضِيَ اللهُ عنهما قال: كُنَّا نَعُدُّ لرسولِ اللهِ (ﷺ) في المَجْلِسِ الواحِدِ مِئَةَ مَرَّةٍ: ((رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ)). (رواه أبو داود والترمذي، وقال: ((حديث حسن صحيح غريب)).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت عبد اللہ بن عمر(رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ایک مجلس میں نبیِ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ جملہ سو سو مرتبہ شمار کرتے تھے:"رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" اے اللہ! تو مجھے معاف کردے اور میری توبہ قبول فرما، بیشک تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

افادات:۔یعنی آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) استغفار کا اتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے کہ ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ اور وہ بھی زور سے یہ دعا پڑھتے رہتے تھے۔اور جیسا کہ اوپر بھی آیا، آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) خود ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں ہر دن میں سو مرتبہ اپنے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں۔

استغفار پر تین بڑے بڑے وعدے

حدیث ۱۸۷۳:۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسولُ اللہِ(صلی اللہ علیہ وسلم) : ((مَنْ لَزِمَ الاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجاً، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيثُ لاَ يَحْتَسِبُ)).(رواہ أبو داود)

ترجمہ:۔حضرت عبد اللہ بن عباس(رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کو لازم کرلے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے راستہ نکالیں گے، اور ہر غم سے کشادگی عطا فرمائیں گے، اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں اس کو گمان بھی نہیں ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو وعدے تقویٰ پر وہی استغفار پر

افادات:–اب دیکھئے! قرآنِ کریم میں ہے:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط﴾جو آدمی گناہوں سے بچے گا(تقویٰ اختیار کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ نکالے گا،اورایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہو گا۔تو قرآنِ کریم میں جو وعدے تقویٰ (یعنی گناہوں سے بچنے)پر کئے گئے ہیں؛اگر کسی آدمی سے نادانستہ طور پر گناہوں کا صدور ہو جائے،یا غفلت کی وجہ سے اس سے گناہ سرزد ہو جائیں،تو اس کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے،اگر وہ آدمی توبہ و استغفار کا اہتمام کرے گا،تو یہ حدیثِ پاک ہمیں بتاتی ہے کہ استغفار کرنے پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو وہی نعمتیں ملیں گی جو گناہ سے بچنے پر ملا کرتی ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی میں راستہ پیدا فرمائیں گے،اوراس کو ایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہو گا۔

استغفار کے ایک جملہ پر عجیب نتیجہ

حدیث ۱۸۷۴:-

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال:قال رسول الله (ﷺ) : ((مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُهٗ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ.))(رواہ أبو داود والترمذی والحاکم، وقال: حدیث صحیح علی شرط البخاری ومسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی یہ کلمات کہے (جن کا ترجمہ یہ ہے): میں اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی طلب کرتا ہوں اس اللہ سے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور باقی رہنے والا ہے، اور میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں؛ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، چاہے وہ میدانِ جنگ سے بھاگا ہو۔

افادات:- میدانِ جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اس استغفار کی برکت سے معاف کر دیتے ہیں۔

سیّد الاستغفار

حدیث ۱۸۷۵:-

وعن شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی الله عنه عن النبيّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال: ((سَيِّدُ الاسْتِغْفَارِ أَنْ يَقُولَ العَبْدُ: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لاَ إلهَ إلاَّ أنْتَ خَلَقْتَنِي وَأنَا عَبْدُكَ، وَأنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وأبُوءُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي، فَإنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إلاَّ أنْتَ. مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِناً بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أنْ يُمْسِي، فَهُوَ مِنْ أهْلِ الجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ، وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أهْلِ الجَنَّةِ)). (رواه البخاری)

((أبُوءُ)) بباءٍ مَضمومةٍ ثم واوٍ وهمزةٍ ممدودةٍ ومعناه: أُقِرُّ وَأعْتَرِفُ.

ترجمہ:- حضرت شدّاد بن اوسؓ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوں (اور ایک بندہ جب کلمہ پڑھ کر ایمان لاتا ہے، تو اس کے ذریعہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے احکام واطاعت کا عہد وپیمان کرتا ہے) تجھ سے کئے گئے عہد وپیمان اور وعدہ پر جتنی مجھ میں سکت وطاقت ہے اس کے بقدر میں قائم ہوں۔ میں نے جتنے بھی گناہ کئے ہیں، مَیں ان سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو نے جو نعمتیں اور انعامات مجھ پر کئے ہیں ان کا مَیں اقرار کرتا ہوں۔ اور مَیں اپنے گناہ کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ پس اے اللہ! تو میرے گناہ کو معاف کردے، تیرے علاوہ گناہوں کو اور کوئی معاف نہیں کرسکتا۔ (حضور اکرم (ﷺ) فرماتے ہیں) جو آدمی یہ کلمات صبح کے وقت اس کے مضامین پر دل سے یقین رکھتے ہوئے کہے، اور پھر اسی دن شام سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو وہ جنتی ہے۔ اور جو آدمی رات میں یہ کلمات کہے اور صبح سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو وہ جنتی ہے۔

افادات:۔یہ کلمات سید الاستغفار کہلاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لیے جتنے بھی کلمات کہے جاتے ہیں ان تمام کلمات کے اندر ان کو سرداری کی حیثیت حاصل ہے، گویا استغفار کا یہ صیغہ تمام صیغوں میں سردار اور بادشاہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت طلب کرنے کا بیان چل رہا ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے، جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو اس کی تعلیم دینا چاہتے تھے کہ استغفار کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں پچھلی مجلس میں تفصیل آگئی تھی۔ آج مزید روایات پیش کرتے ہیں۔

عبادات کے اختتام پر استغفار

حدیث ۱۸۷۶:-

وعن ثوبان -رضی اللہ عنه- قال: كَانَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ اللهَ ثَلَاثًا وَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)) قِيلَ لِلْأَوْزَاعِيِّ -وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ: كَيْفَ الاسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی تین مرتبہ مغفرت طلب کرتے تھے، اور ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھتے تھے: اے اللہ! تو ہی سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ملتی ہے، تو بڑا بابرکت ہے اے جلالت و عزت والے۔ اس روایت کے راویوں میں امام اوزاعی بھی ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ (روایت میں جو فرمایا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تین مرتبہ مغفرت طلب فرماتے تھے) تو اس کی کیفیت اور طریقہ کیا ہوا کرتا تھا؟ اس کے جواب میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انہوں نے فرمایا کہ: حضورِ اکرم (ﷺ) نماز کا سلام پھیر کر تین مرتبہ " استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ" کہا کرتے تھے۔

افادات:- ویسے بھی عام طور پر تمام عبادات کے اختتام پر جو دعائیں آئی ہیں ان میں استغفار کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ جیسے: آدمی رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس کے بعد اس کے پسندیدہ عمل کو قرآنِ کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۝١٨﴾ وہ لوگ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز کے اخیر میں بھی جو دعا ماثور ہے اس میں استغفار ہی کا اہتمام کرایا گیا ہے: "أَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْماً كَثِيْراً الخ" اسی طرح روزہ کھولتے وقت یہ دعا سکھلائی گئی: "يَاوَاسِعَ الْفَضْلِ إِغْفِرْلِيْ" تقریباً تمام عبادات کے ختم پر استغفار کا اہتمام کرایا گیا ہے۔

زندگی کے آخری ایام میں استغفار کی کثرت

حدیث ۱۸۷۷:-

وعن عائشة (رضی اللہ عنہا) قالت: كان رَسُولُ اللهِ - (ﷺ) - يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ مَوْتِهِ: ((سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ، وأتوبُ إِلَيْهِ)) (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) اپنی وفات سے پہلے کثرت سے یہ پڑھا کرتے تھے: "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ، وأتوبُ إِلَيْهِ"

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- زندگی کے آخری ایام میں بھی آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے اہتمام کے ساتھ ساتھ طلبِ مغفرت کی طرف خصوصی توجہ دے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو آخری سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النصر تھی جس میں یہ ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ اے نبی! جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرو۔ گویا اس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے اس حکم پر عمل فرماتے تھے جو اوپر روایت میں آیا۔

نماز میں بھی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے۔

استغفار سے شرک کے علاوہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں

حدیث ۱۸۷۸:-

وعن أنس - رضي الله عنه - قال: سمعتُ رسولَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يقولُ: ((قَالَ اللهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلاَ أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي، غَفَرْتُ لَكَ وَلاَ أُبَالِي. يا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً، لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً)) (رواه الترمذي، وقال: حديث حسن)

((عَنَانَ السَّمَاءِ)) بفتح العين: قِيلَ هُوَ السَّحَابُ، وَقِيلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، أيْ ظَهَرَ. ((وَقُرَابُ الأَرْضِ)) بضم القاف، ورُوِيَ بكسرِها، والضم أشهر. وَهُوَ ما يُقَارِبُ مِلأَهَا.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے انسان! جب تک تو مجھ سے مانگتا رہے گا اور امید قائم رکھے گا، میں تیری مغفرت کروں گا، چاہے تیری طرف سے جو کچھ بھی پیش آیا ہو اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی (چاہے بڑے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہو؛ سوائے شرک کے) اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں، اس کے بعد پھر تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے گا، تو میں تیرے گناہوں کو معاف کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے انسان! اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لے کر آئے گا اور پھر تو میرے پاس ایسی حالت میں پہنچے گا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرا رہا ہوگا تو میں زمین بھر کر تیرے پاس مغفرت لے کر آؤں گا۔

افادات:- آدمی نے اگر شرک سے بچنے کا اہتمام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ طلبِ مغفرت پر تو معاف کر ہی دیئے جاتے ہیں، لیکن مغفرت کی طلب کے بغیر بھی جس کو اللہ تعالیٰ چاہے معاف کر دیتا ہے۔ شرک کی مغفرت نہیں ہوتی، قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے، باقی جس کو چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں۔ ہاں! اگر آدمی شرک سے بھی توبہ کر کے توحید اختیار کر لے، تو وہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔

”وَلَا أُبَالِي“ اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ انسان جب کسی کو معاف کرتا ہے تو سوچتا ہے کہ اس کا قصور کس درجہ کا ہے، معاف کیا جائے یا نہ کیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ باتیں نہیں ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

معلوم ہوا کہ آدمی اگر اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کا اہتمام کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

عورتوں کو کثرت استغفار کا حکم

حدیث ۱۸۷۹:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما: أَنَّ النبيَّ (ﷺ) قال: ((يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، وأَكْثِرْنَ مِنَ الاسْتِغْفَارِ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) قالت امرأةٌ مِنْهُنَّ: مَا لَنَا أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ العَشِيرَ. مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ)) قالت: ما نُقْصَانُ العَقْلِ وَالدِّينِ؟ قال: ((شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمْكُثُ الأَيَّامَ لاَ تُصَلِّي)). (رواہ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے عورتوں کے گروہ اور جماعت! اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرو اور کثرت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اس لیے کہ میں نے تم کو جہنم والوں میں کثرت سے دیکھا ہے (جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی) ان میں سے ایک عورت نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ ہم عورتیں ہی جہنم والوں میں زیادہ تعداد میں ہوں گی؟ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم لعن طعن بہت کثرت سے کرتی ہو، اور شوہر کی ناشکری کی بہت مرتکب ہوتی ہو۔ اور ایسی شخصیت جو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص شمار ہوتی ہو، اس کے باوجود عقلمند آدمی کی عقل کو تم سے زیادہ اڑا دینے والی میں نے نہیں دیکھا۔ اس عورت نے پوچھا: عقل اور دین کی کمی سے کیا مراد ہے؟ تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: عقل کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے برابر قرار دیا ہے۔ اور دین کی کمی یہ ہے کہ مہینہ میں (حالت حیض کی وجہ سے) کئی دن عورت ایسے گزارتی ہے جس میں نماز نہیں پڑھ پاتی۔

افادات:- عقل اور سمجھ کے اعتبار سے تمہارا مقام مردوں کے مقابلہ میں اونچا نہیں ہے، گویا عورتوں میں سمجھ اور عقل کم ہی ہوا کرتی ہے، اس کے باوجود سمجھدار آدمی کی عقل کو اُڑا لے جانے کا تم کام کرتی ہو۔

''تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ العَشِيرَ'' عورتوں کی زبان سے عام طور پر بد دعائیہ کلمات نکلتے رہتے ہیں، اور لعن طعن کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح سے شوہر کی طرف سے چاہیے کتنا ہی اس کے ساتھ احسان و بھلائی کا معاملہ کیا جائے، مگر کبھی کسی وقت ذرا سی ناگواری اور مزاج کے خلاف بات پیش آجاتی ہے تو اس کی زبان سے ناشکری کے الفاظ نکلتے ہیں۔ بقول حضرت گنگوہی(رحمۃ اللہ علیہ): وہ یہ کہے گی کہ: تمہارے یہاں آکر میں نے دیکھا ہی کیا ہے! ایک ٹھیکرا، ایک چیتھڑا۔ وہ برتن کو تو ٹھیکرے سے، اور کپڑے کو چیتھڑے سے تعبیر کرتی ہے۔

بہر حال! اس روایت میں عورتوں کو کثرت سے طلبِ مغفرت کا حکم ہے، اس وجہ سے علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ روایت یہاں پیش کی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب بیان مَا أعدَّ الله تَعَالٰی للمؤمنین فی الجنة

اس باب میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) ان آیات اور احادیث کو پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لیے جنت میں جو نعمتیں رکھی ہیں ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

جنت میں کدورت اور تھکاوٹ نہیں ہوگی

قَالَ الله تَعَالَى: إنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ادْخُلُوهَا بِسَلاَمٍ آمِنِينَ وَنَزَعْنَا مَا فی صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ لاَ يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ. (الحجر: ۴۸،۴۷،۴۶،۴۵)

ترجمہ:- بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں) وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے (اور ان سے اللہ تعالی کی طرف سے کہا جائے گا:) ان باغات میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ (اور باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے داخل ہونے سے پہلے) ہم ان کے دلوں کے اندر سے ایک دوسرے کے متعلق جو میل اور خفگی ہوگی وہ سب نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر اندر داخل ہوں گے، مسہریوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، اوران جنت والوں کو جنت میں نہ تھکاوٹ کا احساس ہو گا، اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ”وَنَزَعۡنَا مَا فِی صُدُوۡرِهِمۡ مِنۡ غِلٍّ“ ہم ان کے دلوں کے اندر سے ایک دوسرے کے متعلق جو میل اور خفگی ہوگی وہ سب نکال دیں گے، یعنی دنیا کے اندر غیر اختیاری طور پر بعض چیزیں ایسی پیش آجاتی ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف سے خفگی پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک تو کوئی آدمی محض دنیوی غرض کی وجہ سے کسی کے ساتھ دل میں کینہ رکھے، پھر ساتھ ہی ساتھ اس کینہ کی وجہ سے ایسی تدبیر اور کوشش میں لگا رہے کہ اس کو نقصان پہنچایا جائے؛ یہ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بالکل معاف نہیں ہے، بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے جس کے دل میں کینہ ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ لیکن کبھی غیر اختیاری طور پر کسی سے بعض باتیں ایسی پیش آگئیں جس کی وجہ سے دوسرے کے دل میں اس کے متعلق ناراضگی اور خفگی کے جذبات پیدا ہوئے، یا کسی دینی معاملہ کی وجہ سے اس کے دل میں ناراضگی ہوئی اور وہ اخیر تک باقی رہی، اور موت تک دلوں کی صفائی کی نوبت نہیں آئی، ان کو جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے تو داخلے سے پہلے ان کے دلوں میں سے ان ساری چیزوں کو نکال دیا جائے گا، اور دلوں کو پاک صاف کر کے جنت میں بھیجا جائے گا۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ: مَیں امید کرتا ہوں کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کے ساتھ میرا جو معاملہ ہے وہ بھی اسی میں شمار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے ان چیزوں سے پاک صاف کر دے گا۔

”لَا یَمَسُّهُمۡ فِیۡهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِیۡنَ“ ان جنت والوں کو جنت میں نہ تھکاوٹ کا احساس ہوگا، اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے، یعنی جنت کی نعمتوں کو استعمال کرنے اور برتنے کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نتیجہ میں ان کو کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہو گی۔ دنیا کا حال تو یہ ہے کہ عیش و آرام کی چیزوں کے استعمال کرنے میں بھی آدمی اکتا جاتا ہے۔ لیکن جنت میں یہ کیفیت نہیں ہو گی۔

یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنائے گئے

﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ.﴾ (الزخرف:۶۸ تا ۷۳)

ترجمہ مع تشریح:- میرے بندو! آج تم پر کوئی ڈر نہیں، اور نہ آج تم غمگین ہو گے۔ اللہ کے وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے (اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہے۔ ان کو باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا) تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوش وخرم داخل ہو جاؤ ("سرور" انتہائی خوشی کو کہتے ہیں، یعنی بہت خوشی اور مسرت کے عالم میں داخل ہو جاؤ) ان جنت والوں پر جنت کے اندر (کھانے کی چیزوں سے بھری ہوئی) سونے کی رکابیاں اور گلاس پیش کئے جائیں گے۔ اور ان باغات کے اندر ان کے لیے ہر وہ چیز ہو گی جس کا ان کا جی چاہے گا، اور جس سے ان کی آنکھیں لذت محسوس کریں گی، اور تم اس کے اندر ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنائے گئے ہو ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔ تمہارے لیے اس کے اندر بہت سارے میوے ہیں جس میں سے تم اپنی مرضی کے مطابق کھاتے رہو گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خوشحال آدمی کے لیے جو ہو سکتا ہے وہ سب جنت میں ہو گا

وقال تعالیٰ: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿51﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿52﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿53﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿54﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿55﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿56﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿57﴾ (الدخان)

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے امن وامان کی جگہ میں ہوں گے، باغات اور نہروں میں ہوں گے، وہاں لباس کے طور پر باریک اور موٹا ریشم (دونوں طرح کا لباس) پہنیں گے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرتے رہیں گے۔ اور ہم ان کا نکاح گورے بدن والی، بڑی آنکھوں والی عورتوں سے کرادیں گے۔ اور وہ ان باغات اور جنتوں میں ہر طرح کا میوہ (پھل، فروٹ) امن وامان کے ساتھ منگوائیں گے (یعنی وہاں ان کو کوئی خطرہ اور خوف محسوس نہیں ہوگا) وہاں پہنچنے کے بعد وہ موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، سوائے اس موت کے جو پہلی مرتبہ دنیا میں آچکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ سب پروردگار کی مہربانی ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

افادات:- "حَوْرَآء" کی جمع "حُوْرٌ" آتی ہے۔ یعنی ایسی حسین عورت جس کے سامنے نگاہیں خیرہ ہو جائیں، جیسے سورج کے سامنے خیرہ ہو جاتی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان آیات میں ایک خوشحال آدمی کے لیے جو جو چیزیں ہو سکتی ہیں ان سب کو بیان کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آدمی کا مکان امن وامان والا ہو، عمدہ ہو؛ تو" مَقَامٍ أَمِينٍ" میں اس طرف اشارہ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ لباس عمدہ ہو، کھانے پینے کی چیزیں عمدہ ہوں، اور شریک حیات مزاج کے موافق ہو۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نعمتیں جو اس کو ملی ہوئی ہیں کبھی ختم ہونے والی نہ ہوں؛ یہ ساری چیزیں جنت کی نعمتوں میں پائی جاتی ہیں۔

مقربین کے لیے جنت کا ایک چشمہ

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (المطففین:۲۲ تا ۲۸)

ترجمہ:- اللہ کے نیک بندے نعمتوں میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے ہوئے جنت کی نعمتوں اور عجائبات کا نظارہ کر رہے ہوں گے، اے مخاطب تو ان کے چہروں پر جنت کی نعمتوں کی خوشحالی اور مسرت محسوس کرے گا، ان کو خالص مہر لگی ہوئی شراب پلائی جائے گی، اس کی مہر مشک کی ہو گی۔ اور اسی کے اندر مقابلہ کرنے والے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور خالص شراب کی ملاوٹ تسنیم کے پانی سے ہو گی (اہلِ عرب جب شراب کا استعمال کرتے تھے تو اس میں تھوڑا پانی بھی ملایا کرتے تھے۔ جنت کی خالص شراب کے اندر تسنیم کی ملاوٹ ہو گی۔ تسنیم کیا ہے؟) جنت کا ایک چشمہ ہے جس کے اندر سے اللہ کے مقرب بندے پیتے رہتے ہیں (گویا اللہ کے مقرب بندوں کو تو وہ پانی مستقل پینے کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیے دیا جائے گا، اس لیے کہ وہ تو اعلیٰ درجہ کے تھے، ان کو ہمیشہ وہی پانی دیا جائے گا۔ اور ” ابرار “ و ”اصحاب الیمین“ کو صرف شراب میں ملاوٹ کے طور پر دیا جائے گا۔)

” والآيات في الباب كثيرة معلومة “ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: جنت کی نعمتوں کو بیان کرنے کے سلسلہ میں قرآنِ پاک میں بہت کثیر تعداد میں آیتیں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں آگے کچھ حدیثیں نقل کرتے ہیں:-

جنتیوں کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی

حدیث ۱۸۸۰ :-

وعن جابر -رضی الله عنه- قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ (ﷺ) : ((يَأْكُلُ أَهْلُ الجَنَّةِ فِيهَا، وَيَشْرَبُونَ، وَلاَ يَتَغَوَّطُونَ، وَلاَ يَمْتَخِطُونَ، وَلاَ يَبُولُونَ، وَلكِنْ طَعَامُهُمْ ذَلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ المِسْكِ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت والے جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے، قضائے حاجت نہیں کریں گے، اور ان کی ناک میں سے ریزش بھی نہیں نکلے گی، اور نہ وہ پیشاب کریں گے، البتہ ان کو کھانے کے نتیجہ میں ایک ڈکار آئے گی (ویسے تو ڈکار کی وجہ سے دنیا میں بدبو پھیلتی ہے، لیکن وہاں اس ڈکار کی وجہ سے خوشبو پھیلے گی) اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہو گا، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل تسبیح و تکبیر پڑھوائی جائے گی، جیسے مسلسل سانس چلتی رہتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ”وَلاَ یَتَغَوَّطُونَ“ ایک یہودی عالم نے سوال کیا تھا کہ جنت والے جنت میں کھائیں گے، پئیں گے؛ تو پھر قضائے حاجت کا تقاضہ بھی ہوگا؟ اور یہ چیز جنت والوں کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: وہاں قضائے حاجت کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ قضائے حاجت کی نوبت تو اسی وقت آتی ہے کہ جو غذا استعمال کی جائے اس میں کچھ مواد فاضل بھی ہو، اور وہ فاضل مواد پیشاب، پاخانہ کے راستہ سے باہر نکالا جائے، لیکن جنت کی غذاؤں میں فضلہ کے قبیل سے کوئی چیز ہے ہی نہیں، لہٰذا پیشاب پاخانہ بننے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

اللہ کا ذکر سانس کی طرح جاری رہے گا

”یُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ“ جیسے دنیا میں آدمی چلتے پھرتے سانس لیتا رہتا ہے، آدمی کو سانس لینے کے لیے کوئی ارادہ نہیں کرنا پڑتا، اسی طرح اہلِ جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کا وہ مقام حاصل ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تسبیح و تکبیر ان کے لیے ایسا ہو جائے گا جیسے سانس لیتے ہیں، یعنی ان کو ارادہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی، بلکہ غیر اختیاری طور پر یہ چیز ان کی طرف سے ہوتی رہے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان

حدیث ۱۸۸۱:-

وعن أَبِي هريرة - رضی الله عنه - قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ (ﷺ) : ((قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُوا إنْ شِئْتُمْ: {فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ} (السجدة:۱۷))). (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت میں اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا۔ پھر حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت کرو: کسی انسان کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے جنت کے اندر کیا کیا پوشیدہ چیزیں رکھی ہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے، یہ ان کے ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

افادات:- گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایسی نعمتیں دی جائیں گی کہ دنیا کے اندر انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان میں سے کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا قرآن و حدیث میں تذکرہ ہے، وہ تو آدمی کے علم میں آ گئیں، لیکن وہاں بعض نعمتیں ایسی بھی ہوں گی جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ تو کسی کان نے سنا، نہ کسی نے اس کا تصور بھی کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت میں داخل ہونے والی پہلی دو جماعتوں کی کیفیت

حدیث ۱۸۸۲:-

وعنه قَالَ قَالَ رسولُ الله (ﷺ) :((أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ القَمَرِ لَيْلَةَ البَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إضَاءةً، لاَ يَبُولُونَ، وَلاَ يَتَغَوَّطُونَ، وَلاَ يَتْفُلُونَ، وَلاَ يَمْتَخِطُونَ. أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ المِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الأُلُوَّةُ - عُودُ الطِّيبِ - أَزْوَاجُهُمُ الحُورُ العِيْنُ، عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعاً فِي السَّمَاءِ.)) (متفق عَلَيهِ)

وفي رواية البخاري ومسلم: ((آنِيَتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ المِسْكُ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الحُسْنِ، لاَ اخْتِلاَفَ بَيْنَهُمْ، وَلاَ تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِياً)).

قوله: ((عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ واحِدٍ)). رواه بعضهم بفتح الخاء وإسكان اللام وبعضهم بضمها وكلاهما صحيح.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی وہ چودھویں رات کے چاند کی سی ہوگی (حدیثپاک میں ان کی تعداد ستر ہزار بتلائی ہے، اور بعض روایتوں میں سات لاکھ بتلائی ہے۔ وہ سب بیک وقت جنت میں داخل ہوں گے) پھر اس کے بعد وہ لوگ داخل ہوں گے جو ان کے قریب ہوں گے جو آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارے جیسے چہرے والے ہوں گے۔ جنت میں پہنچنے کے بعد نہ تو ان کو پیشاب کا تقاضہ ہو گا اور نہ پاخانہ کا، نہ وہ تھوکیں گے اور نہ ناک میں سے ریزش نکلے گی۔ ان کے کنگھے سونے کے ہوں گے (ویسے تو بالوں کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو گی لیکن بطورِ زینت کنگھی کریں گے)اوران کاپسینہ مشک کاہو گا۔ان کی دھونی دان خالص عود کی ہو گی۔بڑی آنکھوں والی حوریں ان کی بیویاں ہوں گی۔وہ سب تقریباًان کے ابا حضرت آدم(علیہ السلام) کی شکل وصورت پر ملتے جلتے چہرے والے ہوں گے،ان کا قد لمبائی کے اعتبار سے ساٹھ ہاتھ ہو گا (حضرت آدم(علیہ السلام) کا اصلی قد بھی اتنا ہی تھا)۔

روایت میں جو لفظ"مَجَامِرُ" آیا ہے،وہ"مِجْمَرَۃٌ"کی جمع ہے،لوبان دانی کو کہتے ہیں جس میں عود وغیرہ خوشبو ڈال کر دھونی کی جاتی ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ: ان کے برتن سونے کے ہوں گے،ان کا پسینہ مشک کی طرح مہکتا ہو گا،ہر جنتی کو دو بیویاں دی جائیں گی(بعض روایتوں میں بہت ساری حوروں کا تذکرہ آتا ہے۔تو حضراتِ شراح فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی دنیا میں دو بیویاں ہوں گی تو وہی دو اس کو وہاں بھی ملیں گی۔لیکن اگر کسی کی دنیا میں دو بیویاں نہیں تھیں،ایک ہی تھی؛تو وہاں دوسری عورت کے ساتھ اس کا نکاح کرا دیا جائے گا،اس طرح گویا اس کو وہاں دوسری بیوی بھی دی جائے گی)اوران کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کا گودا گوشت کے اندر سے خوبصورتی کی وجہ سے نظر آئے گا(یعنی وہ ایسی خوبصورت ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کے اندر کا گودا بھی نظر آئے گا اوراس کی وجہ سے ان کے حسن میں کمی نہیں آئے گی،بلکہ حسن اور زیادہ نکھرے گا)اوران کے درمیان مزاجوں کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہو گا،اور نہ آپس میں عداوت اور بغض ہو گا،ان کے دل ایک آدمی کی طرح (متحد و متفق)ہوں گے۔وہ سب صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہیں گے(گویا ان کی زبانوں پر ذکر اللہ جاری رہے گا)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ آخری باب جنت کی نعمتوں کے متعلق چل رہا ہے، چند ہی روایتیں باقی رہ گئی ہیں۔ ویسے جنت کی ان نعمتوں سے متعلق جو روایتیں ہیں، علماء نے شروحات میں ان کی تشریح و تفصیل بیان کی ہیں، اس میں عام طور پر جنت کی نعمتوں سے متعلق جو روایتیں ہیں ان کے مضامین کو ذہن سے قریب کرنے کے لیے دوسری روایتوں ہی سے تفصیل پیش کی جاتی ہیں۔ اور یہ مضامین ایسے ہیں کہ عام طور پر لوگوں کو سننے نہیں ملتے، نہ سنائے جاتے ہیں، اور نہ لوگوں کے پڑھنے میں آتے ہیں۔ حالاں کہ قرآنِ پاک کے نزول کے جو مقاصد ہیں ان میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جنت کی نعمتوں سے لوگوں کو روشناس کرا کر اس کے حصول کی ترغیب دی جائے۔ میرے دل میں آیا کہ اس سلسلہ کی کچھ تفصیلی روایتیں بھی آپ حضرات کے سامنے آجائیں۔

چناں چہ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم (رحمۃ اللہ علیہ) کی عربی زبان میں ایک بہت ہی عمدہ کتاب ہے: "حَادِی الْأَرْوَاحِ إِلٰى بِلَادِ الْأَفْرَاحِ" جس میں انہوں نے روایتوں کے ذریعہ سے جنت کے حالات بڑی تفصیل سے پیش فرمائے ہیں۔ دو تین روز سے وہی کتاب میرے مطالعہ میں تھی، اور میں نے یہی طے کیا تھا کہ اس کی عبارت پڑھ کر کچھ تشریح بیان کر دوں گا۔ آج دوپہر کے بعد خیال آیا کہ "حَادِی الْأَرْوَاحِ" کی عربی عبارت پڑھوں پھر اس کا اردو میں ترجمہ کروں تو اس میں وقت بھی زیادہ لگ جائے گا۔ تو مجھے ایک اور کتاب "التّذکرۃ فِی أَحوالِ الْمَوتٰی وأُمورِ الآخرۃِ" کا خیال آیا جو علامہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہے جو ایک بہت بڑے محدث اور عالم گزرے ہیں، جس میں انہوں نے موت سے لے کر جنت، دوزخ اور قیامت کے سارے حالات بیان کئے ہیں۔ اور علامہ شعرانی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی بہت بڑے عالم گزرے ہیں، انہوں نے ان کی اس کتاب کا اختصار کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں - اصل کتاب "التذکرۃ" اور اس کا اختصار - ملتی ہیں، اسی کا اردو میں ترجمہ حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے کیا ہے جو حضرت مولانا یوسف صاحب بنوری (رحمۃ اللہ علیہ) کے داماد تھے، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے آخر میں مہتمم بھی رہے اور شہید کر دیئے گئے۔ تو یہ کتاب میرے ذہن میں آئی اور مناسب بھی یہی معلوم ہوا کہ اسی کتاب میں سے جنت کے متعلق جو مضامین ہیں وہ آپ حضرات کے سامنے پیش کئے جائیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی جب احادیث میں جنت کی ان نعمتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور قرآن پاک کی بہت سی آیتیں گزشتہ مجلس میں آگئی تھیں۔ تو ضرورت ہے کہ ہم لوگ ان چیزوں کو پڑھیں اور سنیں۔ چوں کہ عام طور پر یہ چیزیں ہمارے سامنے نہیں آتیں، اس لیے میرا جی چاہا کہ اسی کتاب میں سے آپ کے سامنے پڑھ کر سناؤں۔ اگر آج کی مجلس میں مضمون پورا ہو گیا تب تو ٹھیک ہے، ورنہ آئندہ اس کو مکمل کریں گے۔

جنت اور اس میں جنتیوں کے لیے تیار کردہ نعمتوں کا بیان

امام مسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے دل پر اس کا گزر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذخیرہ کر رکھا ہے، یہ اس کے علاوہ ہے جس پر تم مطلع ہو (جس کی تفصیل قرآن پاک وغیرہ میں آئی ہے) پھر نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آیتِ کریمہ تلاوت کرتے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ کسی کو علم نہیں جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے خزانہ ٔغیب میں مخفی ہے۔ (یہ روایت گذشتہ مجلس میں آگئی تھی۔)

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جنت کے لیے کوئی تیاری کرنے والا ہے؟ اس لیے کہ جنت میں کوئی خطرہ نہ ہوگا، رب کعبہ کی قسم! جنت؛ چمکتا ہوا نور، لہلہاتا ہوا پھول، مضبوط محل، بہتی نہر، بے شمار پکے پھل، خوبصورت حسین بیوی، اور بے شمار پوشاکوں کا نام ہے ایک ایسے مقام میں جو ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہے، نعمتوں اور تروتازگی کی جگہ ہے، ایسا بلند وبالا گھر جو تابناک اور سلامتی والا ہوگا۔ صحابہ ٔکرامؓ نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! ہم اس کے لیے تیاری کرنے والے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ان شاء اللہ کہہ دو۔

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ فرمایا: پانی سے۔ میں نے پوچھا: جنت کو کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ فرمایا: ایک اینٹ سونے کی، ایک اینٹ چاندی کی۔ اس کا گارا تیز خوشبودار مشک ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو وہاں داخل ہوگا کبھی مایوس نہیں ہوگا، ہمیشہ رہے گا کبھی موت نہیں آئے گی۔ نہ ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے، اور نہ ان کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کی نہروں، پہاڑوں

اور اس میں سے جو دنیا میں ہے ان کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾(سورۂ محمد) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کی نہریں نہ بدلنے والے پانی کی ہوں گی۔ اور نہریں ذائقہ نہ بدلنے والے دودھ کی ہوں گی۔ اور نہریں پینے والوں کے لیے خوش ذائقہ شراب کی ہوں گی۔ اور نہریں صاف شہد کی ہوں گی، اور وہاں ان کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ: وہاں کی نہریں قدرتِ الٰہی کی برکت سے بغیر کسی نالی کے بہیں گی (دنیا میں تو نہر نالی میں بہتی ہے وہاں بغیر نالی کے اللہ کی قدرت سے بہے گی۔) حدیث میں رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت کی نہریں مشک کے ٹیلے یا پہاڑوں کے نیچے سے بہیں گی۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت کے پہاڑوں میں سے چار پہاڑ، جنت کی نہروں میں سے چار نہریں جنت کے غزوات میں سے چار غزوات ہیں۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! پہاڑ کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: جبلِ اُحد جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور کوہِ طور جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔ اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔ چوتھے پہاڑ کا ذکر اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

روایت کے ان تمام نسخوں میں ساقط ہو گیا ہے جس پر میں مطلع ہوا ہوں۔اور چار نہریں: نیل، فرات، سیحان، اور جیحان ہیں (یہ روایت پہلے آگئی ہے) اور چار جنگیں اور غزوات: بدر، احد، خندق اور خیبر ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے چوتھا پہاڑ وہ ہے جسے ''خُصَیِّف'' کہا جاتا ہے، اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ''غزوۂ ابواء'' لڑا۔جب ''رَوْحاء'' نامی مقام پر ''عِرْقُ الظَّبْیَۃِ'' میں پہنچے تو نماز پڑھی، پھر فرمایا: جانتے ہو اس پہاڑ کا کیا نام ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ''خُصَیِّف'' ہے۔ اے اللہ! اس میں اور اس کے رہنے والوں میں برکت دیدیجئے۔اور ''رَوْحاء'' کے بارے میں فرمایا: یہ ''سَبْخَآء'' ہے۔ ''مَسْبَخٌ'' جنت کی وادیوں میں ایک وادی ہے۔ مجھ سے پہلے اس مسجد میں ستر (۷۰) نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اس ''رَوْحاء'' کے پاس سے گزرے، انہوں نے دو قُطوانی عبائیں پہنی تھیں، وہ ناقہ ''وَرْدآء'' پر سوار تھے، ستر ہزار بنو اسرائیل ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ بیت اللہ تک پہنچ گئے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک سمندر پانی کا ہے، ایک شہد کا، ایک دودھ کا، اور ایک شراب کا ہے۔ پھر اس سے نہریں نکلتی ہیں۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: سیحان، جیحان، نیل اور فرات؛ جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت کعب احبارؒ فرمایا کرتے تھے کہ: نہرِ دجلہ جنت کے پانی کی نہر ہے، اور نہرِ فرات جنت میں دودھ کی نہر ہے، اور نہرِ مصر جنت کی شراب کی نہر ہے، اور نہرِ سیحان اس کی شہد کی نہر ہے، اور یہ چاروں نہریں نہر کوثر سے نکلتی ہیں۔

حدیثِ اسراء میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دو نہروں کے پاس سے گزر ہوا جہاں سے لوگوں کو ہٹایا جارہا تھا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نیل اور فرات۔

یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت ان نہروں اور قرآنِ کریم کے اُٹھنے کا بیان

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے دنیا میں پانچ نہریں نازل فرمائی ہیں، سَیحُون جو نہرِ ہند ہے، اور جَیحُون جو نہرِ بلخ ہے، اور دجلہ و فرات جو عراق کی نہریں ہیں، اور نیل جو مصر کی نہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے سب سے نچلے درجوں کے چشموں میں سے ایک چشمے سے حضرت جبرئیل کے پیروں پر نازل فرمایا، اور پہاڑوں میں ودیعت رکھا اور زمین پر جاری فرمایا، اور ان میں لوگوں کی مختلف ضرورتوں کے لیے بہت سے فوائد رکھ دیئے، اسی جانب درجِ ذیل فرمانِ مبارک میں اشارہ کیا گیا ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ﴾ (پ:۱۸/آیت:۱۸) ہم نے آسمان سے اندازے کے ساتھ پانی برسایا، پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا۔ پھر جب یاجوج ماجوج کے خروج کا وقت آئے گا تو اللہ جل شانہٗ حضرت جبرئیل کو بھیجیں گے تاکہ وہ روئے زمین سے قرآنِ کریم، علم اور پانچوں نہریں اٹھا کر آسمان پر لے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائیں، یہی مراد ہے درجِ ذیل فرمانِ الٰہی کی:﴿وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾اور ہم اس کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہیں۔ جب ان چیزوں کو روئے زمین سے اُٹھالیا جائے گا تو روئے زمین والے دین ودنیا کی بھلائیوں سے محروم ہو جائیں گے۔

مسعودی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) کے دور میں نہرِ فرات کو بڑھایا گیا، تو لوگوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: اس کے پھیلانے کو ناپسند مت کرو، اس لیے کہ عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا جب لوگ اس میں پانی کا ایک بھرا ہوا پیالہ تلاش کریں گے، لیکن انہیں وہ بھی نہیں ملے گا۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب ہر پانی اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا، اور کچھ باقی ماندہ پانی اور چشمے شام میں رہ جائیں گے۔

امام بخاری وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی، رمضان کے روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو گا کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائیں، خواہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا ہو، یا اس جگہ پر بیٹھا رہا ہو جہاں پیدا ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنائیں؟ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار رکھے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے، تم جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو، اس لیے کہ وہ جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اس کے اوپر رحمٰن جلّ جلالہٗ کا عرش ہے، اور وہیں سے جنت کی نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جنت کا اعلیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

درجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جنت الفردوس عرض میں جنت کے درمیان میں واقع ہے، اور جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہونے سے اس کی بلندی اور ارتفاع مراد ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیامیں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اسے نہیں پہن سکے گا۔ اور جس نے دنیامیں شراب پی، وہ اسے آخرت میں نہیں پیئے گا۔ اور جس نے دنیا میں سونے کے برتن میں کھایا، وہ آخرت میں اس میں نہیں کھائے گا۔ پھر رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: یہ اہلِ جنت کالباس، اہلِ جنت کا مشروب، اور اہلِ جنت کے برتن ہوں گے۔

علماء نے لکھاہے کہ جنت میں ریشم پہننا، شراب پینا، سونے چاندی کے برتن میں کھانااور مزے اُڑانااس وقت منع ہو گا کہ جب وہ مرنے سے پہلے ان گناہوں سے توبہ نہ کرے، اس لیے کہ نبیؐ کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے جس نے دنیامیں شراب پی اور اس سے توبہ نہ کی، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر اسے حرام کر دیں گے۔ یہی بات ریشم پہننے اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے کے بارے میں ہے۔ جبکہ صحیح روایت میں آتاہے کہ جس نے دنیامیں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گاخواہ جنت میں داخل کیوں نہ ہو، اور جنتی اسے پہنیں گے لیکن یہ اسے نہیں پہنے گا۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا: اگر یہ راوی کا قول نہ ہو، تو یہ نہایت صریح نص ہے، بلکہ اگر یہ راوی کا قول ہو تب بھی۔ اس لیے کہ راوی نبیؐ کریم (ﷺ) کی مراد دوسروں سے زیادہ سمجھتاہے، اور ایسی کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کے درختوں پھلوں اور ان پھلوں کا بیان جو دنیا میں جنت کے پھلوں کے مشابہ پائے جاتے ہیں

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی کے دل پر ان کا گزر ہوا، اور چاہو تو استشہاد کے لیے یہ آیتِ کریمہ پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ کسی کو علم نہیں ہے جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے خزانۂ غیب میں مخفی ہے، یہ بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔

فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو سال تک سوار چلتا رہے گا پھر بھی اسے طے نہ کر سکے گا، چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ﴾ اور لمبا سایہ ہو گا۔ اور جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہے، چاہو تو یہ آیتِ کریمہ پڑھ لو: ﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝١٨٥﴾ جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہوا، اور دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں سوائے ایک دھوکہ کے سودے کے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایے میں سوار ستر سال چلے گا(یا فرمایا کہ)سو سال چلے گا، یہ ''شَجَرَۃُ الْخُلْد'' ہے۔

اور حضرت کعب احبار(رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات، اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآنِ کریم نازل فرمایا، جنت میں ایک درخت ہے، اگر کوئی شہسوار طاقتور اونٹ پر سوار ہو کر اس کے تنے کے نیچے چلے تو اس کے کنارہ تک نہیں پہنچ سکے گا یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دستِ مبارک سے اسے بویا، اپنی طرف سے اس میں روح پھونکی، اس کی شاخیں جنت کی چار دیواری کے باہر ہو گی، اور جنت کی ہر نہر اس درخت کے نیچے سے نکلتی ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے، رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا، تو میں نے دیکھا کہ اس کے پھل ہِجُر کے مٹکوں کے برابر ہیں (ہِجُر: یمن میں ایک شہر ہے جہاں بڑے بڑے مٹکے بنتے تھے) اور پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے، اس کے تنے کے پاس سے دو ظاہری نہریں نکل رہی تھیں اور دو باطنی۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو فرمایا: باطنی نہریں جنت میں ہیں، اور ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ: سدرۃ المنتہیٰ جنت کا اعلیٰ ترین حصہ ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ: سدرۃ المنتہیٰ کا پھل ایسا ہے کہ اس کے ہر پھل کے دانہ سے بہتّر (۷۲) قسم کے کھانے نکلیں گے، اور ہر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ایک دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں پھل ہوں گے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: ہاں! ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دنیا کے درختوں میں سے کون سا درخت اس کے مشابہ ہے؟ فرمایا: وہ تمہاری سرزمین کے درختوں کے کسی کے بھی مشابہ نہیں، لیکن کیا تم شام گئے ہو؟ اس لیے کہ وہاں ایک درخت ہے جسے اخروٹ کا درخت کہا جاتا ہے، جو ایک تنے پر نکلتا ہے، اور اس کا اوپر کا حصہ پھیل جاتا ہے، یہ درخت اس کے مشابہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی جڑ کتنی موٹی ہو گی؟ فرمایا: اگر تم اپنے اونٹوں میں سے جوان اونٹ چلاؤ تو وہ اس کی جڑ کا احاطہ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ بوڑھاپے کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ جائے۔ پوچھا: وہاں انگور ہوں گے؟ فرمایا: جی ہاں۔ پوچھا: اس کا خوشہ کتنا بڑا ہو گا؟ فرمایا: کالے سیاہ داغ والے اس کوے کی ایک ماہ کی مسافت کی مقدار جو اُڑنے سے تھکے نہیں۔ پوچھا: اس کا انگور کتنا بڑا ہو گا؟ فرمایا: بڑے ڈول کے برابر۔ پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس کا تو ایک دانہ میرے اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر دے گا۔ فرمایا: جی ہاں! اور تمہارے دوسرے عزیز واقارب کا بھی۔

حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: جنت کے نخلستان جڑ سے شاخ تک تہہ بہ تہہ ہوں گے، اور اس کے پھل مٹکوں کے برابر ہوں گے، جب کوئی پھل توڑا جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا پھل خود بخود لگ جائے گا، اس کا پانی بغیر نالی کے بہے گا، اور اس کے انگور کا ہر خوشہ بارہ ہاتھ ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابو امامہ باہلی (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: طوبیٰ: جنت کے ایک درخت کا نام ہے، جنت کے ہر گھر میں اس کی ایک ٹہنی ہوگی، وہاں ہر خوبصورت پرندہ ہوگا، ہر عمدہ قسم کی کھجور اس میں ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو جنت کے پھلوں کے مشابہ ہو، سوائے کیلے کے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أُكُلُهَا دَآئِمٌ﴾ اس کا پھل دائمی ہوگا، اور کیلا گرمی سردی میں ہمیشہ ملتا ہے۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو تھال انجیر ہدیہ کئے گئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے کھایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اسے کھالو، میں اگر کہوں کہ کوئی پھل جنت سے اُترا ہے تو اس انجیر کے بارے میں کہوں گا، اس لیے کہ جنت کے پھل میں گٹھلی نہیں ہوگی۔ اس کو کھایا کرو، اس لیے کہ وہ بواسیر کو ختم کرتا ہے، اور نِقرس میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ (نِقرس: وہ درد جو پاؤں کے انگوٹھے میں ہوتا ہے (فیروز: ۱۳۶۹))

حضرت عاصم بن صبرہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تربوز سے لطف اندوز ہوا کرو، اور اس کو اچھا سمجھو، اس لیے کہ اس کا پانی جنت سے ہے، اور اس کی شیرینی جنت کی شیرینی میں سے ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس میں ایک لقمہ کھائے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ میں ستر دوائیں داخل کرتے ہیں، اور اس سے ستر بیماریاں نکال دیتے ہیں، اور ہر لقمہ پر اس کے لیے دس نیکیاں لکھتے ہیں، اور دس برائیاں مٹاتے ہیں، اور دس درجات بلند کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے درجِ ذیل آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّن

يَّقْطِيْنٍ﴿۱۴۶﴾ (الصافات)﴾اور ہم نے اس پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا۔ پھر فرمایا کہ: کدّو اور تربوز جنت سے آئے ہیں۔

جنت کے درخت اور نہریں، جنت والوں کے کپڑے، گھوڑے اور اونٹنیاں بنائیں گے

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے کہ میرے بندے کے لیے وہ بنادو جو وہ چاہے، چناں چہ وہ اس کے لیے گھوڑا، زین، لگام اور سامان کے ساتھ نکالے گا جیسا وہ چاہے گا۔ اور اونٹنی، کجاوے، لگام اور جیسی شکل و صورت وہ چاہے گا اس کے ساتھ۔ اور اونی کپڑے نکالے گا۔

نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ: ایک صاحب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں جنتیوں کے کپڑے کے بارے میں بتایئے۔ کیا انہیں پیدا کیا جائے گا، یا بنایا جائے گا؟ بعض لوگ ہنسنے لگے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کیوں ہنستے ہو؟ ایک جاہل عالم سے دریافت کر رہا ہے۔ وہ کچھ دیر بیٹھے، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت کے کپڑوں کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں بنایا نہیں جائے گا، بلکہ جنت کے پھل انہیں بنائیں گے۔ یہ بات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین مرتبہ فرمائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: جنت کے نخلستان کے تنے سبز زمرد کے، اس کی ٹہنیاں سرخ سونے کی، اور اس کی شاخیں جنتیوں کی چادریں ہوں گی۔ اس سے ان کے کپڑے اور پوشاکیں بنیں گی۔ اور اس کے پھل مٹکوں اور ڈولوں کے برابر، دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیرین، اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے، ان میں گٹھلی نہیں ہو گی۔

حدیث میں آتا ہے، ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں کھجور کے درخت ہوں گے؟ مجھے کھجور کے درخت بہت پسند ہیں۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اس کے تنے سونے کے، اور ٹہنی کاٹنے کے بعد جو حصہ تنے میں رہ جاتا ہے وہ سونے کا ہو گا۔ ٹہنیاں سونے کی ہوں گی، اور شاخیں ایسی بہترین پوشاک ہوں گی جو کسی شخص نے دیکھی نہیں ہو گی۔ اور اس کے گچھے کی جڑ سونے کی ہو گی، اور اس کے گچھے سونے کے ہوں گے۔ اور نیچے کی پینیدی سونے کی، پھل مٹکوں کے برابر، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیرین ہوں گے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں ایک لکڑی تھامی، اور فرمایا: اے جریر! اگر تم جنت میں اتنی سی لکڑی بھی مانگو تو تمہیں ملے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: پھر کھجوروں کے درخت اور دوسرے درخت کہاں ہوں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اس کی جڑیں موتی اور سونے کی اور اوپر کا حصہ پھلوں سے لدا ہوا ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوئی درخت نہیں ہو گا مگر یہ کہ اس کا تنا سونے کا ہو گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک روز یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک جنتی نے پروردگار سے کھیتی کی اجازت مانگی۔ آپ کے پاس دیہات کا ایک آدمی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ پروردگار نے اس جنتی سے فرمایا: کیا تمہیں یہاں سب کچھ نہیں ملا جو تم کھیتی چاہتے ہو؟ (یعنی ہر قسم کی نعمتیں تو ملی ہوئی ہیں؟) اس نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں کھیتی پسند کرتا ہوں۔ فرمایا: اس نے بیج ڈالے، پلک جھپکتے میں وہ اُگے، اور تنے دار ہو گئے، اور ان کے کاٹنے کا وقت ہو گیا اور وہ پہاڑ کے برابر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! لے لے؛ تیرا پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرے گا۔ اس دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کھیتی کا مطالبہ کرنے والا کوئی قریشی یا انصاری ہو گا، اس لیے کہ یہ لوگ کھیتی والے ہیں، ہم تو کھیتی والے نہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) مسکرا دیئے۔

جنت کے دروازے، ان کی تعداد، اور یہ کہ وہ کس کے ہوں گے، ان کے نام کیا ہیں؟ اور وہ کتنے کشادہ ہوں گے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوۡهَا وَفُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا﴾ یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچ جائیں تو اس کے دروازہ کھلے ہوں گے۔ اہلِ علم کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ: یہ ’’واو‘‘ ثمانیہ (یعنی آٹھ) کا ہے، جنت کے آٹھ دروازہ ہیں، اور انہوں نے نبی کریم (ﷺ) کے اس فرمانِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مبارک سے استدلال کیا کہ: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح سے وضو کرے، پھر ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' پڑھے، مگر یہ کہ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، وہ جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اور بخاری و مسلم کی روایت میں بعض اعمال کے کرنے والوں کے لیے ان دروازوں کی تعیین بھی کی گئی ہے، چناں چہ فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دو دو چیزیں خرچ کرے گا؛ اُسے جنت میں آواز دی جائے گی کہ اے اللہ کے بندے! یہ بہت اچھا ہے۔ جو نماز والا ہو گا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد والا ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے۔ جو صدقہ والا ہو گا اس کو صدقہ کے دروازے سے۔ جو زیادہ روزے رکھنے والا ہو گا اسے ''باب الرّیّان'' (سیر ابی کے دروازے) سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کسی کو اس کی حاجت تو نہیں ہو گی کہ اسے سب دروازوں سے بلایا جائے (یعنی جب ایک دروازے سے داخلہ مل گیا تو وہ کافی ہے) لیکن کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے؟ فرمایا: جی ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔

امام مسلم نے ایک روایت میں ان دروازوں پر اضافہ فرمایا ہے توبہ کا دروازہ، غصہ کو پینے والوں کا دروازہ، رضا بالقضا والوں کا دروازہ، وہ دایاں دروازہ جس سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن پر کوئی حساب و کتاب نہ ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورابوعبداللہ حکیم ترمذی(رحمۃ اللہ علیہ)نے یہ دروازہ بھی زائد نقل کیا ہے؛باب محمد(ﷺ) جو باب الرحمۃ ہے۔اور بعض نے کہاہے کہ: یہ باب التوبہ ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بنانے کے ساتھ کھلارکھاہے،اور اسے اس وقت تک بند نہیں کیاجائے گاجب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔جب مغرب سے نکلے گا تو اس دروازہ کوبند کردیاجائے گا،پھر قیامت تک نہیں کھلے گا۔ اور دوسرے دروازے نیکیوں پر تقسیم ہیں،جیسے:نماز،روزہ،زکوٰۃ،صدقہ،حج،جہاد،صلہ رحمی،عمرہ؛اس طرح ان دروازوں کی تعداد گیارہ بن جاتی ہے۔

حافظ ابوبکر آجری رسول اللہ (ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الضحیٰ(چاشت کادروازہ) کہاجاتاہے،قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکارے گا:وہ لوگ کہاں ہیں جوچاشت کی نماز پر مداومت کرتے تھے؟یہ تمہارادروازہ ہے،اس لیے اس سے داخل ہو جاؤ۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جنت کا ایک دروازہ کسی کے ساتھ خاص نہیں،بلکہ وہ تمام امتِ محمدیہ(ﷺ) کے ان افراد کے لیے ہے جن پر کوئی ایسا عمل غالب ہو جس سے وہ پہنچانے جاتے ہوں،وہاں لوگ ہجوم کریں گے،یہاں تک کہ قریب ہو گا کہ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ان کے کاندھے نکل جائیں۔

جنت کے دروازوں کی وسعت اور کشادگی کے بارے میں حضرت عتبہ بن غزوان(رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے،وہ اپنے وعظ میں فرماتے تھے کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ جنت کے دروازے کی دوچوکھٹوں کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

درمیان چالیس سال کی مسافت ہوگی، اور اس پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے وہ بھرا ہوا ہوگا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ: جنت کی چوکھٹوں میں سے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنی مسافت ہوگی جتنی مکہ اور ہجر، یا جتنی مکہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے، یا اس سے بھی زیادہ۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد اس طرح جنت میں داخل ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوں گے، ان کا پہلا اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک کہ آخری داخل نہ ہو (یعنی ستر ہزار افراد کی اس طرح لائن ہوگی کہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں گے اور ایک ساتھ دروازہ میں سے داخل ہوں گے۔ اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جنت کا دروازہ کتنا چوڑا ہوگا) ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

امام قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: ممکن ہے کہ جنت کے دروازے وسعت اور کشادگی میں مختلف ہوں گے، بعض چالیس سال کے برابر کشادہ ہوں گے، اور بعض کی وسعت مکہ اور ہجر کے درمیان جتنی ہوگی، اس لیے اس میں کوئی تناقض نہیں۔

فرمایا: حدیث میں جو آتا ہے کہ جس نے اللہ کے راستہ میں دو دو خرچ کئے اس سے مراد ہے ہر چیز کے دو دو ہیں۔ مثلاً: دو درہم، دو جوتے، دو موزے، دو کپڑے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سے مراد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دو دن کی نمازیں، دو روزے۔ لیکن پہلی توضیح زیادہ ظاہر ہے، اس لیے حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آپ کے اس فرمان میں مروی ہے کہ: جس نے اللہ کے راستہ میں دو دو خرچ کیے، تو جنت کے داروغے اس کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: دو اونٹ، دو درہم، دو کپڑے، دو جوتے۔ (اس لیے جب کہیں خرچ کرنا ہو تو کم سے کم دو چیزیں ضرور نکالو)۔

صحیحین کی روایت میں ہے کہ باب الریان سے روزہ دار داخل ہوں گے، جب ان کا آخری آدمی داخل ہو جائے گا تو اسے بند کر دیا جائے گا، اور اس سے اور کوئی داخل نہیں ہو گا۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا: اس طرح کی بات جنت کے ان دوسرے دروازوں کے بارے میں بھی کہی جائے گی جو مخصوص عمل والوں کے ساتھ خاص ہیں۔

ابوداود کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی کو جنت کے دروازہ پر لے جایا گیا، اس نے سر اٹھایا تو جنت کے دروازہ پر لکھا تھا: صدقے کا دس گنا ثواب ملتا ہے، اور قرضہ کا اٹھارہ گنا۔ اس لیے کہ قرض لینے والا اس وقت آپ سے قرض لینے آتا ہے جب اسے حاجت ہوتی ہے، اور بعض اوقات صدقہ لاعلمی میں غنی اور مالدار کو بھی دیدیا جاتا ہے۔

جنت کے درجات کا بیان اور یہ کہ مؤمن کو کون سا درجہ ملے گا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان۔ اور جنت الفردوس اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں بہتی ہیں، اس کے اوپر عرش ہے، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ: جنت کے پہلے درجہ کے مکان کے کمرے، دروازے، تخت، تالے؛ سب چاندی کے ہوں گے۔ اور دوسرے درجہ کے گھر، کمرے، دروازے، تخت، دروازے کے تالے؛ سونے کے ہوں گے۔ اور تیسرے درجہ کے گھر، کمرے، دروازے، تخت، دروازے کے تالے؛ یاقوت موتی اور زبرجد کے ہوں گے۔ اور ستانوے (۹۷) درجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں ،اگر تمام عالم والے ان میں سے ایک میں جمع ہو جائیں تو وہ ان کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول (ﷺ) نے فرمایا: قرآن کا حافظ جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تو پڑھ اور چڑھ۔ وہ قرآن شریف پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجات چڑھتا جائے گا، ہر آیت پر ایک درجہ بڑھے گا، یہاں تک کہ آخری آیت تک پہنچ جائے گا۔

ابو داود کی روایت ہے کہ قرآنِ کریم کے قاری سے کہا جائے گا: تو پڑھ اور چڑھ، اور اس طرح ترتیل سے پڑھنا جس طرح تم دنیا میں ترتیل سے پڑھتے تھے، اس لیے کہ تمہارا ٹھکانہ اس آخری آیت پر ہو گا جسے تم پڑھو گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک روایت میں ہے: جنت کے درجات قرآنِ کریم کی آیات کے مطابق ہیں، ہر آیت کا ایک درجہ ہے (قرآنِ کریم کی آیات کی تعداد چھ ہزار دو سو سولہ (۶۲۱۶) ہے) ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت کا فاصلہ ہو گا۔ اس کو اعلیٰ علیین میں لے جایا جائے گا، اس کے ستر ہزار گوشے ہوں گے، اور وہ ایک یاقوت ہو گا جو تین دن رات کی مسافت سے روشن ہو گا۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرمایا کرتی تھیں: قرآنِ کریم کی آیات کی تعداد جنت کے درجات کی تعداد کے برابر ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ قراء اور حاملینِ قرآن سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے احکام اور حلال و حرام کو جانتے، اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرتے ہوں، صرف الفاظ کے قاری اور زبانی قرآن یاد کرنے والے مراد نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بعض اوقات قرآنِ کریم کو وہ شخص پڑھتا ہے جس میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ اور ابواب النار (دوزخ کے دروازوں) میں اس آدمی کی سزا گزر چکی ہے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، اس لیے ہم یہاں اسے دوبارہ ذکر نہیں کرتے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآنِ کریم سیکھا اور اور اس کو سکھایا اور اس پر عمل نہیں کیا، بلکہ اس میں تحریف کی، قرآن اس کے لیے جہنم کا سفارشی اور رہنما

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بنے گا۔ اور جس نے قرآنِ کریم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا تو اس کے لیے جنت تک پہنچانے والا، اور جنت کا سفارشی بنے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایسے مؤمن کی مثال جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے، ترنجبین کی طرح ہے جس کا مزا اچھا اور خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔ اور اس مؤمن کی مثال جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کھجور کی طرح ہے جس کا مزہ اچھا ہے لیکن اس میں کوئی خوشبو نہیں۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا ایلوے کی طرح ہے جس کا مزہ کڑوا ہے اور اس میں کوئی خوشبو نہیں۔ اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ قرآن پڑھنے والا جب اس پر عمل بھی کرتا ہے، تو جنت کے تمام درجات پار کرے گا۔

بالاخانوں اور اس کے مستحقین کا بیان

مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت والے اوپر کے بالاخانوں کے آپسی درجات کے تفاوت کی وجہ سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو اُفق میں ہو، مشرق یا مغرب میں غروب ہو رہا ہو۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء کے درجات ہوں گے جن تک ان کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا؟ فرمایا: نہیں؛ قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ جل شانہٗ پر ایمان لائے اور رسولوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی تصدیق کی، یعنی جس کا انہیں حکم دیا گیا اس پر عمل کیا، اس لیے کہ بغیر عمل کی تصدیق پر ایسا درجہ نہیں مل سکتا۔

امام ترمذی رسول اللہ (ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے فرمانِ الٰہی: یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کی وجہ سے بالا خانہ ملے گا، اور فرمانِ الٰہی: وہ بالا خانوں میں امن سے ہوں گے، اس کے بارے میں فرمایا: ایک ایک بالا خانہ ایک سرخ یاقوت، یا سبز زمرد، یا سفید موتی کا ہوگا۔ اس میں نہ خلا ہوگا، نہ جوڑ۔ اور اہلِ جنت ایک دوسرے کو بالا خانوں میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں ستارے کو دیکھتے ہو (یعنی ایک ہی ستارہ یہاں سے بھی نظر آتا ہے اور وہاں بھی وہی نظر آتا ہے، اس طرح اونچائی پر دیکھیں گے)

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے باہمی محبت کرنے والے سرخ یاقوت کے ستون پر ہوں گے، ستون کے اوپر کے حصے پر ستر ہزار بالا خانے ہوں گے، ان کا حسن اہلِ جنت پر اس طرح روشن ہوگا جیسا دنیا والوں کے لیے سورج روشن ہوتا ہے۔ جنت والے ایک دوسرے سے کہیں گے: چلو! چل کر اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کا نظارہ کریں۔ جب وہ ان کو دیکھیں گے تو ان کا حسن جنت والوں پر اس طرح روشنی ڈالے گا جس طرح سورج دنیا والوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ انھوں نے سبز سُندُس اور ریشم کے کپڑے پہنے ہوں گے، ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: علیین والے اہلِ جنت کو دیکھیں گے، جب علیین والوں میں سے کوئی آدمی جنت میں جھانکے گا تو اس کے چہرے کی روشنی سے جنت چمک اُٹھے گی۔ جنتی کہیں گے: یہ نور کیسا ہے؟ کہا جائے گا: سچے نیک فرمانبردار علیین والوں میں سے ایک شخص نے جھانکا ہے۔

امام ترمذی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہوں گے جن کا باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا باہر سے نظر آئے گا۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ بالاخانے کسے حاصل ہوں گے؟ فرمایا: جس نے نرم بات کی، کھانا کھلایا، مسلسل روزے رکھے، اور رات کو نماز پڑھی جب لوگ سوئے پڑے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ: یہ اس کے لیے ہے جو سلام کو پھیلائے۔

ابو نُعَیم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ فرمایا: میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے، اور مَیں تمہیں بتاؤں کہ کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے، سلام کرے اس نے سلام کو پھیلایا۔ اور جس نے اپنے اہل وعیال کو پیٹ بھر کر کھلایا، اس نے کھانا کھلانا۔ اور جس نے پورے رمضان کے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھے، اس نے گویا مسلسل روزے رکھے۔ اور جس نے عشاء جماعت سے پڑھی، اس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) سوئے ہوئے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کے اوپر چھت اور نیچے ستون نہیں ہوں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس میں رہنے والے وہاں کس طرح داخل ہوں گے؟ فرمایا: پرندوں کی طرح داخل ہوں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے ہوں گے؟ فرمایا: بیماروں، تکالیف اور مصیبتوں اور درد والم والوں کے لیے۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ: قیامت میں کچھ لوگوں کو لایا جائے گا جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان پر غبطہ اور رشک کریں گے، وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ جل شانہٗ کو لوگوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کو اللہ جل شانہٗ کا۔ اور اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کو زمین پر نصیحت کرتے پھرتے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اللہ جل شانہٗ کو لوگوں کا محبوب بناتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے، لیکن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب کس طرح بناتے ہیں؟ فرمایا: انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ جب لوگ ان کی بات مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کے محلّات، مکانات اور کمروں کا بیان اور یہ کہ وہ مؤمنوں کو کس طرح حاصل ہوں گے

حافظ ابو بکر آجُرّیؒ حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہما) سے اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ﴾اور وعدہ کرر کھاہے پاکیزہ مکانوں کا ہمیشہ کے باغوں میں؛ اس سلسلہ میں نقل کرتے ہیں کہ آپ باخبر سے ملے ہیں، ہم نے رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا: جنت میں ایک موتی کا محل ہو گا، اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر (۷۰) گھر ہوں گے، ہر گھر میں سبز زبرجد کے ستر (۷۰) کمرے ہوں گے، ہر کمرے میں ستر (۷۰) تخت ہوں گے، ہر تخت پر مختلف قسم کے ستر (۷۰) بچھونے ہوں گے، ہر بچھونے پر ستر (۷۰) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ہر کمرے میں ستر (۷۰) دستر خوان ہوں گے، ہر دستر خوان پر ستر (۷۰) قسم کے کھانے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر (۷۰) غلام اور باندیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مؤمن کو ایک صبح میں اتنی قوت دے گا کہ وہ ان سب کو استعمال کر سکے۔

حدیث میں آتا ہے کہ: جنتیوں کے محلات میں سے ایک محل میں ستر (۷۰) بالاخانے ہوں گے، ہر بالاخانے میں موٹی موٹی آنکھوں والی ستر (۷۰) حوروں میں بیویاں ہوں گی۔ ہر بالاخانے میں ستر (۷۰) دروازے ہوں گے، ہر دروازے سے جنت کی خوشبوؤں میں سے ایسی خوشبو آئے گی جو دوسرے دروازے سے نہیں آتی ہو گی۔ پھر فرمایا: یہی مراد ہے فرمانِ الٰہی:﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾کسی کو علم نہیں ہے جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے خزانۂ غیب میں پوشیدہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: جس نے دس مرتبہ "قل ھو اللہ أحد" پڑھی اس کے لیے جنت میں ایک محل بنے گا۔ اور جو بیس مرتبہ پڑھے گا، اس کے لیے دو محل بنیں گے۔ اور جو تیس مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے تین محل بنیں گے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر تو ہم اپنے لیے خوب محل بنائیں گے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ کا فضل اس سے بہت زیادہ ہے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ: اللہ جل شانہٗ جب کسی بندے کے بیٹے کو اُٹھالیتے ہیں تو فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ: آپ کی تعریف کی اور إنا للہ پڑھی۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اس کے لیے جنت میں بیت الحمد نامی گھر بنادو۔ (اللہ جل شانہٗ ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ان درجات کا اہل بنائے)۔

جنت کے خیموں اور بازاروں کا بیان

امام مسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کا عرض (چوڑائی) ساٹھ میل ہوگا، اس کے ہر ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گوشہ میں مؤمن کے گھر والے ہوں گے جو دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے، مؤمن ان کے ساتھ صحبت کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان میں اس کا طول ساٹھ میل ہو گا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ: جنت میں ایک بازار ہو گا جہاں پر جنتی جمعہ کے دن آئیں گے۔ شمال کی جانب سے ایک ہوا چلے گی۔ ان کے چہروں اور کپڑوں پر چھڑکاؤ کرے گی، جس سے وہ حسن و جمال میں اور بڑھ جائیں گے۔ جب وہ حسن و جمال میں اضافہ کے ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس آئیں گے تو ان کے گھر والے کہیں گے: بخدا! ہم سے جدا ہونے کے بعد آپ اور زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہیں ۔وہ بھی کہیں گے: بخدا! تم بھی تو ہم سے جدا ہونے کے بعد اور زیادہ حسین و جمیل ہو گئیں۔

امام ترمذی حضرت سعید بن مسیب (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک روز حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ملے تو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں اکٹھا کرے۔ حضرت سعیدؒ نے پوچھا: کیا جنت میں بازار ہو گا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اور حدیث ذکر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ: جنت میں ایک بازار ہے، فرشتے اسے گھیرے رہتے ہیں، لوگوں نے اس جیسا بازار نہ دیکھا ہو گا، اور نہ کانوں نے اس جیسے بازار کے بارے میں سنا ہو گا، نہ دلوں پر اس کا خیال گزرا ہو گا۔ وہاں سے ہمارے لیے وہ کچھ لایا جائے گا جو کچھ ہم چاہیں گے، وہاں خرید و فروخت نہ ہو گی۔ جنتی اس بازار میں ایک دوسرے سے ملیں گے، بڑے درجے والا اپنے سے کم درجے والے سے ملے گا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی معمولی نہیں ہو گا، اور وہ اس کے لباس کو دیکھ کر حیرت زدہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو جائے گا، لیکن ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی ہو گی کہ اسے محسوس ہو گا کہ وہ اس سے زیادہ اچھا لباس پہنے ہوئے ہے، اور یہ اس لیے کہ کسی جنتی کے لیے وہاں حزن و ملال کا نام و نشان نہ ہو گا۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک بازار ہو گا جس میں خرید و فروخت نہ ہو گی، صرف مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی، جب کوئی شخص کوئی صورت پسند کرے گا وہ صورت اسے مل جائے گی۔

حدیث میں آتا ہے کہ: جنت میں ایسی بازاریں ہوں گی جن میں خرید و فروخت نہ ہو گی، لیکن جنتی جب وہاں پہنچ جائیں گے تو موتی اور مشک کی مٹی پر ٹیک لگا کر بیٹھے جائیں گے، ان بازار میں اس طرح متعارف ہوں گے جس طرح دنیا میں ہوتے تھے، اور وہ یاد کریں گے کہ دنیا کیسی تھی، اور وہ اپنے پروردگار کی کس طرح عبادت کرتے تھے، رات کو جاگ کر کس طرح عبادت کرتے تھے، دن کو روزہ رکھتے تھے، دنیا کا فقر و مالداری کیسی تھی، موت کیسی تھی، اور اتنی طویل بوسیدگی کے بعد ہم کس طرح اہلِ جنت میں سے بن گئے۔

جنت میں کوئی شخص بغیر پاسپورٹ کے داخل نہ ہو سکے گا

ابو بکر خطیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوئی شخص بغیر پاسپورٹ کے داخل نہ ہو گا۔ اور پاسپورٹ یہ ہو گا: بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے لیے کتاب (تحریر) ہے، اسے بلند و بالا ایسی جنت میں داخل کر دو جس کا پھل قریب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو لٹکا ہوا ہو۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا: یہ شاید ان کے علاوہ کے لیے ہو گا جو جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے۔

اہلِ جنت کے مراتب، عمریں، لمبائی، شباب، بالاخانوں، کپڑوں، کنگھیوں، دھونی، بیویوں اور عورتوں وغیرہ کا بیان

امام مسلم حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میری امت کی پہلی وہ جماعت جو جنت میں داخل ہو گی وہ چودھویں رات کے چاند کے مانند ہو گی، پھر جو لوگ ان کے بعد ہوں گے وہ آسمان کے چمکدار ستاروں کی طرح ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر اس کے بعد والے درجات والے ہوں گے، وہ وہاں نہ پیشاب کریں ،نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے، نہ ناک کی ریزش ہو گی، ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک کی خوشبو والا ہو گا، ان کی دھونی اَگر کی ہو گی، اور ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ: ان میں سے ہر ایک کو دو بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلی کا گودا حُسن کی وجہ سے گوشت کے باہر سے نظر آئے گا، ان میں نہ اختلاف ہو گا، نہ بغض و حسد۔ ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح متحد ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ان کے اخلاق ایک آدمی کے اخلاق کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طرح ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ان کی لمبائی ان کے جدِ امجد حضرت آدم (علیہ السلام) کی لمبائی کے مطابق ہو گی۔ ایک روایت میں ہے کہ: آسمان میں اپنے جد امجد کی صورت پر ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: جنت میں عورتیں مردوں سے زیادہ ہوں گی، اس لیے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو دو ایسی بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلی کی ہڈی کا گودا گوشت کے باہر سے نظر آئے گا، اور جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہ ہو گا۔

امام ترمذی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت کی عورتوں میں سے ہر عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر (۷۰) پوشاکوں میں سے نظر آئے گی، یہاں تک کہ اس کی ہڈی کا گودا بھی نظر آئے گا، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہے۔ یاقوت ایسا پتھر ہے کہ اگر تم اس میں سے تاگا داخل کر کے صاف کر دو تو وہ نظر آنے لگے۔

بخاری شریف میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر کوئی جنتی عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو آسمان و زمین کے درمیان کا حصہ روشن ہو جائے گا، اور وہ اسے خوشبو سے بھر دے گا، اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہے۔

ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنتی بے بال بے ریش، سرمگیں آنکھوں والے، تیس یا تینتیس سال کے ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک روایت میں ہے کہ: جنتی بے بال اور بے ریش ہوں گے، سوائے حضرت موسیٰ بن عمران کے؛ کہ ان کی ڈاڑھی ناف تک ہو گی۔

اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی جنتی جھانک دے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو اس کی وجہ سے سورج کی روشنی ایسی ماند پڑ جائے جس طرح ستاروں کی روشنی کو سورج ختم کر دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنتیوں میں سے جب کوئی چھوٹا بڑا مرتا ہے تو جنت میں ان سب کو تینتیس سال کا بنا دیا جائے گا، اور وہ اس سے زیادہ عمر کے نہ ہوں گے۔ یہی حال دوزخیوں کا بھی ہو گا۔ (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ دوزخیوں کے تینتیس سال کا ہونے میں اہلِ کشف نے طویل کلام کیا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ جنت میں کنگھی کی کیا ضرورت ہو گی؟ اس لیے کہ بال غبار آلود نہ ہوں گے، اور نہ ان میں میل کچیل جمے گا۔ اور دھونی کی کیا ضرورت ہو گی؟ اس لیے کہ ان کے پسینہ کی خوشبو مشک سے زیادہ بہتر ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنتیوں کی نعمتیں اور وہاں کا لباس کسی پریشانی اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے نہیں ہو گا، اسی طرح ان کا کھانا پینا بھی بھوک پیاس کو مٹانے کے لیے نہیں ہو گا، اسی طرح خوشبو لگانا بھی بدبو کی وجہ سے نہ ہو گا، بلکہ یہ مختلف قسم کی پے در پے نعمتیں ہوں گی۔ کیا آپ دیکھتے نہیں اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم (علیہ السلام) سے فرمایا تھا: ﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾﴾ اس جنت میں تو یہ ہے کہ تم نہ تو کبھی بھوکے ہو گے اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہ ننگے۔ اور اس میں نہ تم پیاسے ہوگے، اور نہ دھوپ میں تپوگے۔ اس میں بظاہر حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کو اس نوع کی نعمتیں عطا فرمائیں جن سے وہ دنیا میں مستفید ہوتے تھے، اور اس پر اتنا اضافہ فرمایا کہ جس کا صحیح اندازہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ یہی حکمت دوزخیوں کے لیے بھی ہے۔ فرمایا: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ۝۷۱ فِی الْحَمِیْمِ ۬﴾ جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، اور ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جایا جائے گا۔ اور فرمایا: ﴿اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِیْمًا۝۱۲﴾ ہمارے یہاں تو بیڑیاں ہی ہیں اور دوزخ ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع کا عذاب دیا جس طرح کا عذاب وہ دنیا میں دیا کرتے تھے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے پاؤں میں بیڑیاں اس خوف سے ڈالی ہیں کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائیں؟ نہیں! بخدا یہ بات نہیں؛ بلکہ جب وہ بلند ہونا چاہیں گے تو آگ انہیں اوپر اُٹھائے گی، پھر نیچے لے آئے گی، ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی، اور جب وہ قبروں سے نکلیں گے تو ان کی زبان سریانی ہوگی۔

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے روز لوگ جنت میں داخل ہونے سے پہلے سریانی زبان بولیں گے، جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو عربی بولیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں، ان کی گفتگو اور عورتوں کا جواب اور ان کے حسن وجمال کا بیان

علماء نے لکھا ہے کہ دنیاوی عورتیں ایک ہی عمر کی ہوں گی اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کی مختلف اقسام کی ہوں گی، چھوٹی بھی اور بڑی بھی، اور جیسا جنت والوں کا دل چاہے گا۔

امام ترمذی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت میں موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کی ایک اجتماع گاہ ہوگی، وہ ایسی پیاری آواز سے اشعار پڑھیں گی کہ اس جیسی آواز مخلوق نے نہ سنی ہوگی، وہ کہیں گی: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی ختم نہ ہوں گی۔ ہم نعمتوں میں رہنے والیاں ہیں، کبھی خستہ حال نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ راضی رہنے والیاں ہیں، کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اچھائی ہے اس کے لیے جو ہمارا ہو، اور ہم جس کے ہوئے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرمایا کرتی تھیں: جب موٹی آنکھوں والی حوریں یہ بات کہیں گی تو دنیا کی مؤمن عورتیں انہیں یہ جواب دیں گی کہ: ہم نماز پڑھنے والیاں ہیں، تم نے تو کبھی نماز نہیں پڑھی۔ ہم روزہ رکھنے والیاں ہیں، تم نے تو کبھی روزہ نہیں رکھا۔ ہم وضو کرنے والیاں ہیں، تم نے وضو نہیں کیا۔ ہم صدقہ کرنے والیاں ہیں، تم نے کبھی صدقہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بخدا! وہ دنیا والیاں ان پر غالب آگئیں۔

اور محمد بن کعب قرظیؒ فرمایا کرتے تھے: قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں؛ اگر موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے کوئی حور اوپر سے اپنا کنگن ظاہر کردے، تو اس کا نور چاند سورج کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نور پر غالب آجائے گا، پھر اس حور کا حال کیا ہو گا جو سر تاپا آراستہ اور منور ہو؟ اسی طرح ان کپڑوں اور زیورات سب کا حال ہو گا کہ ان کا نور اور چمک دمک سورج کی روشنی پر غالب ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: جنت میں ایسی حور ہو گی جسے "عَینآَء" کہا جاتا ہو گا، وہ جب چلے گی تو اس کے دائیں بائیں ستر ستر ہزار غلام چلیں گے، اور وہ یہ کہتی ہو گی کہ: کہاں ہیں اچھی باتوں کا حکم دینے والے، اور بری باتوں سے روکنے والے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے کہ: جنت میں ایک حور ہو گی جسے "لُعُبَہ" کہا جائے گا، اگر وہ کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا تمام پانی میٹھا ہو جائے۔ اس کے سینے پر لکھا ہو گا: جس کو یہ پسند ہو کہ اسے مجھ جیسی حور ملے تو اسے میرے پروردگار عزوجل کی عبادت کرنا چاہیے۔

اسراء اور معراج کی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسراء والی رات ایک حور کی تعریف فرمائی، اور فرمایا کہ: میں نے اس کی پیشانی کو چاند کی طرح روشن دیکھا، اس کی لمبائی ایک ہزار تیس گز تھی، اس کے سر میں سو لٹیں بندھی تھیں، ہر لٹ کے درمیان ستر ہزار گیسو تھے جو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن تھے۔ اس کی پازیب موتیوں اور مختلف قسم کے جواہرات سے جڑی ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی پر دو سطریں موتی اور جواہرات سے لکھی ہوئی تھی، پہلی سطر میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور دوسری میں لکھا تھا کہ: جو مجھ جیسی حسینہ کو حاصل کرنا چاہے، اسے میرے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا چاہیے۔ پھر حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور اس جیسی حوریں آپ کی امت کے لیے ہیں، آپ کو مبارک ہو، اور اپنی امت کو بھی یہ خوشخبری دیدیجئے، اور انہیں حکم دیجئے کہ وہ اللہ جل شانہٗ کی خوب اطاعت کی کوشش کریں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ایک حور ایسی ہوگی کہ اس کی پنڈلی کی ہڈی کا گوشت اور ہڈی ستر (۷۰) پوشاکوں کے اندر سے اس طرح نظر آئے گی جس طرح سرخ شربت سفید گلاس میں سے نظر آتا ہے۔

اور حضرت حیّان بن ابی جبلہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ: دنیا کی عورتوں میں سے جو جنت میں داخل ہوں گی وہ ان حوروں سے بڑے درجہ والی ہوں گی، اس لیے کہ دنیا میں انہوں نے اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لیے عبادت اور نیکیاں کی تھیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اہلِ جنت دنیا کی عورتیں موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں سے ستر ہزار گنا زیادہ بہتر ہوں گی۔

موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کا مہر اعمالِ صالحہ ہے

ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ﴾ اور ان لوگوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ ان کے لیے جنت کے باغ ہیں، ان کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے، انہیں جب کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ بول اُٹھیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے

پہلے مل چکا ہے۔ اور انہیں وہ دیا ہی جائے گا جو اس سے ملتا جلتا ہو گا۔ اور ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول میں حضرت ابو مسعود غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) فرمایا کرتے تھے کہ: کوئی شخص ایسا نہیں جو رمضان کا ایک روزہ رکھے مگر یہ کہ اس کی شادی ایک موٹی آنکھوں والی حور سے کھوکھلے موتی کے خیمہ میں کرائی جائے گی۔ اور جس کی توثیق اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے: ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ گورے رنگ والیاں خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ ان میں سے ہر حور پر ستر پوشاکیں ہوں گی، کوئی پوشاک دوسرے سے مشابہ نہ ہو گی۔ ستر قسم کی خوشبوئیں دی جائیں گی، جن میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف ہو گی۔ ان میں ہر عورت کو سرخ یاقوت کی ایسی ستر مسہریاں ملیں گی جو موتیوں سے جڑی ہوئی ہوں گی، ہر مسہری پر ستر بچھونے ہوں گے، ہر بچھونے پر مزین اور آراستہ تخت ہو گا، ان میں سے ہر عورت کو اس کی خدمت وضروریات پوری کرنے کے لیے ستر ہزار خادمائیں اور ستر ہزار خادم ملیں گے، ہر خادم کے پاس سونے کا ایک پیالہ ہو گا جس میں مختلف قسم کے کھانے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا ایسا منفرد ذائقہ اور لذت ہو گی جو دوسرے کی نہیں۔ اس حور کے شوہر کو بھی اتنا ہی کچھ دیا جائے گا، وہ سرخ یاقوت کی مسہری پر ہو گا، اس نے سونے کے دو کنگن پہنے ہوں گے جن میں سرخ یاقوت ہوں گے۔ یہ اعزاز ہر اُس روزے پر ہو گا جو انسان نے رمضان کے مہینے میں رکھا ہو گا اور نیکیوں کے علاوہ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور پہلے ترمذی کی حدیث میں رسول اللہ (ﷺ) کا یہ فرمانِ مبارک گزر چکا ہے کہ: موٹی موٹی آنکھوں والی بہتّر (۷۲) حوروں سے شہید کی شادی کرائی جائے گی

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: مسجدوں میں جھاڑو دینا موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورِ عین کا مہر ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: تم میں سے ایک شخص فلاں بن فلاں کی بیٹی سے شادی کرنے کے لیے اتنی بڑی رقم خرچ کرتا ہے، اور ایک لقمے، ایک کھجور اور ایک ٹکڑے کے بدلے حاصل ہونے والی حورِ عین کو چھوڑ دیتا ہے؟

امام سحنون (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ: مصر میں سعید نامی ایک شخص تھا، ان کی والدہ بڑی نیک وصالحہ تھیں، ان کے بیٹے رات کو ان کی امامت کیا کرتے تھے، جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا اور وہ اونگھنے لگتے تو ان کی والدہ ان سے کہتیں: اے سعید! وہ شخص سوتا نہیں جسے دوزخ کی آگ کا ڈر ہو، اور جو خوبصورت حوروں کو پیغامِ نکاح بھیجنا چاہتا ہو۔ یہ سن کر وہ مرعوب اور دہشت زدہ ہو کر جاگ جاتے۔

حضرت ثابت بنانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک حور کو خواب میں دیکھا، اس سے پوچھا: تم کس کی ہو؟ اس نے کہا: ان کی جو رات میں اس وقت تہجد پڑھتے ہیں جب سب پڑے ہوئے سوتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک صاحب نے ایک نہایت حسین و جمیل حور کو دیکھ کر اس سے کہا: تم کس کی ہو؟ اس نے کہا: جو چار ہزار مرتبہ قرآنِ پاک کو ختم کرے۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس شخص کا اس دن انتقال ہوا جس دن اس نے چار ہزار قرآنِ پاک مکمل کر لیے۔ وہ پرانی مَشک کی طرح لاغر اور دبلے ہو گئے تھے۔

شیخ نصر القاری (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ: ایک دن مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا، میں تہجد نہ پڑھ سکا، میں نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی، میں نے اس سے زیادہ حسین لڑکی کبھی نہ دیکھی تھی، اس کے پاس ایک پرچہ تھا جس میں کچھ لکھا ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا: شیخ صاحب! کیا آپ پڑھ سکتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے مجھے وہ کاغذ دیا جس میں اشعار لکھے ہوئے تھے، جن کا ترجمہ یہ ہے: ”تمہیں لذات اور خواہشات نے جنت الفردوس اور پھلوں سے لدے ہوئے گچھوں سے غافل بنا دیا۔ نیند کی لذت نے ایسی بہترین زندگی سے غافل کر دیا جو حسیناؤں کے ساتھ جنت کے بالاخانوں میں ملے گی۔ اُٹھو! اپنی نیند سے جاگ جاؤ؛ اس لیے کہ تہجد میں قرآنِ کریم کی تلاوت سونے سے بہت بہتر ہے۔

حضرت مالک بن دینار (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ: میرا ایک معمول تھا جسے میں ہر رات پڑھا کرتا تھا۔ نیند کی وجہ سے ایک رات اُسے نہ پڑھ سکا، اور سو گیا۔ خواب میں ایک لڑکی آئی جو نہایت خوبصورت ترین تھی، اس کے ہاتھوں میں ایک پرچہ تھا، اس نے مجھ سے کہا: آپ پڑھ سکتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے وہ پرچہ مجھے دیا، اس میں اشعار لکھے ہوئے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے: ”تجھے سونے نے آرزوؤں کے حاصل کرنے سے روک دیا، اور جنت کی ان رہنے والیوں سے جہاں تم

ہمیشہ ہمیش رہوگے، اس میں موت کبھی نہیں آئے گی، اور حسیناؤں کے ساتھ خیموں میں مزے کرتے رہوگے۔ تم نیند سے جاگو، اس لیے کہ سونے سے تہجد میں قرآنِ کریم پڑھنا بہت بہتر ہے۔

حوریں کس چیز سے پیدا کی گئیں

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا کہ: حورِ عین کس چیز سے پیدا کی گئی ہے؟ فرمایا: تین چیزوں سے؛ ان کا نچلا حصہ مُشک سے بنا ہے، درمیانی حصہ عنبر سے، اور اوپر کا حصہ کافور سے۔ ان کے بال اور ابروئیں (بھویں) نور میں ایک سیاہ لکیر ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ: اے جبرئیل! آپ مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ حورِ عین کو کیسے پیدا فرمائیں گے؟ فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ جل شانہٗ نے انہیں عنبر اور زعفران کی ٹہنیوں سے پیدا کیا ہے، ان پر خیمے لگے ہیں، سب سے پہلے ان کی جو چیز پیدا ہوگی وہ خوشبودار اور سفید مُشک کا سینہ ہوگا، اس پر سارا جسم بنے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ جل شانہٗ نے حورِ عین کو ان کے پاؤں کی انگلیوں سے گھٹنے تک زعفران سے پیدا کیا ہے، اور گھٹنے سے سینے تک خوشبودار مشک سے، اور سینہ سے گردن تک عنبرِ اشہب سے، اور گردن سے سر تک سفید کافور سے۔ ان پر ستر ہزار پوشاکیں گلِ لالہ کی طرح ہوں گی۔ جب وہ سامنے آئے گی تو اس کا چہرہ روشن نور سے ایسا چمکے گا جیسے دنیا والوں کے لیے سورج چمکتا ہے، اور ان کے کپڑوں اور کھال کی باریکی کی وجہ سے اس کا جگر اور کلیجی نظر آئے گی۔ اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے سر میں ستر ہزار گیسو (لٹیں) ہوں گے۔ اس کے پاس ایک خادمہ ہوگی جو اس کا دامن اُٹھا کر چلے گی اور یہ کہتی ہوگی: یہ ثواب ہے اولیاء کا، بدلہ ہے اس کا جو آپ اعمالِ صالحہ کیا کرتے تھے۔ اس لیے اے بھائیو! نیک اعمال کیا کرو اور اعمال سے تنگ دل مت ہو، اس لیے کہ اس عظیم جزا کو سننے کے بعد جو اعمالِ صالحہ سے تنگ ہوا، اس سے چوپائے بھی زیادہ بہتر ہیں۔

دنیا میں جو کنواری سے شادی کرے گا وہ آخرت میں اس کی بیوی بنے گی

امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی اسماء بنت ابی بکر صدیق (رضی اللہ عنہا) کو بہت مارا کرتے تھے، ایک روز ان کی اجازت کے بغیر وہ گھر سے نکلی تو انہوں نے اس کی سوکن کے بال سے ان کے بال باندھ کر انہیں خوب مارا۔ ان کی سوکن کی ناک اسماء سے زیادہ اچھی تھی اس لیے اسماء کو اور زیادہ مار پڑی۔ انہوں نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا: بیٹی! صبر کرو، اس لیے کہ زبیر نیک آدمی ہیں، ہو سکتا ہے کہ جنت میں وہ تمہارے شوہر بنیں۔ اور فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کنواری سے شادی کرے تو جنت میں بھی اس سے شادی کرے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امام ابو بکر بن عربیؒ نے فرمایا: اگر کسی عورت کی کئی مردوں سے شادی ہوئی ہو تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس بارے میں یہ مروی ہے کہ: اُسے ان شوہروں کے بارے میں اختیار دیا جائے گا، جس شوہر کو وہ پسند کرے گی اس کی بن جائے گی۔

ایک روایت میں ہے: حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے اپنی بیوی سے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھے جنت میں جمع کر دے اور تم یہ چاہو کہ تم وہاں بھی میری بیوی بنو تو میرے بعد کسی سے شادی مت کرنا، اس لیے کہ جنت میں عورت آخر والے شوہر کی ہو گی۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے حضرت ام درداء (رضی اللہ عنہا) کو پیغام نکاح بھیجا، انہوں نے شادی سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: میں نے ابو درداء کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: آخرت میں عورت سب سے بعد والے شوہر کی ہو گی، اس لیے تم میرے بعد شادی نہ کرنا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی عورت کے دنیا میں دو شوہر ہوئے ہوں، پھر دونوں مر جائیں اور دونوں جنت میں ہوں تو عورت پہلے شوہر کو ملے گی یا بعد والے کو؟ فرمایا: دونوں میں سے جو اس کے ساتھ دنیا میں اچھے اخلاق سے پیش آنے والا ہو گا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے ام حبیبہ! حسنِ اخلاق دنیا اورآخرت دونوں کی بھلائی لے گیا۔ اس لیے اے برادرانِ اسلام! دنیا میں اپنی بیویوں کے ساتھ اپنے اخلاق اچھے بنایئے، تاکہ وہ آخرت میں بھی آپ کو مل سکے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت میں ہر نعمت دائمی اور ابدی ہو گی نہ وہ پرانی ہو گی اور نہ اس کو فنا اور زوال ہو گا

امام مسلم حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں ایک پکارنے والا آواز دے گا کہ تمہارے لیے ہمیشہ صحت وتندرستی ہے، تم کبھی بیمار نہ ہوگے۔ تمہارے لیے اس میں ہمیشہ حیات ہے، کبھی مروگے نہیں۔ تم ہمیشہ جوان رہوگے، کبھی بوڑھے نہ ہوگے۔ ہمیشہ نعمت میں رہوگے، کبھی خستہ حال نہ ہوگے۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۴۳ (الاعراف)﴾ اور انہیں نداء دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے اب تم وارث ہوگئے بعوض اس کے جو تم کرتے رہے۔ اور نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ فرمانِ مبارک پہلے گذر چکا ہے کہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ نعمتوں میں رہے گا کبھی خستہ حال نہیں ہو گا، نہ کپڑے پرانے ہوں گے، نہ جوانی ختم ہو گی۔ اور حورِ عین کا یہ قول بھی کہ: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی ختم نہ ہوں گی۔

جنتی عورت دنیا والے اپنے شوہر کو دنیا ہی میں دیکھتی ہے

حضرت عبداللہ بن زیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ: اہلِ جنت کی عورت سے کہا جائے گا کہ کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ ہم تمہیں دنیا والا تمہارا شوہر دکھادیں؟ وہ کہے گی: جی ہاں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چناں چہ حجابات ہٹادیئے جائیں گے، اور اس عورت اور دنیاوی مرد کے درمیان دروازے کھول دیئے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ اسے دیکھ اور پہچان لے گی، اس سے آنکھوں آنکھوں میں معاہدہ کرے گی، یہاں تک کہ وہ اس کے آنے کو بہت بعید سمجھے گی، اوراس کی ملاقات کی ایسی مشتاق ہو گی جیسی دنیاوی عورت اپنے سفر پر گئے ہوئے غائب شوہر سے ملاقات کی مشتاق ہوتی ہے۔

بعض مرتبہ یوں ہوتا ہے کہ اس مرد اوراس کی دنیاوی بیوی کے درمیان کوئی لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے جو دنیا میں زن وشوہر میں ہوتا ہی رہتا ہے، اور دنیاوی عورت اس مرد سے ناراض ہو گی تو یہ جنت والی بیوی پر بڑا شاق گزرے گا، اوروہ اس سے کہے گی کہ ہلاکت ہو تیرے لیے؛ اسے تکلیف مت پہنچا، وہ تیرے ساتھ چند راتوں کا مہمان ہے۔

امام ترمذیؒ نے نبیٔ کریم (ﷺ) سے اس معنٰی کی حدیث روایت کی ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا: دنیا میں کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذاء پہنچاتی ہے تو اس کی حورِ عین والی بیوی کہتی ہے: اُسے تکلیف مت دے، خدا تمہارا بیڑا غرق کرے، وہ تو تمہارے پاس چند رات کا مہمان ہے، قریب ہے کہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح دنیاوی عورتیں بیوی ہوتی ہیں اسی طرح حوریں بھی بیوی بنیں گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کے پرندوں، گھوڑوں اور اونٹوں کا بیان

امام ترمذی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) سے نہرِ کوثر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: یہ جنت کی ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے، جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیرین ہو گی۔ اس میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح ہوں گی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو بڑے مزے کے ہوں گے؟ تو حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

ثعلبی کی ایک روایت میں ہے کہ: جنت میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں بختی اونٹ کے برابر ہوں گی۔ وہ اللہ جل شانہٗ کے ولی کے ہاتھ میں اِدھر سے اُدھر پھرتے ہوں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا: اے اللہ کے ولی! تم عرش کے نیچے سبزے میں پھرے اور عینِ تسنیم سے پانی پیا، اب مجھے بھی کھالو۔ چناں چہ یہ پرندہ اس کے سامنے رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل میں آئے گا کہ کھالوں۔ وہ اس کے سامنے مختلف قسم کے کھانے بن جائے گا (یعنی وہ پرندہ خود بخود مختلف شکلوں میں بن جائے گا جیسے کباب، کوفتہ وغیرہ) وہ اس سے حسبِ خواہش کھائے گا، جب اس کا پیٹ بھر جائے گا تو پرندے کی ہڈیاں جمع ہوں گی، پھر وہ اُڑ کر جنت میں جہاں چاہے گا چرنے لگے گا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبیٔ کریم (ﷺ) سے پوچھا: کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اگر تمہیں جنت میں داخل فرمادیا، تو تم اگر یہ چاہو گے کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سواری کرو، اور وہ تمہیں جہاں تم چاہو لے کر اُڑے؛ تو ایسا ہو جائے گا۔

حضرت بریدہؓ نے فرمایا کہ: آپ سے ایک اور صاحب نے سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ فرمایا: آپ نے ان کو وہ جواب نہ دیا جو دوسرے کو دیا تھا۔ یہ فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل فرمادیا تو وہاں سب کچھ ملے گا جو تمہارا نفس چاہے گا اور آنکھ کو بھلا معلوم ہو گا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نکیل والی اونٹنی لائے اور عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! اسے اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز تمہیں اس کے بدلے میں سات سو نکیل والی اونٹنیاں ملیں گی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ (ﷺ) سے یہ روایت نقل کرتے تھے کہ: جنت میں جو سب سے کم درجے کا جنتی ہو گا وہ دس لاکھ ایسے لڑکوں کے ساتھ ہو گا جو اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے خادم ہوں گے۔ یہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر ہو گا، اس گھوڑے کے سونے کے پر ہوں گے، جب تم وہاں دیکھو گے تو نعمتوں اور بڑی حکومت کو دیکھو گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث میں رسول اللہ (ﷺ) سے مروی ہے، فرمایا: اہلِ جنت کی نعمتوں میں سے یہ ہوگا کہ وہ سواریوں اور اونٹنیوں پر ایک دوسرے کی زیارت کریں گے۔ جمعہ کے روز انہیں ایک ایسا گھوڑا دیا جائے گا جو زین اور لگام والا ہوگا، وہ لید نہیں کرے گا، نہ پیشاب۔ یہ اس پر سوار ہوں گے، جہاں چاہیں گے وہاں چلے جائیں گے۔

دنبے اور بکرے کا جنت کے چوپایوں میں سے ہونے کا بیان

بزار رسول اللہ (ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: بکری کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو، اور اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا کرو، اس لیے یہ جنت کے چوپایوں میں سے ہے۔

اور ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: دنبہ جنت کے چوپایوں میں سے ہے۔

جنت میں کم سے کم تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر درجے والے کو کیا کچھ ملے گا؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ اے رب! جنت میں سب سے کم درجے والے کو کیا ملے گا؟ حضور (ﷺ) نے فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک شخص آئے گا، حق جل جلالہٗ اس سے فرمائیں گے کہ جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: پروردگار! کیسے جاؤں؛ وہاں تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پکڑ چکے ہیں، اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تجھے اتنا دیا جائے جتنا دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس ہوتا ہے؟ وہ کہے گا: اے رب! بالکل ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔ ارشاد ہوگا: تجھے یہ اور اتنا ہی اور، اتنا اور، اتنا اور دیا جاتا ہے، وہ پانچویں مرتبہ میں کہے گا: اے پروردگار! مجھے منظور ہے، ارشاد ہوگا: تجھے یہ، اور اس کا دس گنا اور زیادہ دیا جاتا ہے، اور تجھے وہ بھی ملے گا جو تیرا نفس چاہے، اور تیری آنکھوں کو بھلا معلوم ہو۔ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں خوش ہوں۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میرے رب! سب سے اعلیٰ درجے والے کو کیا ملے گا؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کا میں نے اعزاز کیا، ان کے اکرام کا سامان میں نے خود اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے، اور اس پر مُہر لگادی، پس نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا، اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہوا۔

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت میں جنتیوں میں سب سے اخیر میں داخل ہونے والے اور دوزخیوں میں سب سے اخیر میں دوزخ سے نکلنے والا شخص وہ ہوگا جو وہاں سے گھسٹتا ہوا نکلے گا، اس سے اس کا پروردگار کہے گا: جاؤ! جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: یارب! جنت تو بھری ہوئی ہے۔ وہ اس سے تین مرتبہ یہ بات فرمائیں گے۔ وہ تینوں مرتبہ یہی کہے گا کہ پروردگا! جنت بھری ہوئی ہے۔ فرمائیں گے: تجھے دنیا کا دس گنا دیا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث میں ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: جنتیوں میں سب سے کم درجے والا شخص وہ ہوگا جسے سات محل ملیں گے، ایک محل سونے کا، ایک چاندی کا، ایک موتی کا، ایک زمرّد کا، ایک یاقوت کا، ایک وہ جسے نگاہیں نہ پا سکیں۔ اور ایک محل عرش کے رنگ کا۔ اور ہر محل میں ایسے ایسے زیورات پوشاک اور حورِ عین ہوں گی جسے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔

اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ جنت میں سب سے کم درجے والا وہ ہوگا جو دس لاکھ خادموں کے ساتھ ہوگا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں سب سے کم درجے کا وہ شخص ہوگا جو اپنے باغات نعمتوں، خادموں اور مسہریوں کو ایک ہزار سال کی مسافت تک دیکھے گا، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں معزز و مکرم وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کو صبح و شام دیکھے گا۔ پھر رسول اللہ (ﷺ) نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی:﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾﴾ کتنے ہی چہرے اس روز ہشاش بشاش ہوں گے، اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جنت میں سب سے کم درجے والا وہ ہوگا جس کے پاس اسّی ہزار خادم اور بہتّر (۷۲) بیویاں ہوں گی۔ اور اس کے لیے موتیوں زبرجد اور یاقوت کا اتنا بڑا ایک قبہ بنایا جائے گا جتنی جابیہ سے صنعاء مسافت ہے (جابیہ شام میں ہے، اور صنعاء یمن میں ہے) حضرت مجاہد فرمایا کرتے تھے: جنت میں سب سے کم درجے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی مملکت میں ہزار سال چل سکے گا، وہ دور کے حصے کو اس طرح دیکھے گا جس طرح قریب والے کو دیکھتا ہے۔ اور جنتیوں میں سب سے برتر وہ ہوگا جو اپنے پروردگار کو صبح و شام دیکھے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ جل شانہٗ کی رضا کا پروانہ جنتیوں کے لیے جنت کی تمام نعمتوں سے افضل ہے

امام بخاری حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائیں گے: اے اہلِ جنت! وہ کہیں گے: اے پروردگار! ہم حاضر ہیں، تمام خیر وبھلائی آپ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ ارشاد ہوگا: کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے: اے پروردگار! ہم کیوں خوش نہ ہوں جبکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمادیا ہے جو اپنی مخلوق میں کسی کو عطا نہیں فرمایا؟ ارشاد ہوگا: کیا میں تمہیں اس سے افضل واعلیٰ چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے: اے پروردگار! اس سے افضل واعلیٰ کیا چیز ہے؟ فرمائیں گے: میں تم سے راضی ہو جاؤں گا پھر اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

اللہ جل شانہٗ کا دیدار جنتیوں کو تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہو گا

امام مسلم وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: کیا تمہیں کچھ چاہیئے تاکہ میں اور دے دوں؟ وہ کہیں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے ہیں؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرمایا؟ اور جہنم سے چھٹکارا عطا نہیں فرمایا؟ فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ ان سے حجاب دور کر دیں گے، چناں چہ انہیں کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں دی گئی ہو گی، وہ اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ: پھر ارشاد باری تعالیٰ ہو گا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط﴾ جو لوگ نیکی کرتے رہے ان کے لیے بھلائی ہے، اور اس کے علاوہ بھی۔

ابو داود طیالسی کی روایت میں ہے کہ: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا جنتیوں کو پکارے گا: کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہیں گے: کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے؟ ہمارے اعمال نامے کو بھاری نہیں کیا؟ ہمیں دوزخ سے پناہ نہیں دی؟ فرمایا: پھر حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور وہ اللہ جل شانہٗ کا دیدار کریں گے۔ بخدا! اللہ جل شانہٗ نے اُنہیں اپنے دیدار سے زیادہ محبوب ترین اور آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی کوئی چیز عطا نہیں کی ہو گی۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) سے درجِ ذیل آیت کے بارے میں پوچھا گیا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط﴾ جو لوگ نیکی کرتے رہے، ان کے لیے بھلائی ہے اور زیادتی ہے۔ فرمایا کہ: ”اَحْسَنُوْا“ سے دنیا میں اعمالِ صالحہ کرنا مراد ہے، اور ”اَلْحُسْنٰى“ جنت ہے، اور ”زِيَادَةٌ“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کی زیارت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے بصرہ کے منبر پر فرمایا: اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن جنتیوں کے پاس ایک فرشتہ بھیجیں گے، وہ کہے گا کہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ فرمایا تھا؛ وہ پورا کر دیا؟ وہ دیکھیں گے تو انہیں وہ زیورات، پوشاکیں، پھل، نہریں اور پاکیزہ بیویاں نظر آئیں گی۔ وہ کہیں گے: جی ہاں! اللہ جل شانہٗ نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا فرمادیا۔ فرشتہ کہے گا: کیا تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا فرمادیا؟ تین دفعہ یہ بات کہے گا۔ وہ اس کے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی چیز غیر موجود نہیں پائیں گے۔ وہ کہیں گے: جی ہاں! پورا کر دیا۔ وہ کہے گا: تمہارے لیے ایک چیز باقی رہ گئی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جن لوگوں نے اچھے کام کئے ان کے لیے ''حُسنٰی'' ہے اور اس پر اضافہ بھی ہے۔ سن لو! ''اَلحُسنٰی'' جنت ہے، اور زیادتی سے مراد اللہ جل شانہ کے چہرۂ انور کی زیارت ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح روایات میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کے سامنے تجلی فرمائیں گے تو اس کی آنکھوں سے پردے ہٹادیں گے، جب وہ دیدارِ خداوندی کریں گے تو نہریں بہنے، درخت لہلانے، تخت اور بالاخانہ چرچرانے لگیں گے، اور بہنے والے چشمے ترنم پیدا کریں گے، ہوائیں چلنے لگیں گی، گھروں اور محلات میں خوشبودار مُشک اور کافور اُگ آئے گا، پرندے چہچہانے لگیں گے، اور موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں جھانکنے لگیں گی۔

مسلم کی حدیث میں ہے کہ: لوگوں کو ان کے پروردگار کے دیدار کے درمیان کبریائی اور عظمت کی وہ چادر حائل ہوگی جو اس نے جنتِ عدن میں اپنے چہرۂ انور پر ڈالی ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: چادر سے مراد وہ حجاب ہے جو اس ذات کے احاطہ سے مانع ہے، اس لیے کہ یہ وہ حجاب ہے جس کا ہٹانا کبھی درست نہیں، اس لیے کہ اگر وہ اُٹھ گیا تو لوگ اپنے پروردگار کو پہچان لیں گے کہ وہ کیسا ہے، جو محال ہے۔

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ: ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تھے، آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم اپنے پروردگار کو اپنی آنکھوں سے اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بلا کسی روک ٹوک کے دیکھ رہے ہو، لہٰذا اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ اس نماز کا اہتمام کرلو جو طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروب سے پہلے ہے تو ایسا کرلو (یعنی فجر اور عصر) پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝٣٩﴾ اور اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو حمد کے ساتھ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

سب سے کم درجے والا اور سب سے اونچے درجے والا کون؟

حدیث ۱۸۸۳:-

وعن المغيرة بن شعبة - رضی الله عنه - عن رسُولِ الله (صلى الله عليه وسلم) قال: ((سأَلَ مُوسٰى (عليه السلام) رَبَّهُ: ما أَدْنَى أَهْلِ الجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قال: هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَمَا أُدْخِلَ أَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ. فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الجَنّةَ. فَيَقُولُ: أَيْ رَبِّ! كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ: أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُولُ: رَضِيتُ رَبِّ. فَيَقُولُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ. فَيَقُولُ فِي

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الخَامِسَةِ: رَضِيتُ رَبِّ. فَيقُولُ: هذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. فَيقُولُ: رَضِيتُ رَبِّ. قَالَ: رَبِّ فَأَعْلاَهُمْ مَنْزِلَةً؟ قالَ: أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ، غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ جنتیوں میں سب سے کم درجے والا کون ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ ایک ایسا آدمی ہے جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہو چکنے کے بعد آئے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کہا جائے گا کہ: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ اس کے جواب میں عرض کرے گا: باری تعالیٰ! میں کیسے جاؤں جبکہ سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر قابض ہو چکے ہیں اور ہر ایک نے اپنے حصے پر قبضہ کر لیا ہے (گویا اب وہاں کچھ بچا نہیں ہے، سب بھر گیا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے سے پوچھا جائے گا: اچھا! دنیا کے بادشاہوں میں کسی بادشاہ کے پاس جو سلطنت تھی اتنا ملک تجھے دیا جائے؛ تو کیا تو اس پر راضی ہے؟ وہ کہے گا: جی ہاں! میں اس پر راضی اور خوش ہوں۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: کہ جا! تجھے بادشاہ جیسی سلطنت، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور (پانچ گنا) دیا جاتا ہے۔ پانچ گنا پر وہ کہے گا: باری تعالیٰ پانچ گنا پر میں راضی ہوں۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: کہ یہ اور اس کا دس گنا دیا جاتا ہے (گویا پچاس گنا ہو گیا) اور پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ تیرا جی جتنا چاہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت اور خوشی محسوس کریں وہ سب بھی ملے گا۔ اس پر وہ عرض کرے گا کہ: اس پر میں راضی اور خوش ہوں۔

اس پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے باری تعالیٰ سے پوچھا: جنت میں سب سے اونچے درجے والے کو کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو معزز اور مکرم بنانے کے لیے میں نے اپنے ہاتھ سے ان کا تخم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور بیج ڈالا، اور اس پر میں نے مُہر لگادی، اور کسی آنکھ نے نہ اس جیسی چیز کبھی دیکھی، اور نہ کسی کان نے سنی، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا (ان کو ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا)۔

سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے جنتی کی جنت

حدیث ۱۸۸۴ :-

وعن ابن مسعود - رضی الله عنه - قال: قال رسولُ اللهِ (ﷺ) : ((إِنِّي لأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجاً مِنْهَا، وَآخِرَ أَهْلِ الجَنَّةِ دُخُولاً الجَنَّةَ. رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْواً، فَيقُولُ اللهُ - عز وجل - له: اذْهَبْ فَادْخُلِ الجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلأَى، فَيَرْجِعُ، فَيقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلأَى! فَيَقُولُ اللهُ - عز وجل - له: اذْهَبْ فَادْخُلِ الجَنَّةَ، فيأتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إليهِ أَنَّها مَلأَى، فيَرْجِعُ. فَيَقولُ: يا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلأَى، فيقُولُ اللهُ - عز وجل - لَهُ: اذهبْ فَادخُلِ الجَنَّةَ. فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشرَةَ أَمْثَالِهَا؛ أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا، فَيقُولُ: أَتَسْخَرُ بِي، أَوْ تَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ المَلِكُ))

قال: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رسولَ اللهِ (ﷺ) ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَكَانَ يقولُ: ((ذَلِكَ أَدْنَى أَهْلِ الجَنَّةِ مَنْزِلَةً.)) (متفق علیه)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: جہنمیوں میں سے سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا اور جنتیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا کون آدمی ہے وہ مَیں خوب جانتا ہوں۔ وہ آدمی وہ ہوگا جو جہنم سے سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا (جیسے بچہ گھسٹتا ہوا چلتا ہے) جب وہ جہنم سے نکلے گا تو باری تعالیٰ اس سے کہیں گے: جا! جنت میں چلا جا۔ وہ جنت کے پاس پہنچے گا، تو اس کو ایسا نظر آئے گا کہ جنت بالکل بھر چکی ہے۔ وہ وہاں سے واپس آئے گا اور عرض کرے گا: باری تعالیٰ! جنت تو بھر چکی ہے (اس میں جگہ نہیں ہے) باری تعالیٰ پھر سے اس سے کہیں گے کہ: جا! جنت میں چلا جا۔ چناں چہ پھر وہ جنت کے پاس پہنچے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گا تو اس کو ایسا محسوس ہو گا کہ جنت بھری ہوئی ہے۔ پھر لوٹے گا اور عرض کرے گا کہ: میں نے تو اس کو بھرا ہوا دیکھا۔ تیسری مرتبہ باری تعالیٰ فرمائیں گے: جا! جنت میں داخل ہو جا۔ تجھے دنیا اور دنیا جیسا دس گنا ملے گا۔ یا یوں فرمایا جائے گا کہ: تجھے دنیا کا دس گنا دیا جاتا ہے۔ تو وہ عرض کرے گا کہ: باری تعالیٰ! آپ تو مالک الملک ہیں اس کے باوجود میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس کی یہ بات نقل کرنے کے بعد حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں نے دیکھا کہ آپ اتنے ہنسے کہ آپ کے نوکیلے دانت (کَنچلیاں) نظر آنے لگے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ جنتیوں میں سب سے کم درجے والا ہے (جس کو دنیا کا دس گنا ملے گا۔)

افادات:- آج تو کسی کے پاس ذرا سا کچھ ہو، جیسے پورے بمبئی یا سورت کا مالک نہیں، بلکہ اس کے ایک پورے خطے کا بھی مالک نہیں، بلکہ دو چار بلڈ گوں کا بھی اگر مالک بن جائے جس کی قیمت آج کل کے حساب سے کئی ارب روپے ہو جاتی ہے، تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ بہت بڑا آدمی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جنت کتنی بڑی نعمت ہو گی کہ ادنیٰ جنتی کے لیے پوری دنیا کا دس گنا ہے۔ آج ہم دنیا کے کسی بڑے سے بڑے مالدار کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتے کہ وہ پورے سورت کا مالک بن جائے گا، حالاں کہ دنیا کے نقشے میں سورت کی کیا حیثیت ہے؟ دنیا کا نقشہ اُٹھا کر سورت کو ڈھونڈیں گے تو ملے گا بھی نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت ‘‘One piece’’

حدیث ۱۸۸۵ :-

وعن أبي موسى ﷺ: أَنَّ النبيَّ (صلى الله عليه وسلم) قال: ((إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُولُهَا فى السَّمَاءِ سِتُّونَ مِيلاً. لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلاَ يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضاً)) (متفق عليه)

((الْمِيلُ)): سِتَّةُ آلافِ ذِرَاعٍ.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو موسیٰ اَشعری (رضی اللہ عنہ) نقل فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: مؤمن کے لیے جنت کے اندر ایک خیمہ ایک ہی کھوکھلے موتی سے بنا ہوا ہوگا (یعنی اس میں کوئی جوڑ لگا ہوا نہیں ہوگا) آسمان میں اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی (آج اگر کسی کا مکان ایک ہی پیس کا بنا ہوا ہو تو ساری دنیا اس کو دیکھنے جائے گی نا! یہاں تو اس کو ساٹھ میل لمبا ”One piece“ مکان ملے گا) اس مؤمن کے کئی گھر والے اس میں رہتے ہوں گے (یعنی اس کی کئی بیویاں ہوں گی جو اس مکان میں رہتی ہوں گی) یہ مؤمن ان کے پاس (کبھی اس کے پاس، کسی وقت دوسری کے پاس) جائے گا، لیکن جب کسی کے پاس جائے گا تو دوسرے اس کو نہیں دیکھ سکیں گے (حالاں کہ وہ گھر ایک موتی سے بنا ہوا ہوگا)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کا ایک درخت اور اس کا سایہ!

حدیث ۱۸۸۶:-

وعن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال: إنَّ في الجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الجَوَادُ المُضَمَّرُ السَّرِيعُ مِئَةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُهَا. (متفق علیہ)

ورویاہ فی الصحیحین أیضاً من روایۃ أبی ھریرۃ -رضی اللہ عنہ- قال: ((يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِئَةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُهَا))

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے، کوئی سوار تیز رفتار تضمیر کئے ہوئے عمدہ گھوڑے کے اوپر سوار ہو کر اس کو پار کرنا چاہے گا تو سو سال تک اس گھوڑے پر چلتا رہے گا تب بھی اس درخت کو پار نہیں کر سکے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا سایہ اتنا ہو گا کہ وہ اس سایہ کو سو سال میں بھی پار نہیں کر سکے گا۔

افادات:- وہ شجرۂ طوبیٰ ہے جس کی شاخ ہر جنتی کے مکان میں پہنچی ہوئی ہو گی۔

"تضمیر کیا ہوا گھوڑا" یعنی اس زمانے میں گھوڑوں کو تیز رفتاری کے لیے ایک خاص انداز سے تیار کیا جاتا تھا۔ وہ اس طرح کہ چالیس دن تک اس کو روزانہ غذا بڑھا کر کھلائی جاتی تھی، یعنی آج جتنی کھلائی دوسرے دن اس سے زیادہ، تیسرے دن اس سے زیادہ، اس طرح چالیس دن تک اس گھوڑے کو کھلا کر خوب موٹا تازہ بناتے تھے، اس کے بعد اس کو ایک بند مکان میں رکھ کر اس کے اوپر بہت سارے کپڑے ڈال دیتے تھے، پھر اس کی غذا جس طریقے سے بڑھائی تھی اسی طرح سے کم کی جاتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھی، اوران کپڑوں کے اس کے اوپر ڈالے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس گھوڑے کو خوب پسینہ نکلتا تھا،اس کی وجہ سے وہ گھوڑا ایکدم چھریرے بدن کا ہو جاتا تھا،لیکن وہ اتنا مضبوط ہو جاتا تھا کہ تیز رفتاری میں بہت اعلیٰ بن جاتا تھا۔ایسا گھوڑا کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا، ایسے گھوڑے کو ”مضمر“،تضمیر کیا ہوا کہتے ہیں۔

جنتیوں کا اپنا الگ الگ بنگلہ ہو گا

حدیث ۱۸۸۷:-

وعنه عن النبيِّ (صلى الله عليه وسلم) قال: ((إِنَّ أَهۡلَ الجَنَّةِ لَيَتَرَاءُوۡنَ أَهۡلَ الغُرَفِ مِن فَوۡقِهِمۡ كَمَا تَرَاءُوۡنَ الكَوۡكَبَ الدُّرِّيَّ الغَابِرَ فِي الۡأُفُقِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ أَوِ الۡمَغۡرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيۡنَهُمۡ)) قالُوا: يا رسول الله! تِلۡكَ مَنَازِلُ الۡأَنۡبِيَآءِ لاَ يَبۡلُغُهَا غَيۡرُهُمۡ ؛ قال: ((بَلَى وَالَّذِي نَفۡسِي بِيَدِهِ! رِجَالٌ آمَنُوا بِاللهِ وَصَدَّقُوا الۡمُرۡسَلِينَ)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) ہی کی روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت والے بالاخانے والوں کو اپنے اوپر ایسا دیکھیں گے جیسا کہ تم لوگ چمکدار ستارے کو مشرق یا مغرب کی اُفق میں دیکھ لیتے ہو (جیسے ایک ستارہ یہاں نظر آتا ہے،دوسرا وہاں نظر آتا ہے ایسے ہی جنت والے دوسرے جنتیوں کے مکانوں کو دیکھیں گے کہ کسی کا مکان وہاں چمکدار نظر آئے گا تو دوسرے کا دوسری طرف چمکے گا۔ گویا فضا میں الگ الگ مکانات ہوں گے،روہاؤس “Row House” جیسے ملے ہوئے نہیں ہوں گے، بلکہ ہر ایک کا اپنا الگ الگ بنگلہ ہو گا۔) صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وہ انبیاء کے مکانات اور مقامات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوں گے جہاں دوسرے نہیں پہنچ سکتے ؟تو نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور نبیوں کو سچا جانا وہ سب اس کے اندر رہیں گے۔

جنت کی ایک کمان کی لکڑی کا آدھا حصہ دنیا سے بہتر ہے

حدیث ۱۸۸۸ :-

وعن أبي هريرة-رضى الله عنه-:أَنَّ رسولَ اللهِ (ﷺ) قال: ((لَقَابُ قَوْسٍ فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ.)) (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر ایک کمان کی ایک قاب والا حصہ اتنا قیمتی ہو گا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے (یعنی ساری دنیا سے بہتر ہو گا)۔

افادات:- قاب یعنی کمان کی جس لکڑی کے ساتھ ڈوری اور رسی باندھی جاتی ہے اس لکڑی کے بیچ میں ایک پکڑ بنائی جاتی ہے۔ ایک طرف کا حصہ ایک قاب کہلاتا ہے۔ تو ایک کمان میں دو قاب ہوتی ہیں۔ گویا کمان کی لکڑی کا آدھا حصہ۔

جنت کی تو ہر چیز دنیا سے بہتر ہے، اس لیے کہ دنیا تو فانی اور ختم ہونے والی ہے اور جنت کی ہر نعمت باقی رہنے والی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت کا بازار اور اس کی کیفیت

حدیث ۱۸۸۹:-

وعن أنس-رضی اللہ عنه-:أَنَّ رسولَ اللهِ (ﷺ) قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوقاً يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ، فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِم وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُونَ حُسناً وَجَمَالاً فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْناً وَجَمَالاً، فَيقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ: وَاللهِ لَقدِ ازْدَدْتُمْ حُسْناً وَجَمَالاً! فَيقُولُونَ: وَأَنْتُمْ وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْناً وَجَمَالاً!)). (رواہ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر بازار ہوگا جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے (جیسے یہاں بازار میں لوگ تفریح کے لیے جاتے ہیں ایسے ہی جنتی بھی وہاں کے بازار میں تفریح اور پکنک کے واسطے جائیں گے) تو ایک خوشنما ہَوا چلے گی جو ان کے چہروں اور لباسوں کے اندر اپنا اثر پہنچائے گی جس کے نتیجہ میں جن جنتیوں کو وہ ہوا لگے گی ان کی خوبصورتی اور ان کے حسن وجمال میں اضافہ ہوجائے گا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے بازاروں میں بھی عورتیں نہیں جائیں گی، صرف مرد ہی جائیں گے۔ جنت کے اندر بھی مخلوط طریقہ نہیں ہے) جب وہ بازار سے اپنے گھر والوں کے پاس واپس لوٹیں گے تو ان کی بیویاں ان کو دیکھ کر کہیں گی: ارے! تمہاری خوبصورتی اور حسن وجمال میں تو بہت اضافہ ہوگیا ہے! یہاں سے گئے تھے اس سے زیادہ حسین وجمیل بن کر آئے ہو! تو یہ شوہر اپنی بیویوں سے کہیں گے: جس وقت ہم تم کو گھر میں چھوڑ کر گئے تھے اس وقت تم جتنی حسین تھی تم بھی اس سے زیادہ حسین ہوگئی ہو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(اور جیسے کہ پہلے روایت میں آیا تھا کہ جنت کے بازاروں میں کیا چیزیں ہوں گی؟ صورتیں اور نئی نئی خوبصورت شکلیں ہوں گی کسی جنتی کو کوئی شکل پسند آئے گی تو اس کی وہی شکل بن جائے گی)۔

ہر جنتی کا مکان دور دور ہو گا

حدیث ۱۸۹۰:-

وعن سهل بن سعد -رضی اللہ عنہ-: أنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قال: ((إِنَّ أَهْلَ الجَنَّةِ لَيَتَرَاءونَ الغُرَفَ فِي الجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءونَ الكَوكَبَ فِي السَّمَاءِ))(متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت والے جنت میں بالاخانوں اور حویلیوں کو ایسا دیکھیں گے جیسا کہ تم ستاروں کو آسمان میں دیکھتے ہو۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کا مکان اتنا دور دیکھے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی کے دل میں خیال اور وسوسہ گزرا

حدیث ۱۸۹۱:-

وعنه -رضی اللہ عنه- قال: شَهِدتُ مِنَ النبيّ (صلی اللہ علیہ وسلم) مَجلِساً وَصَفَ فِيهِ الجَنَّةَ حَتَّى انتَهَى، ثُمَّ قَالَ فی آخِرِ حَدِيثِهِ: ((فِيهَا مَا لاَ عَينٌ رَأَت، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَت، وَلاَ خَطَرَ عَلى قَلبِ بَشَرٍ)) ثُمَّ قَرَأَ: { تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ } إلى قوله تعالى: {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ} [السجدة: 16-17] (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک مجلسِ مبارک میں حاضر ہوا، جس میں حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنت کے حالات بیان کئے یہاں تک جب آپ حالات بیان کر چکے تو اخیر میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال اور وسوسہ گزرا، اس کے بعد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (سورۂ سجدہ کی) یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: کسی کو معلوم نہیں کہ جنت میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیسا کیسا سامان چھپا رکھا ہے۔

جنتی ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے

حدیث ۱۸۹۲:-

وعن أبی سعید وأبی ہریرۃ رضی اللہ عنہما أنَّ رسولَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال: ((إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا، فَلاَ تَمُوتُوا أَبَداً،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وإنَّ لَكُمْ أنْ تَصِحُّوا، فلا تَسْقَمُوا أبداً، وإنَّ لَكمْ أنْ تَشِبُّوا فلا تَهْرَمُوا أبداً، وإنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا، فَلاَ تَبْأَسُوا أَبَداً)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: تم لوگ اس جنت میں ہمیشہ رہو گے کبھی تمہیں موت نہیں آئے گی۔ تم اس جنت کے اندر ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی کوئی بیماری نہیں آئے گی۔ تم اس جنت میں ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ تم لوگ اس جنت میں ہمیشہ خوش وخرم رہو گے کبھی کوئی دکھ اور تکلیف نہیں آئے گی (گویا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں رہو گے)۔

جنتی تمنا کرے گا وہ سب اور اس کا دوگنا دیا جائے گا

حدیث ۱۸۹۳:-

وعن أبي هريرة -رضي الله عنه-: أنَّ رسولَ اللهِ (صلى الله عليه وسلم) قال: ((إنَّ أدْنَى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِن الجَنَّةِ أنْ يَقُولَ لَهُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنَّى وَيَتَمَنَّى فَيقُولُ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيتَ؟ فيقولُ: نَعَمْ، فيقُولُ لَهُ: فَإنَّ لَكَ ما تَمَنَّيتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر تم میں سب سے کم درجے والا وہ ہو گا جس سے کہا جائے گا کہ تم اپنے لیے کچھ تمنا کرو۔ چناں چہ وہ تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا، یہاں تک کہ اس سے باری تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تو نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ تو باری تعالیٰ اس سے کہیں گے: جنتی تو نے تمنا کی وہ سب اور اس کا دوگنا تجھے دیا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ کی ایسی خوشنودی جس کے بعد کبھی ناراضگی نہیں

حدیث ۱۸۹۴:-

وعن أبي سعيد الخدري -رضى الله عنه-: أنَّ رسول الله (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قال:((إنَّ الله -عز وجل- يَقُولُ لأَهْلِ الجَنَّةِ: يَا أهْلَ الجَنَّةِ، فيقولُونَ: لَبَّيكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالخَيْرُ في يَدَيْكَ، فَيقُولُ: هَلْ رَضِيتُم؟ فَيقُولُونَ: وَمَا لَنَا لاَ نَرْضَى يَا رَبَّنَا، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أحداً مِنْ خَلْقِكَ. فَيقُولُ: ألاَ أُعْطِيكُمْ أفْضَلَ مِنْ ذلِكَ؟ فَيقُولُونَ: وَأيُّ شَيءٍ أفْضَلُ مِنْ ذلِكَ؟ فَيقُولُ: أُحِلُّ عَلَيكُمْ رِضْوَانِي فَلاَ أسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أبداً)).(متفق عليه)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے کہ: اے جنتیو۔ اس کے جواب میں جنت والے عرض کریں گے: اے پروردگار! ہم حاضر ہیں، فرمایئے کیا ارشاد ہے، ہر طرح کی خیر آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ: کیا تم لوگ خوش اور راضی ہو؟ اس کے جواب میں جنت والے عرض کریں گے: باری تعالیٰ! ہم کیوں راضی نہ ہوں، حال یہ کہ آپ نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا (یعنی ایسی ایسی نعمتیں آپ نے ہمیں دی؛ پھر ہم کیوں خوش نہ ہوں) باری تعالیٰ فرمائیں گے: کیا اس سے بہتر چیز تم کو نہ دوں؟ جنتی کہیں گے: اس سے بھی بہتر کوئی چیز ہے؟ (ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہی سب سے بہتر چیزیں ہیں اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہ ہوگی) باری تعالیٰ فرمائیں گے: میں اپنی خوشنودی تمہیں عطا کرتا ہوں، اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوؤں گا (اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر ساری نعمتیں حاصل ہو جائیں گی، جیسے بادشاہ جس کا ہو جائے تو پھر ساری حکومت اسی کی ہوتی ہے)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہر ایک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار آسانی کے ساتھ ہو جائے گا

حدیث ۱۸۹۵ :-

وعن جریر بن عبد اللہ - رضی اللہ عنہ - قال: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَاناً كما تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لاَ تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ)) (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت جریر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے (رات کا وقت تھا) آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: تم اپنے پروردگار کو اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کو دیکھنے میں کوئی دھکا پیل نہیں ہوتی۔

افادات:- اگر لاکھوں اور کروڑوں کا مجمع بھی ہو اور چاند کو دیکھنا ہو تو کوئی بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں ہے، سب لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے اطمینان سے اس چاند کو دیکھ سکتے ہیں، کسی کو کسی دوسرے کی طرف سے کوئی شکایت اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک جنتی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہو گا

حدیث ۱۸۹۶ :-

وعن صُهيب - رضی اللہ عنہ -: أَنَّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال: ((إذا دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيئاً أَزِيدُكُمْ ؟ فَيقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا ؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئاً أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت صہیب (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت کے اندر داخل ہو جائیں گے تو باری تعالیٰ فرمائیں گے کہ کوئی اور چیز تمہیں چاہیے جو میں تم کو دوں؟ اس کے جواب میں جنتی عرض کریں گے: باری تعالیٰ! کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں بنایا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی ملنا چاہیے وہ سب تو آپ نے دے رکھا ہے؛ اب ہمیں مزید کیا چاہیے؟) اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ وہ پردہ جو اپنے دیدار سے آڑ ہوگا اس کو ہٹادیں گے، اس وقت جنت والوں کو اپنے رب کے دیدار سے زیادہ محبوب وپسندیدہ اور کوئی چیز نہیں ملی ہوگی (گویا اپنے رب کا دیدار جنت کی ساری نعمتوں سے بھی بڑھ کر ہوگا)۔

اخیر میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا:

قال اللہ تعالی: {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [یونس:۹-۱۰]

ترجمہ مع تشریح:- بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کئے، ان کا پروردگار ان کے ایمان واعمالِ صالحہ کی وجہ سے ان کو ایسی نعمت والی جنت کے اندر پہنچادے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان جنتیوں کی دعا اور پکار وہاں یہی ہوگی: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (ان کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زبانوں سے بار بار یہی جملہ نکلے گا) اور ان کا سلام آپس میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو گا (یا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان کا استقبال لفظِ سلام سے کیا جائے گا۔ جب کوئی آدمی کسی جگہ پہنچتا ہے تو اس کے استقبال کے لیے خوش آمدید اور "welcome" اور "أَهْلًا وَّسَهْلًا" کہتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے جنتیوں کو بطورِ استقبال "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا جائے گا) اور ان کی آخری دعا یہ ہو گی: تمام تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی پر اپنی کتاب ختم فرمائی: "الحَمْدُ للهِ الَّذِی هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلاَ أَنْ هَدَانَا اللهُ" تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو اس چیز کی طرف رہنمائی فرمائی، اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی نہیں فرماتے تو ہم راہ یاب نہیں ہو سکتے تھے "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كما صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إبراهيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كما بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آل إبراهيم فی العالَمِينَ إنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ." اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا نبیٔ اُمّی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو آپ کے بندے اور رسول ہیں اور آپ کی آل اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور ذُرّیات پر، جیسا کہ آپ نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور ان کی آل پر۔ اور اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے آقا نبیٔ اُمّی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور ذُرّیات پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور ان کی آل پر، بے شک آپ خوبیوں والے بزرگی والے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قَالَ مؤلِّفُهُ يحيى النَّوَوِيُّ غَفَرَاللهُ لَهُ: فَرَغْتُ مِنْهُ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ رَابِعَ عَشَرَ رَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِينَ وَسِتِّمِئَةٍ.

اس کتاب کے جمع کرنے والے امام ابوزکریا یحیٰ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: میں اس کتاب کی تالیف سے پیر کے روز ۱۴؍ رمضان المبارک ۶۷۰ھ میں فارغ ہوا۔

جل جلالہ جل جلالہ جل جلالہ جل جلالہ جل جلالہ جل جلالہ

الحمدللہ! ہماری یہ کتاب آج پوری ہوئی جو ۳۰؍ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ کو شروع ہوئی تھی، اور آج ۱۲؍ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ ہے، گویا اسلامی حساب سے نو سال میں اٹھارہ دن کم ہیں۔ اور انگریزی حساب سے ۱۴؍ ستمبر ۱۹۹۶ء کو شروع ہوئی تھی اور آج ۲۱؍ مئی ۲۰۰۵ء ہے، گویا اس حساب سے نو سال میں چار مہینے کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے میری نالائقی اور بدعملی کے باوجود آج اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی مجھے سعادت عطا فرمائی۔

عرض مرتب:- راقم الحروف عرض گزار ہے کہ میرے بے شمار گناہوں اور کوتاہیوں اور عدمِ ادائیگیٔ حقوق کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے آج ۲۷؍ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۵؍ اپریل ۲۰۱۵ء بروز بدھ صبح ۲۵-۸ پر مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃً وسلاماً کے صحن میں بیٹھ کر یہ اخری سبق لکھنے کی سعادت مجھے نصیب فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے اور اپنی رضا وخوشنودی اور نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حقیقی قرب عطا فرما کر ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دعا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ.

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدًا. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوْ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

اَللّٰهُمَّ يَا عَلِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا رَحِيْمُ، أَللّٰهُمَّ يَا كَبِيْرُ يَا سَمِيْعُ يَا بَصِيْرُ يَا مَنْ لَّا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ، وَيَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ، وَيَا عِصْمَةَ الْبَائِسِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ، وَيَا رَازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيْرِ، وَيَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ، أَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ كَدُعَآءِ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيْرِ، دُعَآءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ، وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ، وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ، وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهٗ.

أَللّٰهُمَّ يَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِيْدٍ، وَيَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيْدٍ، وَيَا قَرِيْباً غَيْرَ بَعِيْدٍ، وَيَا شَاهِداً غَيْرَ غَائِبٍ، وَيَا غَالِباً غَيْرَ مَغْلُوْبٍ، يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. يَا نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ، يَا زَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَيَا جَبَّارَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، يَا عِمَادَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، يَا قَيَّامَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ، وَ مُنْتَهَى الْعَائِذِيْنَ، وَالْمُفَرِّجَ عَنِ الْمَكْرُوْبِيْنَ، وَالْمُرَوِّحَ عَنِ الْمَغْمُوْمِيْنَ، وَمُجِيْبَ دُعَآءِ الْمُضْطَرِّيْنَ، وَيَا كَاشِفَ الْكُرَبِ، يَا إِلٰهَ الْعٰلَمِيْنَ، وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ . يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ۔ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. أَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْأَهْوَالِ وَالْأٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ أَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَآ أَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

أَللّٰهُمَّ صَلِّ صَلَاةً كَامِلَةً، وَ سَلِّمْ سَلَامًا تَامًّا عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ، تَنْحَلُّ بِهِ الْعُقَدُ، وَتَنْفَرِجُ بِهِ الْكُرَبُ، وَتُقْضٰى بِهِ الْحَوَائِجُ، وَ تُنَالُ بِهِ الرَّغَائِبُ، وَحُسْنُ الْخَوَاتِيْمِ، وَيُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ فِيْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَّنَفَسٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ.

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى.

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا.

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ڰ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا، اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا.

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ، رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ.

أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا كُلَّهَا، دِقَّهَا وَجِلَّهَا، عَلَانِيَتَهَا وَسِرَّهَا، أَوَّلَهَا وَآخِرَهَا، ظَاهِرَهَا وَبَاطِنَهَا.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتُوْبُ إِلَيْكَ مِنَ الْمَعَاصِي كُلِّهَا، لَا نَرْجِعُ إِلَيْهَا أَبَداً.

أَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَرَحْمَتُكَ أَرْجٰى عِنْدَنَا مِنْ أَعْمَالِنَا.

أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ رَحِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا.

أَللّٰهُمَّ إِنَّ قُلُوْبَنَا وَنَوَاصِيَنَا وَجَوَارِحَنَا بِيَدِكَ، لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ بِنَا، فَكُنْ أَنْتَ وَلِيَّنَا وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

أَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ، وَ زَيِّنْهُ فِي قُلُوْبِنَا، وَ كَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ.

أَللّٰهُمَّ أَعْطِ نُفُوْسَنَا تَقْوٰهَا، وَزَكِّهَا فَأَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا.

أَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّيَّةِ وَالْهُدٰى.

أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ، غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ، سِلْمًا لِّأَوْلِيَآءِكَ وَحَرْبًا لِأَعْدَآءِكَ، نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ أَحَبَّكَ، وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ مِنْ خَلْقِكَ.

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ، وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَآءِ، وَلِسَانِيْ مِنَ الْكِذْبِ، وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ.

أَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، أَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، أَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلاَ تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِيْنِنَا، وَلاَ تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلاَ تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لاَ يَخَافُكَ وَلاَ يَرْحَمُنَا. أَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَ أَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَأَرْضِنَا عَنْكَ وَأَرْضَ عَنَّا.

أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ عِلْماً نَّافِعاً، وَرِزْقاً وَّاسِعاً. وَشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَاءَ بِالْقَدْرِ.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ جُهْدِ الْبَلَآءِ، وَدَرْكِ الشِّقَآءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَآءِ.

أَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ إِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلاً وَأَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلاً إِذَا شِئْتَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، والعصمة من كل ذنب، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلاَمَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لاَ تَدَعْ لنا ذَنْبًا إِلاَّ غَفَرْتَهُ، وَلاَ هَمًّا إِلاَّ فَرَّجْتَهُ، وَلَا ضُرًّا إِلَّا كَشَفْتَهُ، وَلاَحَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلاَّقَضَيْتَهَا، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری خطاؤں سے در گذر فرما۔ گنہگار ہیں، خطاکار ہیں ، قصوروار ہیں ،اے اللہ! اب تک کی اپنی زندگی تیری نافرمانی میں گنوادی، جن کاموں کو کرنے کا تونے حکم دیا ان کو بجا نہیں لائے، اور جن کاموں سے منع کیا انہیں کا ارتکاب کرتے رہے، اے اللہ! تیری نعمتیں استعمال کرکے تیرا مقابلہ کرتے رہے، اے اللہ! ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرمادے۔ اگر تونے ہماری مغفرت نہیں فرمائی تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا، اے اللہ! گناہوں کی عادتیں ہمیں پڑچکی ہیں، عافیت کے ساتھ ان عادتوں کو چھڑوادے۔

اے اللہ! ہمارا ایک ایک عضو گناہوں میں مبتلا ہے، اے اللہ! تمام اعضاء کو تو اپنی اطاعت کے لیے قبول فرمالے۔ اے اللہ! گناہوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر بٹھادے۔ طاعات اور نیکیوں کی رغبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔

اے اللہ! تیری مرضیات پر زیادہ سے زیادہ چلاکر تیری نامرضیات سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما، نفس اور شیطان کی شرارتوں سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو ہماری زندگیوں میں خوشگوار انقلاب پیدا فرمادے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ! تیری نافرمانیوں والی زندگی سے نکال کر تیری فرمانبرداری والی زندگی عطا فرما۔

اے اللہ! گناہوں والی زندگی سے سچی پکی توبہ عطا فرما کر نیکیوں والی زندگی عطا فرما۔

اے اللہ! معصیت سے نجات عطا فرما کر طاعات کی توفیق عطا فرما۔ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! تقویٰ کی دولت سے ہمیں مالامال فرما۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنتوں اور طریقوں کو اپنی زندگی کے ہر ہر شعبے میں جاری کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقوں کی محبت اور غیروں کے طریقوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر بٹھا دے۔

اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! اپنے نیک بندوں کی راہوں پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! محض اپنے فضل سے اس کتاب کو شروع سے لے کر اخیر تک پہنچانے کی تو نے توفیق عطا فرمائی، اے اللہ! تیرے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ان ارشادات کو حرزِ جان بنا کر اپنی زندگیوں میں پورے طور پر اپنانے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اس کی محبت ہمارے دلوں کے اندر ڈال دے۔ اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ! محاسنِ اخلاق سے مزین فرما۔ ایمان ویقین عطا فرما، اسلام وطاعت عطا فرما۔ اے اللہ! زہدوورع سے مالامال فرما۔ اے اللہ! تقویٰ وطہارت سے نواز دے۔ اے اللہ! تسلیم ورضا، صبر وشکر کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! عفوومعافات سے نواز دے۔ تیری ذات عالی کے اوپر توکل واعتماد کی دولت عطا فرما۔ تیری معرفت ومحبت سے ہمارے قلوب کو منوّر فرما۔

اے اللہ! تمام محاسنِ اخلاق سے مزین فرما کر تمام رذائل سے پاک وصاف فرمادے، کفر وشرک سے، شقاق ونفاق سے نجات عطا فرما۔ اے اللہ! دنیا کی مال کی جاہ کی محبت سے ہمارے قلوب کو پاک صاف فرما۔ اے اللہ! عجب سے خود بینی وخود پسندی سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! بغض کینہ وحسد سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! تمام رذائل سے ہمیں پاک وصاف فرمادے۔

اے اللہ! اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرما۔ اس پر مداومت عطا فرما۔

اے اللہ! تیری یاد سے ہمارے دلوں کو آباد فرمادے۔

اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا، اور ہمیں اپنے سے راضی فرمالے۔

اے اللہ! زندگی کے ہر لمحے کو تیری اطاعت وفرمانبرداری میں گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ایک لمحے کے لیے بھی تیری نافرمانی میں مبتلا ہونے سے ہماری پوری حفاظت فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ! گناہوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر بٹھادے۔ اے اللہ! ہم تو بہت گنہگار ہیں ، تمام گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! پورے پوری مغفرت فرمادے۔ اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا۔ اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! تو ہماری، ہمارے والدین کی، ہمارے اہل و عیال کی، ہمارے بھائی بہنوں کی، ہمارے اعزاء واقارب کی، ہمارے اساتذہ ومشائخ کی، دوست واحباب کی، محسنین و متعلقین کی، جنہوں نے ہم کو دعاؤں کے لیے کہا یا لکھا، یا جو ہم سے دعاؤں کی توقع اور امید رکھتے ہیں ان کی اور تمام مؤمنین ومؤمنات، مسلمین ومسلمات پوری امتِ محمدیہ کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! تو ہمارے چھوٹے اور بڑے، ظاہر وپوشیدہ اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری سیئات کو حسنات سے مبدّل فرما۔

اے اللہ! تو ہماری تمام اولاد کو علومِ نافعہ، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ سے مالامال فرما۔ اپنی شانِ ربوبیت سے ان سب کی بہترین تربیت فرما۔ برے اخلاق سے، برے کردار و گفتار سے، برے عادات واطوار سے، بری صحبتوں اور برے ماحول کے برے اثرات سے، اور برے لوگوں کی بری عادتوں کا نشانہ بننے سے ان کی پورے پوری حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہمارے اہل وعیال کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما۔

اے اللہ! ہم سب کو صحت و قوت اور عافیت وسلامتی عطا فرما۔ ہر قسم کی ظاہری باطنی، روحانی جسمانی بیماریوں سے ہمیں شفاءِ کلّی عطا فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ! ہر قسم کی برائیوں سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! اس زمانہ کے روز مرّہ پیش آنے والے نئے نئے فتنوں سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔ ہمارے ایمان کی، ہمارے اعمالِ صالحہ کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرما۔

اے اللہ! تیرے دین کے لیے محنت کرنے والا ہمیں بنادے۔ اے اللہ! تیرے دین ہی کے لیے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنے والا بنادے۔ اے اللہ! تیری دی ہوئی ساری نعمتوں اور صلاحیتوں کو تیرے دین ہی کے لیے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

اے اللہ! تمام مدارسِ عربیہ، مکاتبِ قرآنیہ، مراکزِ دینیہ، خانقاہوں اور مساجد کی، تبلیغی اور دینی مراکز کی اور اے اللہ! تیرے دین کا کام جہاں کہیں بھی جن شکلوں میں ہو رہا ہے اور تیرے یہاں مقبول وپسندیدہ ہے ان سب کی بھرپور حفاظت فرما۔ کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرما۔ اے اللہ! جہاں مساجد کی ضرورت ہے ان کی تعمیر کی شکلیں پیدا فرما۔ جہاں مکاتب کا قیام ضروری ہے وہاں ان کے قائم ہونے کی صورتیں پیدا فرما۔ جہاں تبلیغی سلسلے جاری ہیں ان کی بھرپور نصرت فرما۔ اے اللہ! مدارس کی، مکاتب کی، تبلیغی جماعت کی، خانقاہوں کی اور مساجد کی؛ ہر قسم کے فتنوں سے پوری حفاظت فرما۔ اے اللہ! ان کاموں میں لگے ہوؤں کو اخلاص و استقامت، ہمت وحوصلہ عطا فرما۔ ان سب کی تمام ضروریات کی اپنے خزانۂ غیب سے کفالت فرما۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔ اے اللہ! باطل طاقتوں کو ختم فرمادے۔ اے اللہ! اسلام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوراہلِ اسلام کی بھرپور نصرت فرما۔اے اللہ! پورے عالم میں ان کے تعلق سے جو جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں،اے اللہ!عافیت کے ساتھ ان کو دور فرمادے۔

اے اللہ! مسلمانوں کو عزت و سرخروئی والامقام عطا فرما۔ ذلتوں سے حفاظت فرما۔اے اللہ!حضوراکرم (ﷺ) کا امتی جہاں کہیں بھی ہو،اس کے ایمان واسلام کی،جان ومال کی،عزت وآبروکی،اہل وعیال کی، تجارت وزراعت وکاروبار کی اوراس سے متعلق ہر چیز کی پوری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! حرمین شریفین کی حفاظت فرما۔اے اللہ! ہمارے عراقی بھائیوں کی اور فلسطینی بھائیوں کی بھرپور نصرت فرما۔اے اللہ!پورے عالم میں جہاں کہیں بھی مسلمان مظلومیت کا شکار ہیں ان کی نصرت فرما۔اے اللہ! مسلمان کو ظالم اور مظلوم بننے سے محفوظ فرمادے۔اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔اے اللہ!امن وامان کی فضائیں قائم فرما۔اے اللہ!ایمان واسلام کی دعوت کو ہمارے غیر مسلم بھائیوں تک پوری دل سوزی کے ساتھ پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔اوراس کے لیے مناسب تدبیریں اختیار کرنے کی توفیق عطافرما۔

اے اللہ! بیماروں کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطافرما۔اے اللہ!جو جس بیماری مبتلا ہے ان سب کو مکمل طور پر شفاعطافرما۔اے اللہ!جولوگ آسیب وسحر کا شکار ہیں ان کو اس کے اثرات سے نجات عطافرما۔جولوگ مہلک بیماریوں میں ہیں ان کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطافرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ! جو مقروض ہیں ان کے قرضوں کی ادائیگی کی شکلیں پیدا فرما۔ عافیت کے ساتھ ان کے قرضے اپنے خزانۂ غیب سے ادا کروادے۔

اے اللہ! جو کاروبار میں گھاٹے کا شکار ہیں اے اللہ! ان کے گھاٹے کو دور فرما کر دوبارہ نفع بخش تجارت ان کو عطا فرمادے۔ اے اللہ! کاروباری لائن سے جتنے بھی تیرے بندے پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان کی پریشانیوں کو دور فرمادے۔ اے اللہ! سب کو حلال برکت والی کشادہ روزی عطا فرما۔ حرام سے مکمل حفاظت فرما۔ ہماری تمام ضروریات کی اپنے خزانۂ غیب سے کفالت فرما کسی کا محتاج اور دست نگر نہ بنا۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! جن کی اولادیں نافرمان ہیں ان کی اولاد کو مطیع و فرمانبردار بنا کر ماں باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرمادے۔ اے اللہ! جنھوں نے اپنی اولاد کو حصولِ علمِ دین کے لیے وقف کیا ہے، اے اللہ! ان کی یہ تمنائیں اپنی اولاد کی طرف سے پوری فرما۔ ان کی ان تمام اولاد کو علومِ نافعہ، اعمالِ صالحہ، اور اخلاقِ فاضلہ سے مالامال فرما، ان کی طرف سے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرما۔ بری صحبتوں سے ان کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! جو بے اولاد ہیں ان کو اولادِ صالح عطا فرما۔ جو نرینہ اولاد کے خواہش مند ہیں ان کو نرینہ اولاد عطا فرما۔ جن کی اولاد شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ سب کو صالح جوڑ عطا فرما۔ جن کے لیے شادی کے اسباب نہیں ہیں عافیت کے ساتھ ان کو نکاح کے اسباب مہیا فرما۔ اے اللہ! جن کی ازدواجی زندگی تلخی کا شکار ہے ان کو ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرتیں عطا فرما۔ جو بے گھر ہیں ان کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھر عطا فرما۔ جو بے سہارا ہیں ان کو سہارا عطا فرما۔ جو جس مصیبت میں گرفتار ہے، اے اللہ! اس کو اس سے نجات عطا فرما۔

اے اللہ! تیرے بے شمار بندے قید و بند میں محبوس ہیں، اے اللہ! محض اپنے فضل سے ان کی رہائی کی شکلیں صورتیں پیدا فرمادے۔ اے اللہ! جو مقدمات میں ماخوذ ہیں ان کو عافیت کے ساتھ بری فرمادے۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔ پورے عالَم میں تیری اور تیرے دین کی نسبت پر تیرے جن بندوں کو گرفتار کیا گیا ہے اے اللہ! عافیت کے ساتھ ان کو رہائی عطا فرمادے۔ اے اللہ! سب پر اپنا فضل فرما۔

اے اللہ! ہم سب سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! تیرے جن جن بندوں کی جو جو حاجتیں ہیں، سب کے دلوں کے بھید سے اور دلوں کے حال سے تو واقف ہے اور تیرے خزانے بھرے ہوئے ہیں، اے اللہ! سب کی جائز مرادیں محض اپنے فضل و کرم سے پوری فرما۔

اے اللہ! تیرے جن بندوں نے دعاؤں کے لیے کہا یا لکھا، یا توقع اور امید رکھتے ہیں ان سب کی جائز مرادیں پوری فرمادے۔

اے اللہ! یہ سلسلہ جب سے چلا ہے، تو نے محض اپنے فضل سے آج اس کتاب کی تکمیل کی سعادت عطا فرمائی، اے اللہ! اس کے ترجمہ و تشریح میں کوئی کوتاہی اور غفلت ہوئی ہو تو محض اپنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فضل سے معاف فرما۔ اور جو کچھ بھی ہوا ہے اس کو محض اپنے فضل سے قبول فرمالے اور آئندہ مزید کی توفیق عطا فرمادے۔ اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ! تیرے تمام بندوں، کو سننے والوں سنانے والوں کو اور اس کے لیے سعی کرنے والوں کو بے انتہاء قبول فرمالے۔

اے اللہ ! حضور اکرم (ﷺ) نے جتنی خیر و بھلائی آپ سے مانگی، وہ سب ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما۔ اور جن شرور و برائیوں سے پناہ چاہی، ان سے ہماری اور پوری امت کی بھرپور حفاظت فرما۔ اے اللہ ! ہماری دعاؤں کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتمہ

اُسی کے فضل سے آغاز کا انجام ہوتا ہے

اُسی کی مہربانی سے جہاں کا کام ہوتا ہے

خداوندی تعلیم وہدایت کا جو سرمایہ خاتم النبیین، فخر دو عالم (ﷺ) کے طفیل دنیا کو میسر اہوا اس کے دو جزء ہیں: (۱) "قرآن مجید" جو لفظاً و معنیً کلام اللہ ہے۔ (۲) آپ (ﷺ) کے وہ ارشادات اور آپ کی وہ تمام قولی و عملی ہدایات وتعلیمات جو آپ، اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول، اس کی کتاب کے معلّم وشارح اور اس کی مرضی کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے امت کو دیتے تھے، آپ کی تعلیمات وہدایات کے اس حصہ کا نام و عنوان "حدیث اور سنت" ہے۔

نبیٔ کریم (ﷺ) تو اپنی عمر طبعی گزار کر اس دنیا سے تشریف لے گئے؛ لیکن ہمیشہ کے لیے انسانی دنیا کی رہنمائی کے واسطے اپنی لائی ہوئی تعلیم وہدایت کے یہ دونوں سلسلے یعنی قرآنِ کریم اور حدیث شریف اپنے پیچھے چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ذریعہ روشنی اور ہدایت عام کرنے کے ہر دَور میں ظاہری وباطنی انتظامات فرمائے، کہ یہ غور وتدبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی اور حضرت نبیٔ کریم (ﷺ) کے معجزوں میں سے ایک زندہ معجزہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان ہی خداوندی انتظامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس دَور میں کتاب و سنت کی جس قسم کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کے دلوں میں اس کا داعیہ پیدا کر کے ان کو اس کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں ،عہدِ نبوی سے لے کر اس وقت تک قرآن شریف وحدیث نبوی کی خدمتیں جن جن مختلف شکلوں میں انجام دی گئی ہیں، اگر کوئی تفکر کی نگاہ سے دیکھے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ جو کچھ ہوا، ہر دَور کی ضرورتوں کا ایک خداوندی انتظام تھا اور ہے، اور جن بندوں کے ذریعہ ہوا وہ صرف اور صرف آلہ کار ہیں:

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

ترجمہ: در حقیقت مشک آگیں خوشبو بکھیرنا تیری ہی زلفوں کا کمال ہے؛ لیکن یاروں نے کسی مصلحت سے یہ الزام غزالانِ دشت (جنگل کے ہرن) پر لگا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسی دَور میں اپنے ایک ناتواں بندے سے حدیثِ نبوی کی ایسی خدمتیں کرائیں جن کی اس دَور میں ضرورت تھی، اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ "حدیث کے اصلاحی مضامین" ہیں، جس کا پس منظر اور تکمیل کی کارگزاری آگے آرہی ہے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں اظہارِ شکر ومسرت کے لیے سجدہ ریز ہوں کہ اپنے ناتواں اور نااہل بندے سے ایک اہم کام لے لیا، یہ موقع انتہائی خوشی ومسرت کا ہے، اس موقع پر خوشی کے اظہار کی اصل موجود ہے، اور اکابر علمائے امت کا تعامل بھی۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تکمیل پر اظہارِ مسرت کی اصل

تاریخِ اسلام میں ایسے مبارک دنوں کی کمی نہیں تھی جن کی خوشی ہر سال اجتماعی طور پر منائی جاسکے، دنیا ہی کا نہیں اس پوری کائنات کا سعید ترین دن وہ تھا جس میں سرورِ کائنات فخر دو عالم حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دنیا میں تشریف لائے، یا وہ دن تھا جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبوت کا عظیم منصب عطا فرمایا گیا، اور دنیا کے لیے آخری پیغامِ ہدایت قرآن کریم کی شکل میں نازل ہونا شروع ہوا، اس دن کی عظمت بھی ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینۂ منورہ کو اپنا مستقر بناکر پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، اسی طرح اس دن کی شان وشوکت کا کیا ٹھکانہ جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تین سو تیرہ نہتے جاں نثاروں نے بدر کے میدان میں باطل کے مسلح لشکر کو شکستِ فاش دی اور جسے خود قرآنِ کریم نے "یوم الفرقان" (یعنی حق وباطل کے درمیان امتیاز کا دن) قرار دیا، اس دن بھی مسلمانوں کی بے انتہا فرحت ومسرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جب مکۂ مکرمہ فتح ہوا اور کعبے کی چھت سے پہلی بار حضرت بلالؓ کی اذان گونجی؛ غرض آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرتِ طیبہ میں ایسے جگمگاتے ہوئے دن بے شمار ہیں جنھیں مسلمانوں کے لیے جشنِ مسرت کی بنیاد بنایا جاسکتا تھا؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضور سرورِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیاتِ طیبہ کا ہر دن عظیم تھا، جس میں مسلمانوں کو کوئی نہ کوئی دینی یا دنیوی دولت نصیب ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیکن اسلام کی یہ شان نرالی ہے کہ، پوری امت کی سالانہ عید مقرر کرنے کے لیے اِن میں سے کسی دن کا انتخاب نہیں کیا گیا، اور دینی طور پر مسلمانوں کی لازمی سالانہ عید مقرر کرنے کے لیے یکم شوال اور ۱۰ر ذی الحجہ کی تاریخیں منتخب کی گئیں، جن سے بہ ظاہر تاریخ کا کوئی امتیازی واقعہ وابستہ نہیں تھا؛ بلکہ یہ دودن ایسے مواقع پر مقرر کیے گئے جن پر پوری امت ایک ایسی اجتماعی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتی ہے جو سال میں ایک بار ہی انجام دی جاتی ہے، عید الفطر اس وقت منائی جاتی ہے جب مسلمان رمضان المبارک میں نہ صرف روزوں کی تکمیل کرتے ہیں؛ بلکہ اس مقدس مہینے کے ایک تربیتی دور سے گذر کر اپنی روحانیت کو جلا بخشتے ہیں، اور عید الاضحی اس وقت منائی جاتی ہے جب ایک دوسری سالانہ عبادت یعنی حج کی تکمیل ہوتی ہے، اور لاکھوں مسلمان عرفات کے میدان میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعائیں کرکے ایک نئی زندگی کا آغاز کر چکے ہوتے ہیں، اور جو لوگ براہ راست حج میں شریک نہیں ہوسکے وہ قربانی کی عبادت انجام دیتے ہیں۔ اس طرح اسلام نے اپنے پیرووں کے لیے سالانہ عید منانے کے واسطے کسی ایسے دن کا انتخاب نہیں کیا جو ماضی کے کسی یادگار واقعہ سے وابستہ ہو، اس کے بہ جائے مسلمانوں کی عید ایسے واقعات سے وابستہ کی گئی ہے جو تکمیل عبادت سے متعلق ہے۔

الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دینا: اس آیت کے نزول کی خاص شان ہے: عرفہ کا دن ہے جو تمام سال کے دنوں میں "سید الایام" ہے، اور اتفاق سے یہ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا جس کے فضائل معروف ہیں، مقام میدان عرفات کا جبل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رحمت کے قریب ہے جو عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزولِ رحمت کا خاص مقام ہے، وقت عصر کے بعد کا ہے جو عام دنوں میں بھی مبارک وقت ہے، اور خصوصاً یوم جمعہ میں کہ قبولیتِ دعا کی گھڑی بہت سی روایات کے مطابق اسی وقت آتی ہے، اور عرفہ کے روز اَور زیادہ خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہونے کا خاص وقت ہے، حج کے لیے مسلمانوں کا سب سے بڑا پہلا عظیم اجتماع ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ ٴکرام رضی اللہ عنہم شریک ہیں، رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ ٴکرام کے ساتھ جبلِ رحمت کے نیچے اپنی ناقہ ٴ عضباء پر سوار ہیں، اور آپ حج کے بڑے رکن یعنی وقوف عرفات میں مشغول ہیں؛ ان فضائل وبرکات اور رحمتوں کے سایہ میں یہ آیتِ کریمہ رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔

ایک مرتبہ چند علمائے یہود حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: تمھارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول پر ایک ''جشنِ عید'' مناتے، فاروق اعظمؓ نے سوال کیا کہ: وہ کون سی آیت ہے؟ انھوں نے یہی آیت اليوم أكملت لكم دينكم پڑھ دی، حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ: ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی؟ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لیے دوہری عید کا دن تھا: ایک عرفہ، دوسرے جمعہ۔

اس کائنات میں اکمالِ دین اور اتمامِ شریعت کے مبارک دن سے کوئی بڑا بابرکت دن نہیں ہو سکتا، اس مسعود دن میں حضرات صحابہ ٴکرامؓ بے حد مسرور وخوش ہوئے، تفسیر رازی وغیرہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے الفاظ ہیں: روي أنه (صلی اللہ علیہ وسلم) لما قرأ هذه الآية على الصحابة فرحوا جدا وأظهروا السرور العظيم یعنی بیان کیا گیا ہے کہ: نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب آیت کریمہ الیوم أکملت إلخ صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنائی، تو صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوئے اور بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی نعمت کے حصول پر مختلف انداز سے مسرت کا اظہار صرف جائز ہی نہیں؛ بلکہ امرِ مستحسن ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک ارشادات اور قولی و عملی ہدایات وتعلیمات، قرآن مجید ہی کی شرح وبیان ہے۔ آج احادیث مبارکہ کا ایک مستند مجموعہ (ریاض الصالحین اور اس کی تشریح) پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس پر ہم جتنے خوش ہوں کم ہے۔

حضرات اکابر کا معمول

متقدمین نے ایسے مبارک مواقع پر مختلف انداز سے خوشی کا اظہار کیا، کتبِ تواریخ وسیر میں کسی تصنیف کی تکمیل پر جشن منانے کے واقعات موجود ہیں، اکابر علمائے دیوبند، ہمارے سلسلے کے بزرگوں اور موجودہ اکابر کے واقعات میں بھی کسی کتاب کے اختتام پر اظہارِ مسرت اور انعقادِ تقریب کے دل چسپ نمونے موجود ہیں جو ہمارے لیے بہترین اسوہ ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تکمیلِ بذل المجہود پر حضرت سہارن پوریؒ کا اظہار مسرت اور دعوت

(۱) سنن ابی داود کی بے شمار شروحات لکھی گئی ہیں، جن میں مختصر اور مفصل ہر طرح کی شروح موجود ہیں؛ لیکن دورِ آخر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مہاجر مدنیؒ نے "بذل المجہود" کے نام سے جو شرح لکھی ہے، وہ اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ "بذل المجہود" مکمل ہونے پر حضرت سہارنپوریؒ کس قدر مسرور تھے اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ کی تحریر سے کیجیے، فرماتے ہیں:

"بذل کے ختم پر حضرت کو اس درجہ مسرت وخوشی ہوئی کہ جس کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی خوشی نہیں کرسکتی، ہفت اقلیم کی سلطنت کا ملنا انتہائے خوشی کا محاورہ استعمال کیا جاتا ہے؛ مگر اہل اللہ کو دنیوی لذتوں کے حصول میں تو خوشی مفقود ہوجاتی ہے؛ اس لیے میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت کی اس خوشی کا اندازہ ناظرین کو کراسکوں"۔

آپ نے ختم پر ۲۳/ شعبان یوم جمعہ کو علمائے مدینہ اور احباب حاضرین کی ضیافت کا سامان کیا، اور خاص اپنے پیسہ سے اور بڑے اہتمام کے ساتھ عربی طرز کی ضیافت کا سامان کیا، کہ آپ کا رُواں رُواں شکرِ الٰہی میں چور اور انعامِ باری تعالیٰ پر اتنا فرحاں ومسرور تھا کہ اس کا اندازہ وہیں کے رہنے والے حاضر باش حضرات نے کیا ہوگا۔ آپ نے دعوت کے خطوط طبع کرائے اور ایک بڑے پیمانہ پر "جیرانِ رسول" کی میزبانی کا شوق پورا کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اِس خوشی کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ان دعوتی خطوط میں حضرت نے اپنے ہندی خدام کو بھی فراموش نہ فرمایا، اور ہر چند کہ سمندر پار شرکت محال تھی؛ مگر اس اطلاع کے لیے کہ حق تعالیٰ نے یہ مبارک وقت دیکھنا نصیب فرمایا جس کی بہ ظاہرِ اسباب کوئی توقع نہ تھی، اس کی خوشی میں اپنے جن دوستوں کو ہندوستان رہتے وقت شریکِ دعوت فرماتے، ان کو بھی خطوط بھیجے کہ تصور وخیال میں تو وہ شریکِ ضیافت تھے ہی، چناں چہ بندۂ ناچیز کو بھی دعوتی خط بھیجا اور تحریر فرمایا کہ:

"گذشتہ ہفتہ میں بحمد اللہ "بذل المجہود" کی پانچویں جلد سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فراغت ہوگئی، فالحمد للہ علیٰ ذلک. بدھ کو اختتام ہوا، اور جمعہ کو مدینۂ منورہ کے علما وفضلا کی دعوت کا جلسہ قرار پایا۔ بہ جز کھانے کے اَور کسی تقریر وغیرہ کا نظم نہیں کیا گیا؛ البتہ دعوتی خطوط طبع کیے گئے، جو آپ حضرات کی مسرت کے لیے آپ کے پاس بھی ارسال ہیں"۔

مولانا سید احمد صاحب مہاجر فیض آبادی نے - جن کے مکان پر حضرت کا قیام تھا اور وہ حضرت کی اس روحانی مسرت کا پہلے سے خوب اندازہ فرما رہے تھے - بندہ کو اس طرح تحریر فرمایا:

"تعلیقِ ابوداود قریب الختم ہے، حضرت مُدّظلّہ کی طرف سے سب خدام کی دعوت ہوگی، کاش! آپ بھی رونق افروز ہوتے۔ غالب گمان ہے کہ ۲۵/ شعبان سے پہلے ختم ہوجائے گی؛ لہٰذا اس تاریخِ مذکورہ تک عریضہ پہنچنا تو مشکل معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے جب بھی عریضہ پہنچ جائے آپ اس خوشی کی دعوت کی نیت سے اچھے اچھے کھانے گھر میں پکوا کر سب گھر بھر مل کر کھا لیجیے۔ ہم دور افتادوں کو بھی یاد کر لیجیے، جس طرح کہ ہم آپ کو یاد کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ فقط"

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! اس خوشی کے وقت حضرت نے اپنے اُن خدّام کو جو نظروں سے دور تھے؛ مگر دل سے دور نہ تھے، اس طرح شریک کیا کہ دعوتی خطوط ہر ایک کے نام جدا جدا آئے، اور لکھا کہ خیالی شرکت تم صاحبوں کی ضرور ہے، اور مسرت کے لیے خطِّ مطبوعہ ارسال ہے۔ وہ مطبوعہ خط جو مدینۂ منورہ کے مطبعة طيبة القيحاء میں طبع ہوا، اور مدعو کا نام قلم سے لکھنے کے لیے جگہ چھوٹی ہوئی تھی، یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده عالى

حضرت الشيخ..............................المحترم مد فيوضهم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد: فقد منّ الله على الداعي أن مَنَحَه بتاليف بذل المجهود في حل أبي داود. وجعل ختامه ببلدة صاحب المعجزات عليه وعلى آله أفضل الصلوات وأزكى التسليمات، جعله الله خالصا لوجهه الكريم ونفع به الإسلام والمسلمين آمين.

فنؤمل تشريفكم بعد صلاة الجمعة في ۲۳ شعبان ۱۳۴۵ھ إلى مدرسة العلوم الشرعية الكائنة في زقاق البدور لتناول ما حضر؛ إتماما للمسرة بقدومكم وشكراً لله تعالى.

والسلام

داعيكم: خادم الطلبة خليل أحمد عفي عنه

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ: سلام کے بعد! عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس داعی پر احسان فرمایا کہ ”بذل المجهود في حل ابي داود“ کی تالیف عطا فرمائی اور اُس کا اختتام صاحبِ معجزات (ﷺ) کے شہر میں قرار دیا، اللہ تعالیٰ اس کو صرف اپنی کریم ذات کے لیے قرار دیں اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ۲۳/ شعبان ۴۵ھ جمعہ کی نماز کے بعد ”مدرسۃ العلوم الشرعیۃ“ واقع: گلی زقاق البدور میں ماحضر تناول فرمانے کے لیے تشریف لائیں؛ تاکہ آپ کی تشریف آوری سے مسرت کی تکمیل ہو اور حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا ہو۔

والسلام

الداعي: طلبہ کا خادم خلیل احمد عفی عنہٗ

لامع الدراری کی تکمیل پر حضرت شیخ کی شادمانی

حضرت سہارنپوری کے فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا کہ، بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ -جو اکابر علمائے دیوبند کی ایک ایک ادا پر قربان ہونے کو اپنی سعادت جانتے تھے- نے جب ۱۳۸۸ھ میں ”لامع الدراری علیٰ جامع البخاری“ پر تعلیقات کا اختتام کیا (یہ لامع حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات درس بخاری ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے آنکھوں میں نزولِ آب کی حالت میں حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کو صحاح ستہ پڑھائی تھی، اس کی تقریر کو حضرت مولانا نے درس کے بعد عربی زبان میں محفوظ کرلی تھی، جس کو بعد میں حضرت شیخ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے اپنے قیمتی حواشی اور وجیز مقدمہ کے ساتھ مزین کر کے طبع فرمایا تھا۔ اس موقع پر حضرت شیخؒ نے بڑی مسرت کے ساتھ بہ طورِ شکرانہ شاندار دعوت کا اہتمام فرمایا تھا۔

تکملۂ فتح الملہم کی تکمیل پر شیخ الاسلام کا سرور وابتہاج

۱۴۱۵ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے صحیح مسلم کی نادر المثال شرح (فتح الملہم) کی تکمیل فرمائی، تو جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں اظہارِ تشکر ومسرت کے طور پر تاریخی تقریب منائی، جس میں بڑے بڑے علما موجود تھے، جنھوں نے حضرت مولانا عثمانی کو مبارک بادیاں پیش فرمائیں اور خود حضرت نے ”ایک خوشی کا واقعہ“ سے اِس پر مضمون لکھ کر ”جنگ“ اخبار میں شائع کروایا، جو بعد میں ”فکر و نظر“ کے مجموعۂ مضامین میں شامل کیا گیا۔ وہ اپنے اس مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر ۱۹۷۶ء میں اِس شرح کی تکمیل کا کام شروع کیا تھا، ”تکملۂ فتح الملہم“ کے نام سے اس کی چار ضخیم جلدیں اب تک شائع بھی ہوچکی ہیں، اپنی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر میں بہ مشکل ڈیڑھ، دو گھنٹہ یومیہ اس کام میں صرف کرپاتا تھا اور پے در پے سفروں کی وجہ سے بیچ میں طویل وقفے بھی آجاتے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اٹھارہ سال نو مہینے کے بعد اِس ہفتے [۳۰/ اگست

۱۹۹۴ء کو] یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا، ایک طویل سفر کے مسافر کو منزل پر پہنچ کر جو سرور اور سکون میسر آتا ہے دِل نے چاہا کہ اپنے قارئین کو بھی اس کی مسرت میں شریک کروں الخ“

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم تو مارے خوشی کے بے تحاشا رو پڑے، چناں چہ فرماتے ہیں:

جس دن انہوں نے یہ کام (تکملۂ فتح الملہم) مکمل کیا، ظہر سے پہلے کا کچھ وقت تھا، یہ (مؤلف مدظلہ) خوشی خوشی سارے مسودے اٹھا کر میرے پاس تشریف لائے، جب انہوں نے یہ سارے رجسٹر میرے سامنے رکھے تو میں بے تحاشا رو پڑا، کہ آج دنیا میں اس کی قدر کرنے والے شاذ و نادر ہی رہ گئے، آج ان اکابر کا سایہ بھی ہمارے سروں سے اٹھ چکا ہے جن کی تمنائیں بار آور ہوئیں“۔

بہر حال! ریاض الصالحین کی اس شرح کی تکمیل پر خوشی کا اظہار ایک فطری امر ہے، اس سلسلہ میں بھی مذکورہ اکابر کے نمونے ہمارے سامنے ہیں، احقر نے چوں کہ اس شرح میں جگہ جگہ ہمارے اکابر کے واقعات ملفوظات کا سہارا لیا ہے، ان سے استدلال کیا ہے؛ اس لیے خاتمہ میں بھی ان کا مبارک اسوہ ذکر کیے بغیر رہا نہیں جاتا۔ حاشا وکلّا ان واقعات سے ہر گز یہ مقصود نہیں کہ ”حدیث کے اصلاحی مضامین“ ان کی کتب کے ہم پلہ ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک — کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

پاک حضرات کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کر، اگرچہ لکھنے میں شَیر اور شِیر ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں؛ لیکن شیر آدمی کو کھاتا ہے، اور شِیر (دودھ) کو آدمی استعمال کرتا ہے۔

"بذل المجہود" سے صرف ظاہری اِتنی مناسبت ہے کہ "بذل" کی تکمیل مدینہ منورہ کی مبارک فضا میں ہوئی اور احقر کی اِس کتاب کا آخری درس مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً کے صحن میں لکھا گیا، کیا بعید ہے کہ باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بابرکت جگہ میں بابرکت بندوں کے ساتھ مشابہت کو قبول فرماکر نواز دیں۔

تیرے خلیل کی یارب! شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کتاب کا پس منظر

سیدی ومولائی فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی وفاتِ حسرت آیات (۱۴۱۷ھ) کے بعد سورت میں مقیم معتقدین ومنتسبین خصوصاً محب مکرم مولانا محمد علی منیار زید مجدہم ومکارمہم (مجاز حضرت فقیہ الامتؒ) کا تقاضا واصرار رہا کہ، کسی ایک دن آپس میں مل بیٹھنے کی کوئی صورت نکالی جائے، اپنی نااہلیت کی بنا پر کچھ عرصہ تک اس کو عملی جامہ پہنانے میں تردّد رہا، اسی دوران حضرت اقدس قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ (م ۱۴۱۹ھ) کا ورودِ مسعود ہوا، حضرت فقیہ الامت کے وصال کے بعد اہم امور میں احقر حضرت باندوی کی طرف رجوع کرتا تھا، احقر نے حضرت کا عندیہ معلوم کرنے کی غرض سے احباب کی مذکورہ خواہش اور اصرار کا تذکرہ کیا، تو حضرت نے بڑی حوصلہ افزائی کے ساتھ تاکید فرمائی کہ یہ سلسلہ ضرور شروع کیا جائے اور خوب دعائیں دیں، اس کے بعد کچھ ڈھارس بندھی اور ہمت کرکے شب یکشنبہ مل بیٹھنے کے لیے طے ہوئی۔ یہ رات طے کرنے کی وجہ لوگوں کی سہولت ہے، کاروباری اور ملازم حضرات عام طور پر اتوار کو فارغ ہوتے ہیں؛ اس لیے رات کو صبح کام کاج پر جانے کا فکر نہیں ہوتا ہے، اس پروگرام میں عشاء کی نماز کے بعد ”ریاض الصالحین“ سنانا طے پایا، نیت یہ تھی کہ احباب کی معیت میں دین کی باتوں کے مذاکرہ سے خود بھی مستفیض ہوں گا۔ اس مجلس میں ہونے والے حدیث کے مضامین کو بہ ذریعۂ کیسٹ ضبط کرنے کا اہتمام دوسری مجلس ہی سے عزیز مکرم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مولوی عبد المنان بن شیخ محمد منیار صاحب سلمہٗ (فاضلِ جامعہ ڈابھیل) نے کیا، جس کا سلسلہ اخیر تک برابر جاری رہا۔ اس وقت عزیز موصوف ہی نے بعض احباب کی حوصلہ افزائی اور ترغیب پر ان مجالس کو کیسٹ میں (اور بعد میں سی ڈی میں) محفوظ کر کے بہ غرضِ افادہ اس کو بالاقساط اشاعت کی خواہش ظاہر کی تھی، اور دیگر احباب نے بھی ان کی تائید کی، غور وخوض کے بعد اپنے لیے باعثِ اجر وثواب اور ذریعۂ نجات سمجھ کر احقر نے بھی اشاعت کی اجازت دے دی تھی، الحمدللہ یوں یہ سلسلہ جلد پندرہ پر اپنی انتہاء کو پہنچا۔

تشکر وامتنان

"ریاض الصالحین" شروع کرتے وقت دُور دُور تک وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ آئندہ اسے محفوظ ومطبوع شکل دی جائے گی، اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کے تحت جب یہ کام وجود میں آہی گیا تو:

اوّلاً: اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے بعض بندوں کے دلوں میں کتاب کے مضامین ضبط کر کے تنقیح وتہذیب کی توفیق بخشی؛ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ احقر کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ثانیاً: نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاک کلام کی برکت ہے، کہ جس کی تاثیر نے سامعین اور احباب کو متأثر کیا۔

ثالثاً: حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی توجہات اور دعاؤں کی برکت جن کے ارشاد؛ بلکہ حکم سے یہ مبارک سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت اقدس سید

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ کی دعا کی برکت ہے جو جلد اول کی تقریظ میں مرقوم ہے کہ: ''اللہ کرے کہ بقیہ قسطیں بھی جلد از جلد منظر عام پر آویں''۔

کتاب کے مضامین ضبط کرنے سے قابلِ طباعت بنانے میں جن جن احباب نے معاونت کی ہے ان کی فہرست طویل ہے، احقر ان تمام حضرات کا دل سے شکر گزار ہے، بالخصوص عزیز مکرم مولوی عبد المنان بن شیخ محمد منیار سلمہٗ سورتی کا، کہ موصوف نے شروع سے اخیر تک مضامین کی کتابت، تہذیب اور تیاری میں بہ طور خاص جس عرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے، اور جس قابلیت اور سلیقے کے ساتھ عناوین قائم کرنے میں محنت کی ہے، ان کو خراجِ تحسین پیش نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی۔

اسی طرح عزیز مکرم مفتی محمد طاہر سلمہٗ سورتی (فاضلِ جامعہ ڈابھیل) کا ممنون ہوں کہ ہر جلد کی ابتدا میں اداریہ تحریر کرکے اس جلد کے مضامین کا لب لباب اور عطر کشیدہ پیش کرنے میں غیر معمولی محنت اٹھائی ہے۔ اسی طرح دیگر مخلصین و محبین حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی بھی نوع کا تعاون پیش کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کو علم، عمر اور عمل میں ظاہری و باطنی ترقیات سے مالامال فرمائے، اور ان کو صدق و اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی بیش از بیش توفیقِ ارزانی نصیب کرے۔

میرے جن بزرگوں اور اہلِ علم نے کتاب پر تقاریظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے، اُن کا بھی دِل کی گہرائی سے ممنون ہوں کہ اُن حضرات نے احقر کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے میری حیثیت سے بڑھ کر وقیع کلمات تحریر فرمادیے ہیں۔ فجزاهم الله تعالىٰ خيراً وّأحسن الجزاء في الدارين

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنے ناقص الفاظ میں دعا دینے کے بہ جائے دعا کرتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ تمام محسنین کو احادیث کی حفاظت اور نشر واشاعت کے بارے میں نبیٔ کریم (ﷺ) کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے حسبِ ذیل الفاظ مبارک اور مقبول دعا کا مصداق بنائے:

نضّر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها (اللہ تعالیٰ اُس بندہ کو ترو تازہ رکھے (یعنی اُس کی قدر و منزلت بڑھائے اور دین و دنیا میں اُس کو بہت زیادہ خوش وخرم رکھے) جس نے میری بات (حدیث) سنی، اور پھر اس کو یاد کیا اور ہمیشہ یاد رکھا اور پھر اس کو جس طرح سنا تھا اُسی طرح لفظ بہ لفظ دوسرے لوگوں تک پورا پورا پہنچایا (یعنی الفاظِ حدیث کی بھی روایت کی اور اُس کے معنی ومراد اور مطالب بھی بتائے اور سمجھائے)۔

من حفظ علیٰ أمتي أربعين حديثا من أمر دينهم بعثهُ الله يوم القيامة فقيها عالما (جو شخص میری امت کے لیے امورِ دین سے متعلق چالیس حدیثیں حفظ کرلے، بروز قیامت اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو طبقۂ علماء وفقہاء کے زمرے میں سے اٹھائے گا)۔

سیدنا انسؓ کی ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ، نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: من حفظ علیٰ أمتي أربعين حديثا مما يحتاجون إليه من الحلال و الحرام كتبه الله فقيها عالما (جو شخص میری امت کے لیے حلال وحرام کے مسائل سے متعلق چالیس ایسی احادیث یاد کرے، جن کی انہیں ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ اسے عالم اور فقیہ لکھ دے گا)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سیدنا ابن عباسؓ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ، رحمت دو عالم(ﷺ) نے فرمایا: من حفظ علیٰ أمتی أربعین حدیثا فی السنة کنتُ له شفیعا یوم القیامة(جو شخص میری امت کے لیے میری سنتوں سے متعلق چالیس احادیث یاد کرلے، بروز قیامت اس کی شفاعت کروں گا)۔

سیدنا عبد اللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ شافعِ محشر(ﷺ) نے فرمایا: من حفظ علیٰ أمتی أربعین حدیثا ینفعهم الله بها قیل له أدخل من أی أبواب الجنة شئت(جو شخص میری امت کے لیے چالیس احادیث یاد کرلے جس سے اللہ پاک انہیں نفع دے، تو اس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جا)

وفی روایة ابن عمر: کُتِب فی زمرة العلماء وحُشِر فی جملة الشهداء. حضوراکرم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص میری امت کے فائدہ کے واسطے دین کے کام کی چالیس احادیث یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عالموں کی جماعت میں شامل فرمادے گا، اور قیامت کے دن شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا۔

من حفظ ... کنتُ له یوم القیامة شافعا وشهیدا. (شعب الإیمان) جو شخص میری امت کے فائدہ کے واسطے دین کے کام کی چالیس احادیث یاد کرے گا، میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔

(الروایات فی هذا الباب کثیرة بألفاظ مختلفة. انظر: کنز العمال، الباب الثالث فی آداب العلم، وفیه فصلان: الفصل الأول فی روایة الحدیث وآداب الکتابة)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اعتذار

اِس کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے؛ بلکہ احباب کی مجلس میں بہ نیتِ درس کی ہوئی باتیں ہیں جو کیسٹوں اور سی ڈی کی مدد سے تیار کی گئی ہیں؛ لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے، خطاب برجستہ ہوتا ہے، جب تقریر مرتب کر کے لائی گئی تو اگرچہ اس پر نظرِ ثانی کی گئی ہے، پھر بھی اس میں ایک بشر ہونے کے ناطے زبانی تعبیر کی کمزوری رہنا مستبعد نہیں؛ بلکہ مسامحات کا ہونا قرینِ قیاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب: قرآن مجید کے علاوہ کسی بھی کتاب کے بارے میں تسامح سے خالی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کتاب الرسالہ کو حضرت سیدنا امام شافعیؒ کی خدمت میں اَسّی سے زائد بار پڑھا، اِسی دوران آپ ہر بار کسی نہ کسی غلطی پر مطلع ہوتے رہے، یہاں تک کہ بالآخر تھک کر فرمانے لگے: هيه! أبى الله أن يكون كتابا صحيحا غير كتابه. لہٰذا اِس کتاب میں کسی صاحب کو غلطی نظر آئے تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں، احقر ایسے حضرات کو اپنا محسن سمجھے گا، اور ان کے شکریہ کے ساتھ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح و تدارک کی کوشش کی جائے گی ان شاء اللہ۔ سرِ دست اس وقت دو تسامح کی نشان دہی کی جاتی ہے:

(۱) جلد ششم (ص:۲۵۷) میں "باب زيارة أهل الخير ومجالستهم وصحبتهم ومحبتهم" میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ میں ایک عنوان "حضرت موسیٰ علیہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

السلام کی گوشمالی" نام سے ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے لیے گوشمالی کا لفظ مناسب نہیں، اس سے سوئے ادب کی بو آتی ہے، آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ یہاں عنوان میں یہ ترمیم کی جائے گی: "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو من جانب اللہ سبق"۔

(۲)اسی جلد میں ص/۲۵۵ میں چھپا ہے:

"حُقُب" یہ "حُقُبَۃٌ" کی جمع ہے، تیس سال کو کہا جاتا ہے۔اور "حُقُبَۃٌ" جمع ہے،اور عربی میں جمع کا صیغہ کم سے کم تین پر بولا جاتا ہے،اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک سو بیس سال ہو جاتے ہیں۔ انتھیٰ۔

آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ حسبِ ذیل ترمیم ہو گی:

حقباً، حقبة کی جمع ہے، اہل لغت نے کہا کہ: "حُقُبَۃٌ" اَسّی سال کی مدت ہے، بعض نے اُس سے زیادہ کو "حُقُبَۃٌ" قرار دیا، صحیح یہ ہے کہ زمانۂ دراز کو کہا جاتا ہے، تحدید و تعیین کچھ نہیں ۔(معارف القرآن، سورۂ کہف ۵/۶۰۹)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آخری گزارش

سنا ہے کہ بعض احباب "حدیث کے اصلاحی مضامین" کو مساجد و مجالس میں سنانے کا اہتمام کرتے ہیں، جب کہ بعض مدرسین "ریاض الصالحین" کے مطالعہ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں، متعدد حضرات نے روبہ رو اور بذریعۂ فون کتاب کے مضامین کی افادیت کا اظہار بھی فرمایا، فللہ الحمد والمنة. ایسے تمام باتوفیق ناظرین و سامعین سے گزارش ہے کہ: کتاب کا مطالعہ وسماعت خالص علمی سیر کے طور پر ہرگز نہ کیا جائے؛ بلکہ آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ کرنے کے لیے اور عمل وہدایت اور اپنی اصلاح کی نیت سے کیا جائے، نیز مطالعہ کے وقت نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت ومحبت کو دل میں ضرور مستحضر و متصور کیا جائے، اور اس طرح ادب وتوجہ سے پڑھا جائے، سنا جائے کہ گویا حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں، اور آپ ارشاد فرما رہے ہیں اور ہم سن رہے ہیں؛ اگر اس کا اہتمام کیا گیا تو اس کے انوار وبرکات روزِ روشن کی طرح ان شاء اللہ نقد نصیب ہوں گے۔ وباللہ التوفیق۔

دل سے دعا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کتاب کے مضامین کو ہم سب کے لیے مفید ونافع بنائے، اور آخرت میں ذخیرہ ونجات کا ذریعہ بھی۔ آمین بحرمة سید المرسلین وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین.

أملاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ قبیل الجمعہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”حدیث کے اصلاحی مضامین“ کی تمام جلدوں کی **اجمالی فہرست**

جلد اول (۱)

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	اخلاص	۳۳
۲	توبہ	۹۵
۳	صبر	۲۱۳

جلد دوم (۲)

۱	صدق	۳۱
۲	مراقبہ	۵۷
۳	تقویٰ	۱۳۱
۴	یقین وتوکل	۱۶۳
۵	استقامت	۲۳۷
۶	خدا کی مخلوق میں غوروفکر	۲۶۱
۷	نیکی کی طرف لپکنا	۲۶۷
۸	مجاہدہ	۳۲۷

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد سوم (۳)

۱	اخیر عمر میں نیکیوں کی کثرت	۴۷
۲	نیکی کے راستے بہت ہیں	٦۳
۳	عبادات میں درمیانی راہ	۱۱۵
۴	اعمال کی پابندی	۱۷۵
۵	سنتوں کا اہتمام	۱۹۱
٦	حکم الٰہی کی تابعداری	۲۵۱
۷	بدعات سے ممانعت	۲۷۵
۸	کسی نیک یا برے عمل کی بنیاد ڈالنا	۳۰۱
۹	بھلائی کی طرف رہنمائی	۳۲۱
۱۰	نیکی اور تقویٰ میں مدد و تعاون	۳۴۳
۱۱	خیر خواہی اور بھلائی	۳۵۹
۱۲	بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا	۳۷۱
۱۳	قول اور عمل میں تضاد پر سخت سزا	۴۲۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد چہارم (۴)

۱	ادائے امانت کی تاکید	۳۳
۲	ظلم کی حرمت	۱۱۱
۳	مسلمانوں کی عزتوں کا احترام	۱۸۴
۴	پردہ دری کی ممانعت	۲۷۲
۵	مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنا	۲۸۹
۶	سفارش کرنا	۲۹۶
۷	آپس کے تعلقات درست کرانا	۳۱۱
۸	خستہ حال مسلمانوں کی فضیلت	۳۸۱

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد پنجم (۵)

۱	یتیم اور لڑکیوں کے ساتھ نرم روی ومہربانی	۳۳
۲	عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید	۱۰۵
۳	بیوی پر شوہر کے حقوق	۲۲۱
۴	اہل وعیال پر خرچ کرنا	۲۴۴
۵	محبوب اور عمدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا	۲۹۵
۶	تعلیم وتربیتِ اولاد	۳۱۱
۷	پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید	۳۵۱

جلد ششم (۶)

۱	والدین کی نافرمانی اور رشتہ داری کے حقوق ادا نہ کرنے کی حرمت	۲۹
۲	والدین کی نافرمانی اور رشتہ داری کے حقوق ادا نہ کرنے کی حرمت	۱۱۵
۳	والدین، رشتہ دار اور بیوی کے تعلق والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید	۱۳۷
۴	اہلِ بیت کے اکرام کی فضیلت	۱۵۹
۵	علماء، بڑوں اور فضل و کمال والوں کا احترام و تعظیم کرنا	۱۸۹
۶	نیک لوگوں کی زیارت اور صحبت میں جانا اور ان سے محبت رکھنا	۲۴۷
۷	اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھنے کی فضیلت اور اس کی تاکید	۳۱۹
۸	اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت رکھنے کی نشانیاں	۳۷۱
۹	نیک اور کمزوروں کو تکلیف دینے سے اپنے آپ کو بچانا	۴۰۷
۱۰	ظاہر کے مطابق معاملہ کرو دل کا حال اللہ کے حوالے کرو	۴۲۵

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد ہفتم (۷)

۱	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان	۳۳
۲	اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان	۷۷
۳	اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کی فضیلت	۲۰۹
۴	خوف اور امید کو جمع کرنا	۲۲۵
۵	اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کی محبت میں رونے کی فضیلت	۲۳۹
۶	دنیا سے بے رغبتی کی فضیلت	۲۶۷
۷	بھوک وفاقہ برداشت کرنا اور سادہ زندگی بسر کرنا	۳۷۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد ہشتم(۸)

۱	قناعت اختیار کرنا، سوال سے بچنا، معیشت میں میانہ روی	۳۹
۲	بغیر سوال اور اشرافِ نفس کے کوئی چیز ملے؛ اس کو لینا	۸۱
۳	کمانے کے لیے محنت کرنے اور سوال و سوالی جیسی صورت بنانے سے بچنے کی ترغیب	۸۹
۴	سخاوت اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرنا	۹۵
۵	بخل اور لالچ ملے ہوئے بخل کی مذمت	۱۳۹
۶	ایثار اور غم خواری	۱۴۵
۷	آخرت کے کاموں میں سبقت لے جانے اور برکت والی چیز کو زیادہ حاصل کرنے کا اہتمام کرنا	۱۵۷
۸	شکر گزار مالدار کی فضیلت	۱۶۳
۹	موت کے یاد کرنے اور تمناؤں کو مختصر کرنے کا بیان	۱۸۱
۱۰	مردوں کے لیے قبرستان جانے کا مستحب ہونا، اور وہاں کے اعمال	۲۱۵
۱۱	مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا	۲۳۳
۱۲	احتیاط سے کام لینا اور مشتبہ سے بچنا	۲۴۷

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۱۳	خلوت گزینی کا مستحب ہونا	۲۷۳
۱۴	لوگوں سے اختلاط کی شرائط	۲۸۳
۱۵	تواضع اختیار کرنا	۲۹۱
۱۶	تکبر اور خود پسندی	۳۳۱
۱۷	اچھے اخلاق	۳۵۳
۱۸	حلم، وقار، نرمی	۳۷۵
۱۹	نادانوں کو معاف کرنا اور چشم پوشی سے کام لینا	۴۲۱
۲۰	پہنچائی جانے والی تکلیف کو برداشت کرنا	۴۳۵
۲۱	شعائر دین کی بے حرمتی کے وقت غصہ کرنا	۴۳۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد نہم (۹)

۱	اصحابِ اقتدار اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں، ان کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کریں، ان کو دھوکہ نہ دیں، بے جا سختی نہ کریں، ان کی مصالح سے پہلو تہی نہ کریں	۳۷
۲	انصاف سے پیش آنے والا حکمران	۶۱
۳	حاکموں کی اطاعت کے احکام	۷۵
۴	عہدہ طلب کرنے کی ممانعت اور اختیاری صورت میں عہدہ قبول نہ کرنا	۱۱۳
۵	بادشاہ اور قاضی وغیرہ حکمرانوں کو اپنے لیے صالح مشیر رکھنے کی ترغیب اور برے ساتھیوں سے بچنے کی تاکید	۱۲۵
۶	شرم کا بیان اور اس کی فضیلت اور شرم اختیار کرنے کی ترغیب	۱۳۵
۷	کسی کے بھید کی حفاظت کرنا، رازداری سے کام لینا	۱۴۵
۸	عہد و پیمان اور وعدہ پورا کرنا	۱۶۵
۹	نیک کاموں کی عادت کو باقی رکھنا	۱۸۷
۱۰	خوش کلامی اور ملاقات کے وقت چہرے کو مسکراتا ہوا رکھنے کا پسندیدہ ہونا	۲۰۵
۱۱	بات کو مخاطب کے سامنے صاف اور واضح انداز میں کرنا اور اگر بغیر تکرار کے نہ سمجھتا ہو، تو مکرر کرنا	۲۱۷

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۱۲	اپنے ہم نشین کی بات کی طرف دھیان دینا اور عالم وواعظ کا حاضرین کو اپنی بات سنانے کے لیے خاموش کرنا	۲۲۲
۱۳	وعظ ونصیحت میں میانہ روی	۲۲۵
۱۴	سنجیدگی اور اطمینان کی عادت	۲۳۵
۱۵	مہمان کا اعزاز واکرام کرنا	۲۴۷
۱۶	اپنے کسی ساتھی اور دوست کو رخصت کرتے وقت نصیحت کرنا اس کے لیے دعا کرنا اور اس سے دعا کی درخواست کرنا	۲۷۹
۱۷	استخارہ اور مشورہ کرنا	۲۹۵
۱۸	عید کی نماز کے لیے مختلف راستوں سے آنا جانا	۳۲۵
۱۹	ہر اچھے کام میں دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے	۳۳۵
۲۰	کھانے کے آداب	۳۵۱
۲۱	پینے کے آداب	۴۵۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد دہم (۱۰)

۱	سفید لباس مستحب ہے۔لال، ہرا، پیلا، اور کالا جائز ہے روئی، کتان، بال اور اون کا لباس جائز ہے۔ مردوں کے لئے ریشم جائز نہیں	۲۹
۲	کُرتے کا استعمال پسندیدہ ہے	٦۷
۳	سونے اور لیٹنے کے آداب	۱۱۱
۴	مجلس کے آداب	۱۳۹
۵	خواب اور اس سے متعلقہ چیزوں کا بیان	۱۵۹
٦	سلام کے احکام وآداب	۱۸۱
۷	کسی کے یہاں جانے پر اجازت لینے کے احکام وآداب	۲۳۱
۸	چھینک کھانے والے کو جواب دینے کا مستحب ہونا؛ اگر وہ الحمدللہ کہے اگر وہ الحمدللہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے اور چھینک کھانے اور جمائی لینے کے آداب	۲۴۸
۹	ملاقات کے وقت مصافحہ کا مستحب ہونا چہرے کو مسکراتا ہوا رکھنا۔ نیک آدمی کے ہاتھ چومنا، اور اپنی اولاد کو محبت سے بوسہ دینا۔ اور اگر کوئی آدمی سفر سے واپس آئے تو اس سے معانقہ کرنا اور جھکنے کا ناپسندیدہ ہونا	۲۵۳

۱۰	بیمار کی خبر گیری اور تیمار داری	۲۶۳
۱۱	نماز جنازہ کا بیان۔جنازہ کے ساتھ جانا اور تدفین میں شریک ہونا،اور عورتوں کا دفن میں شریک ہونا	۳۲۲
۱۲	سفر کے آداب	۳۷۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلدیازدہم(۱۱)

۱	قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت	۴۷
۲	قرآنِ پاک کی بعض سورتوں اور آیتوں کے فضائل	۷۶
۳	وضو کی فضیلت کا بیان	۹۳
۴	اذان کی فضیلت کا بیان	۱۰۴
۵	نمازوں کی فضیلت کا بیان	۱۱۹
۶	سننِ مؤکدہ کی تعداد اور اس کی فضیلت	۱۹۰
۷	یوم جمعہ کی فضیلت، جمعہ کی نماز کا فرض ہونا اور دیگر متعلقات جمعہ کا بیان	۲۵۴
۸	تہجد کی نماز کی فضیلت	۲۷۴
۹	قیامِ رمضان یعنی تراویح مستحب ہے	۳۱۰
۱۰	لیلۃ القدر میں عبادت کی فضیلت اور کونسی رات کے متعلق شبِ قدر ہونے کی زیادہ امید ہے	۳۱۶
۱۱	مسواک کے فضائل اور فطرت کی باتیں	۳۲۸
۱۲	زکوۃ کے واجب ہونے کا مؤکد اور پختہ ہونا	۳۴۳
۱۳	رمضان کے روزوں کا فرض ہونا، روزوں کی فضیلت اور اس سے متعلق دوسری چیزوں کا بیان	۳۷۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۱۴	روزے کے چند مسائل	۴۲۵
۱۵	حج کا وجوب اور اس کے فضائل	۴۵۰

جلد دوازدہم (۱۲)

۱	کتاب الجہاد، جہاد کا وجوب اور اللہ کے راستے میں صبح و شام کی فضیلت	۳۳
۲	شہیدوں کی فضیلت اور احکام	۱۰۷
۳	غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت	۱۱۴
۴	فتنوں اور حالات کے زمانہ میں عبادت کرنے کی فضیلت	۱۳۲
۵	باب فضل السماحة فی البیع والشراء والأخذ إلخ	۱۳۶
۶	کتاب العلم، باب فضل العلم تعلماً وتعلیماً للہ	۱۵۳
۷	اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف اور اس کے شکر کا بیان	۱۸۷
۸	نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے کا بیان	۱۹۹
۹	ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب	۲۱۹
۱۰	صبح اور شام اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنا	۲۸۰
۱۱	دعاؤں کا بیان، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منقول مختلف دعاؤں کی فضیلت اور ان کا حکم	۳۰۷
۱۲	دعا کے چند مسائل	۳۴۱

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۱۳	بَابُ الدُّعَآءِ عِنْدَ الْكَرْبِ	۳۵۶
۱۴	اللہ کے نیک بندوں کی کرامتیں اور ان کی فضیلتیں	۳۶۵

جلد سیز دہم (۱۳)

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	كِتَابُ الأُمُوْرِ الْمَنْهِي عَنْهَا، غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت	۳۵
۲	چغلی کسے کہتے ہیں	۱۲۳
۳	دو چہرے والے کی برائی	۱۳۶
۴	جھوٹ کی حرمت کا بیان	۱۴۰
۵	جھوٹی گواہی کی سخت حرمت کا بیان	۱۹۳
۶	کسی متعین شخص یا جانور پر لعنت بھیجنا حرام ہے	۱۹۷
۷	کسی مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے	۲۲۴
۸	کسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت	۲۳۵
۹	آپس میں بغض اور دشمنی، کینہ اور قطع تعلق کی ممانعت	۲۶۰
۱۰	حسد کی حرمت کا بیان	۲۶۸
۱۱	لوگوں کے احوال کی ٹوہ میں رہنے کی ممانعت	۲۹۰

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۱۲	مسلمانوں کو حقیر سمجھنا حرام ہے	۳۱۲
۱۳	کسی مسلمان کو تکلیف اور مصیبت پہنچنے پر خوش ہونے کی ممانعت	۳۱۶
۱۴	ملاوٹ اور دھوکہ کی ممانعت	۳۳۳
۱۵	عہد شکنی حرام ہے	۳۴۰
۱۶	فخر وغرور اور سرکشی کی ممانعت	۳۵۹
۱۷	غلام، جانور، عورت اور اولاد کو بغیر سبب شرعی کے سزا دینے کی ممانعت	۳۷۸
۱۸	یتیم کے مال کی حرمت کی تاکید	۴۱۵
۱۹	سود کی سخت حرمت کا بیان	۴۲۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جلد چہاردہم (۱۴)

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	اجنبی اور پرائی عورتوں کو دیکھنے اور بے ریش لڑکوں کی طرف نظر کرنے کی حرمت	۴۵
۲	اجنبیہ کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے	۱۲۳
۳	مردوں کا عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا حرام ہے	۱۳۰
۴	مرد ہو یا عورت؛ سیاہ خضاب کرنے کی ممانعت	۱۴۳
۵	کسی جاندار کی تصویر بنانے کی حرمت اور تصویر کو ختم کرنے کا حکم	۲۲۳
۶	مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان	۲۶۰
۷	بے حیائی اور بدزبانی کی ممانعت	۳۰۰
۸	شریعت کی مقرر کی ہوئی سزاؤں کے متعلق سفارش حرام ہے	۳۶۴
۹	باپ کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو دوسری اولاد کے مقابلے میں بخشش اور ہدیے کے معاملہ میں ترجیح اور فضیلت دینا	۳۷۷
۱۰	جادو کے سخت حرام ہونے کا بیان	۴۵۱

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۱۱	اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول(ﷺ) نے جن کاموں سے منع کیا ہے ان کا ارتکاب کرنے سے ڈرانے کا بیان	۴۷۶
۱۲	کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے کسی کام کا ارتکاب کرے؛تو اس کی تلافی کیا ہے؟	۴۷۸

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com